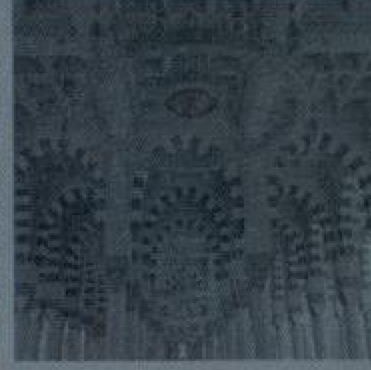
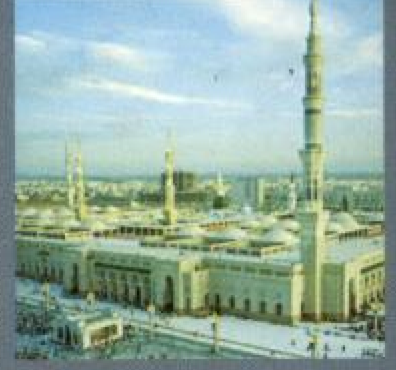






شاہراہِ سُنّت

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میں محبت اور اطاعت کا جذبہ رکھنے والوں کے لیے انمول تحفہ
جس میں زندگی کے ہر ہر شعبے سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتیں ترتیب کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔

مؤلف مولانا مفتی عبد الشکور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب عبد الصبور علوی



بیت السلام
کراچی، لاہور

شاہراہِ سنّت

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میں محبت اور اطاعت کا جذبہ رکھنے والوں کے لیے انمول تحفہ
جس میں زندگی کے ہر ہر شعبے سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ترتیب کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔

مؤلف

مولانا مفتی عبد الشکور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

عبد الصبور علوی



بیت السلام

کراچی - پاکستان

انتساب

اپنے والد ماجد اور والدہ محترمہ کے نام، جنہوں نے غربت وافلاس سے بے نیاز ہوکر میری تعلیم وتربیت کی۔ ''شاہراہ سنت'' کا یہ عظیم گلدستہ انہیں کی جدوجہد کا ثمرہ ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم . اللّٰھم اغفرلی والوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب. عبدالشکور قاسمی (رحمہ اللہ)



ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئیؒ

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

بندہ نے حضرت مولانا مفتی عبدالشکور قاسمی کی کتاب شاہراہ سنت کو سرسری طور پر دیکھا ماشاء اللہ بہت اچھی اور جامع کتاب ہے، جس میں زندگی کے تمام مراحل کے لیے سنت کا راستہ ذکر کیا گیا ہے اور زندگی کے ہر ہر مرحلے میں سنت سے رہنمائی حاصل کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔

مولانا موصوف کا ارادہ ہے کہ وہ اپنی اس کتاب کو فارسی ترجمہ کے ساتھ بھی طبع کرائے تاکہ افغانستان اور دیگر فارسی بولنے والے علاقوں کے مسلمان بھی اس سے فائدہ حاصل کرسکیں، خصوصاً آزاد ریاستوں کے مسلمان جو اسلام کے احکام و آداب سے ناواقف ہیں ان کو سامنے رکھ کر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے، تاکہ وہ لوگ انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک زندگی کے تمام مراحل میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہو کر اس کے مطابق زندگی گزاریں، بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اپنی مخلوق کیلئے اس کو نافع بنادے اور مولانا موصوف کو اس طرح کی مزید خدمات کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

مولانا مفتی شیخ حبیب اللہ صاحب

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ، کلفٹن، کراچی

عزیزی مولانا مفتی عبدالشکور قاسمی سلمہ نے امت محمدیہ کی خیر خواہی کے جذبہ سے لبریز ہو کر انتہائی جانفشانی سے ''شاہراہ سنت'' کے نام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا عظیم گلدستہ مرتب کیا ہے، جس میں بڑی عرق ریزی سے روزہ مرہ کے معمولات سے متعلق ذخیرہ، احادیث سے سنتوں کو جمع کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر مختصر فرائض واجبات کی طرف رہنمائی بھی کی گئی ہے۔

یہ کتاب دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم رکھنے والوں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔

عرض مرتب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم . اما بعد!

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا** ...... اللہ نے بہت بڑا احسان فرمایا ہے تمام مومنین پر کہ ان میں اپنا خاص رسول بھیجا۔

ایک اور مقام پر فرمایا: **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم باالمؤمنین رؤف الرحیم** ...... لوگو! تمہارے پاس تمہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں، تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنین پر تو نہایت شفقت کرنے والے ہیں۔

قاضی ایاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں دو نعمتیں مجھے ایسی ملی ہیں کہ خوشی سے میرے پاؤں کے تلوے زمین پر نہیں ٹکتے بلکہ ثریا تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ نے اپنے کلام میں **یا عبادی** (اے میرے بندے) کہہ کر خطاب فرمایا ہے اور میں بھی اس میں شامل ہوں اور دوسرا یہ کہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لیے رسول اور نبی بنا کر بھیجا اور میں بھی آپ کا امّتی ہوں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا اتنا بڑا اعزاز ہے کہ انبیاء کرام بھی اس کے متمنی تھے واقعی یہ ربّ کریم کا ہم پر ایسا فضل ہے جس پر خوشی سے ہمارے پاؤں زمین پر نہ ٹکیں...... آنکھیں مسرت کے آنسوؤں سے مخمور ہوں...... اور دل شادمانی کی مستی میں ڈوبا رہے۔

میں اپنے مقدّر پہ قربان قُدرت
کہ ہوں اِک ادنیٰ غلام محمدؐ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ تو سب کرتے ہیں مگر اس دعوے میں کون کس قدر سچا ہے؟ اس کا اندازہ اس کے عمل سے ہوگا، جو جس قدر اس دعوے میں سچا ہوگا، اسی قدر وہ آپکے لائے ہوئے دین پر عمل پیرا اور آپ کی اتباع میں مستعد ہوگا۔ کیونکہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: جس نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ربّ العالمین نے فرمایا:
قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور الرحیم ...... اے نبی! لوگوں سے کہہ دیجئے: کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا وہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔
ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: **ومن یطع الرسول فقد اطاع الله** ...... جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اللہ کی اطاعت بھی ہے...... اللہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ بھی...... ہمارے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بھی...... جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا ذریعہ بھی...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار بھی...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرشناسی کی علامت بھی...... اور زندگی میں تقدس، سکون اور راحت کا ذریعہ بھی...... تو بندے کو اور کیا چاہیے؟ کیا اس سے بڑی کامیابی؟ اس سے بڑی سعادت؟ اس بڑی بھلائی؟ اس سے بڑی دولت وخلعت؟ اور اس سے بڑا اعزاز بھی کوئی ہوسکتا ہے؟؟؟ لیکن صد افسوس! اتنے بڑے اعزازات اور انعامات کے باوجود ہم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب پیغمبرانہ اداؤں کی پیروی کے بجائے، یہود وہنود ونصاریٰ کی پیروی میں بہے جارہے ہیں وائے ہماری شومئی قسمت!

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

یاد رکھیے! ہمارے لیے صراط مستقیم یہی ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع شعوری طور پر کریں۔ جب ہم اجتماعی اور انفرادی طور پر اپنے ہر ہر عمل میں خود کو اس بات کا پابند بنالیں گے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے؟ یا ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ تو اس طرح بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے شعوری طور پر رہنمائی لینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی اثر ہمارے اندر بار بار محسوس ہوگا اور جب ہم اپنی اناؤں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں پر فدا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے چلے جائیں گے تو ہمارے کردار اور شخصیت میں عظمت اور بلندی پیدا ہوتی چلی جائے گی، اس کا عظیم انعام یہ ملے گا کہ اللہ ہمیں اپنا محبوب بنالے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

اسوۂ حسنہ کو اپنا کر ہم نہ صرف اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ایک نمونہ بن کر ان کی رشد و ہدایت کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔

برادر محترم! مفتی عبدالشکور قاسمیؒ نے روزمرہ معمولات سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کو مستند کتابوں سے جمع کر کے شاہراہ سنت کے نام سے امت کو ایک حسین گلدستہ پیش کیا ہے۔ اگرچہ ان کے مطالعہ کی وسعت کی وجہ سے مواد بہت عمدہ جمع ہو گیا تھا جسے عجلت میں شائع کر دیا گیا تھا، تاہم اس کی تدوین و ترتیب کی ابھی ضرورت تھی اور مؤلف اس ضرورت کا کئی مرتبہ احقر سے تذکرہ بھی کر چکے تھے۔

آپ کی وفات کے بعد اس ناکارہ کو یہ خدمت انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ احقر نے ابواب کی سابقہ ترتیب برقرار رکھتے ہوئے پوری کتاب کو سلیس، یکساں اور سادہ اسلوب میں پیش کیا ہے، تاکہ عام قارئین آسانی سے استفادہ کر سکیں، جو باتیں مکرر تھیں، جو مسائل اور مضامین اس کتاب سے متعلق نہیں تھے وہ حذف کر دیئے اور جو متعلقہ مضامین سنتوں کی ترتیب کے درمیان ربط ٹوٹنے کا باعث بن رہے تھے انہیں ہر باب کے آخر میں یا شروع میں ذکر کر دیا ہے، غیر ضروری عنوان ختم کیے، اکثر نئے عنوان قائم کیے، یوں تقریباً دو سال کی شب و روز محنت کے بعد پوری کتاب کو ضروری تلخیص و تدوین کے بعد جدید قالب میں اس طرح ڈھال دیا گیا ہے کہ ہر باب میں مبارک سنتوں کی دلنشین مالا جگ مگا اٹھے، مزید اثر انگیزی کیلئے تمام سنتوں اور احادیث کی اصل مآخذ سے تخریج بھی کروا دی گئی، یہ محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کی برکت اور اللہ کریم کے فضل سے اس کام کی تکمیل ہوئی ورنہ یہ ناکارہ تو کسی بھی طرح اس عظیم کام کے لائق نہ تھا۔ مولانا اصغر راضی صاحب (فاضل جامعہ دارالعلوم، کراچی) کی بھرپور معاونت پر میں ان کا شکر گزار ہوں اور مفتی راشد محمود (فاضل ومتخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ، کراچی) کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں جن کی ذاتی دلچسپی اور عرق ریزی کی بناء پر اس کتاب کی تخریج مکمل ہوئی۔ فللہ الحمد

اے اللہ کریم! محض اپنے فضل و کرم سے اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر امت کیلئے مفید بنا۔ (آمین یارب العالمین)

ابوسلمان عبدالصبور علوی

مدیر بیت السلام کراچی، لاہور



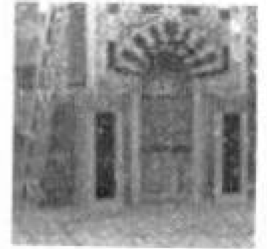








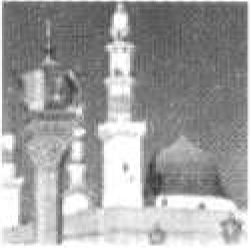














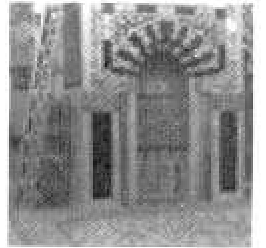






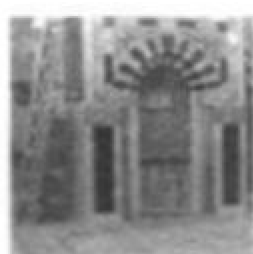


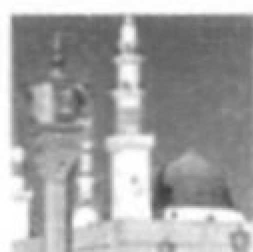




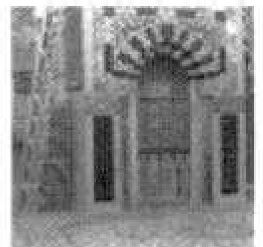


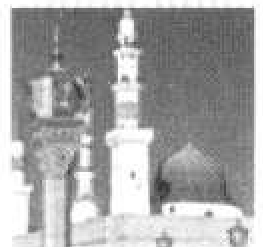




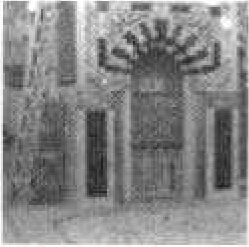








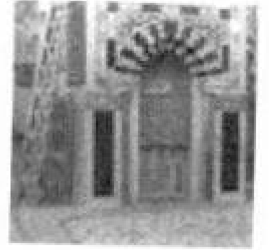




باب ۳۹

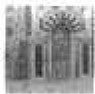












مقدمۃ الکتاب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم .امابعد!فأعوذبالله من الشیطن الرجیم



بسم الله الرحمن الرحیم ﴿قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم والله غفوررحیم﴾ [1]



آپ فرما دیجئے! کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو (جب تم ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے گناہ معاف کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے مہربان ہیں۔ اگر دنیا میں کسی شخص کو اپنے مالک اور خالق حقیقی کی محبت مطلوب ہو تو اس پر لازم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے۔

شاہراہ سنت کی اہمیت اور فضیلت

جو شخص جس قدر حبیب رب ذوالجلال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مضبوط ومستعد ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی (دین اسلام کی) روشنی کو مشعل راہ بنائے گا وہ اللہ رب العزت کی محبت کے دعوے میں اسی قدر سچا اور کھرا ہوگا۔ جس کا ثمرہ اس کو یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے محبت فرمائے گا اور اللہ کی محبت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ دونوں جہان میں ہر طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیوں کا ظہور ہوگا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع گناہوں کی مغفرت، جہنم سے بچنے اور جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے تو پھر بندے کو اور کیا چاہیے! اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنۡ یُّحِبُّکَ وَالۡعَمَلَ الَّذِیۡ یُبَلِّغُنِیۡ حُبَّکَ. [2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من أحب سنتی فقد أحبنی کان معی فی الجنة ...... جس نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا

---

1 پارہ: ۳، سورة آل عمران، الآیة: ۳۱. 2 السنن للامام الترمذی، ابواب الدعوات، باب اللهم انی أسئلک حبک، ص: ۲۰۱۱، رقم: ۳۴۹۰.

وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ سعادت ابدی وعزت سرمدی انسان کے لئے اللہ رب العزت کی محبت کے ساتھ وابستہ ہے اور اس دولت وخلعت کا حصول خاتم الانبیاء والمعصومین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر موقوف ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی قولی اور عملی ہدایت پر ایسا عمل کرو جیسا کہ عمل کرنے کا حق ہے، پھر دیکھو گے کہ وہ عقد محبت جس کا وعدہ حدیث میں کیا گیا ہے یقیناً نافذ ہوکر رہے گا۔

موجودہ دور میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنتوں سے بیگانگی بڑھتی جارہی ہے۔ اور مسلمان اپنے دین اسلام کی تعلیمات چھوڑ کر غیروں کے طور طریقے اختیار کررہے ہیں۔ سنتوں کی جگہ بدعات اور غیر مسلموں کی راہ ورسم جنم اپنا رہے ہیں۔ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو بار بار اسلامی تعلیمات اور امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی طرف دعوت دی جائے۔ اسلئے کہ مسلمانوں کی معاشی ومعاشرتی اور اخروی زندگی میں ہر طرح کی صلاح وفلاح کا مدار اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات میں اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے: **أما بعد فأن خير الامور كتاب الله، وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الأمور محد ثاتها، وكل محد ثة بدعة، وكل بدعة ضلالة.**...... یادرکھو! کہ بے شک سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین راستہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جس کو (دین میں نیا) نکالا گیا ہو اور دین میں ہر نئی پیدا کی گئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت (یعنی اپنی طرف سے دین میں پیدا کی ہوئی نئی بات) گمراہی ہے۔[2]

امام شافعیؒ فرماتے ہیں جونئی بات قرآن وحدیث کے برعکس، صحابۂ کرامؓ کے اقوال کے منافی اور اجماع امت کے خلاف ہو تو وہ ضلالت وگمراہی ہے اور جو چیز ایسی نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد کو سامنے رکھ کر جاگنے سے سونے تک اور سونے سے جاگنے تک اور پیدائش سے لے کر موت اور موت کے بعد تک شب وروز کی ہدایات وسنتیں نقل کی گئی ہیں۔

---

1 وفی السنن للامام الترمذی، لفظه: من احیاسنتی فقداحبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة. ابواب العلم، باب ماجاء فی الأخذبالسنة، ص: ۱۹۲۱، رقم: ۲۶۷۸. 2 السنن للامام ابن ماجه، کتاب السنة، باب اجتناب البدع والجدل، ص: ۲۴۷۹، رقم: ۴۵.

نیز مستحبات چونکہ سنت ہی کی ایک قسم ہیں اس لئے اس کتاب میں مستحبات کو کہیں سنت کے نام سے نقل کیا گیا ہے اور کہیں کہیں مستحب کے نام سے لکھا گیا ہے اور ساتھ ساتھ متعلقہ مسائل بھی بقدر ضرورت نقل کئے گئے ہیں، جو قرآن وحدیث اور ان سے ماخوذ فقہی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

اس کتاب میں پیدا ہونے سے لیکر موت تک پیش آنے والے حالات اور سفر وحضر کے متعلق مختلف اوقات کھانے، پینے، پہننے، شادی، غمی، سونے جاگنے اور جہاد وغیرہ کی دعائیں امکانی کوشش کے بقدر جمع کی گئی ہیں۔ ان دعاؤں میں غور وخوض کرنے سے معلوم ہوگا کہ ان میں توحید کی بڑی اہم تعلیمات ہیں اور انکے پڑھنے وسمجھنے سے اللہ رب العزت کی ربوبیت والوہیت کا بار بار اقرار ہوتا ہے اور دل وزبان پر بار بار یہ بات آتی ہے کہ اللہ ہی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا، اسی نے زندہ رکھا، اسی نے کھلایا اور پلایا، اسی نے پہنایا، اسی نے سلایا اور اسی نے جگایا، اسی کے حکم سے صبح وشام ہوتی ہے اور اسی کے حکم سے موت آتی ہے۔ سفر وحضر میں وہی محافظ ہے، دشمنوں اور شیطانوں کے شر سے وہی بچاتا ہے، بارش اسی کے حکم سے آتی ہے، ہوائیں اسی کے حکم سے چلتی ہیں، وہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کا کوئی مشیر وشریک نہیں وہ تمام چیزوں کا مالک اور ہر شیٔ پر قادر ہے۔ لہٰذا ہر مجلس، ہر موقع اور ہر مقام وہر ضرورت کے وقت اسی کو یاد کرنا لازم ہے اور ہر نعمت کے حاصل ہونے پر اور ہر دکھ وتکلیف کے زائل ہونے پر اسی کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿لئن شکرتم لازید نکم ولئن کفر تم ان عذابی لشدید﴾ اگر احسان مانو گے تو اور بھی دوں گا تم کو اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب البتہ سخت ہے۔[1]

یعنی اگر احسان مان کر زبان ودل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ نعمتیں ملیں گی، جسمانی وروحانی اور دنیوی اور اخروی ہر قسم کی نعمتیں (ناشکری کرنے پر) سلب کر لی جائیں گی اور ناشکری کی مزید سزا الگ رہی۔[2]

لہٰذا بندہ کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بن کر رہنا چاہیے اور ان دعاؤں کو بڑے اہتمام سے پڑھنا چاہیے کیونکہ ان کے پڑھنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے جو اللہ جل شانہ تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اپنی زبان میں شکر ادا کرنے کے بجائے قرآن وحدیث کی بتلائی ہوئی دعاؤں کا ورد رکھنا اور موقع بہ موقع ان کو پڑھنا بہت زیادہ اہم ہے۔ ان دعاؤں کے ساتھ ساتھ

---

1 پارہ: ۱۳، سورۃ ابراھیم، الآیۃ: ۷۔ 2 تفسیر عثمانی ص: ۳۳۹۔

ترجمہ بھی نقل کیا ہے، اس کو بھی دیکھ لیا کریں تاکہ یہ معلوم ہو کہ کیا کہہ رہے ہیں اور کیا مانگ رہے ہیں۔ ذکر ودعاؤں سے جو قلبی سکون حاصل ہوتا ہے دنیا کی کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔

اس کتاب میں حدیث کے مضمون کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی آیات مقدسہ بھی لکھی گئی ہیں جس سے آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ قرآن وحدیث لازم وملزوم ہیں ان میں سے کسی ایک کو ترک کرنے سے آج تک نہ کوئی ہدایت کا راستہ پا سکا ہے اور نہ آئندہ کوئی پا سکے گا۔ جو لوگ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکاری ہیں (ان کا طرز بیان خواہ کچھ بھی ہو) وہ در پردہ نبوت ورسالت کے انکاری ہیں۔ ایسے لوگوں سے دور رہنے میں ایمان کی سلامتی ہے اور تحریر، تقریر، جان اور مال سے ایسے لوگوں کے خلاف جدوجہد کرنا جہاد کا حصہ ہے۔ پہلے ان لوگوں کو سمجھایا جائے اگر کسی صورت میں ماننے والے نہ ہوں تو ان سے نفرت وبے زاری کا اعلان جز وایمان ہے۔ قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واقتداء کی تاکید ایک ضابطہ کی صورت میں بیان فرمائی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا﴾ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگانی بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لئے جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ۔[1]

یعنی جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے۔ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی اقتداء کا حکم ثابت ہوا۔

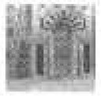
محققین ائمہ تفسیر کے نزدیک اس کی عملی صورت یہ ہے کہ جس کام کا کرنا یا چھوڑنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدرجہ وجوب ثابت ہو اس کی اتباع واجب ولازم ہے اور جس کام کا کرنا یا چھوڑنا بدرجۂ استحباب ثابت ہو اس کا کرنا یا چھوڑنا بھی درجہ استحباب میں رہے گا کہ اس کی خلاف ورزی گناہ نہ قرار دی جائیگی۔[2]

ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی اعلیٰ اقدار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وإنك لعلى خلق عظيم﴾ اور آپ عظیم اخلاق پر پیدا کئے

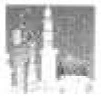
---

1 پارہ: ۲۱ سورۃ الاحزاب، الآیۃ: ۲۱۔ 2 معارف القرآن جلد ۷، ص ۱۳۱۔

گئے ہیں۔[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اخلاق وملکات پر آپ کو پیدا فرمایا کہ آپ کی زبان قرآنِ کریم ہے اور آپ کے اعمال واخلاق قرآن کی خاموش تفسیر ہیں۔ قرآن جس نیکی وخوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے وہ آپ میں فطرتاً موجود ہے اور جس بدی ودرشتی سے روکتا ہے، آپ طبعاً اس سے متنفر وبیزار ہیں۔[2]



ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کیا خوب بات ارشاد فرمائی جب ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاقِ قرآن ہے یعنی جو کچھ فرمان الٰہی تھا اسی پر آپ کا عمل تھا۔



قرآنِ کریم کی کئی آیات بینات میں یہ بات واضح طور پر بیان فرمائی گئی ہے کہ قرآن وحدیث لازم وملزوم ہیں۔ نیز تمام صحابہ کرامؓ، محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اور جمہور امت کا عقیدہ ونظریہ بھی یہی ہے کہ قرآن وحدیث لازم وملزوم ہیں، ان میں سے کسی ایک کو ترک کر کے ہدایت کا راستہ پانا ناممکن ہے۔ اسی لئے قرآن وحدیث کی ہدایات کی روشنی میں ''شاہراہ سنت'' کے نام سے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ بارگاہ رب ذوالجلال میں قبولیت کا شرف حاصل ہونے کی دعا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان نفوس قدسیہ پر بھی رحمتیں نازل فرمائے، جن کی تصانیف سے میں نے استفادہ کیا اور اس کتاب کے معاملے میں جن مخلص احباب نے معاونت کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو دارین میں اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین

احقر العباد ابو عمر عبدالشکور قاسمی قدس اللہ سرہ العزیز



---

1 پارہ: ۲۹، سورۃ القلم، الآیۃ: ۴. 2 تفسیر عثمانی تلخیصاً: ۷۴۸.

نیند سے جاگنے کے متعلق ہدایات اور سنتیں

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رحمۃللعالمین وعلی اله وأصحابه أجمعین ومن تبعهم بإحسان إلی یوم الدین.

عن حذیفة قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا اخذ مضجعه من اللیل وضع یده تحت خده ثم یقول اللّٰهم باسمک اموت وأحیا وإذاأستیقظ یقول الحمد للہ الذی احیانا بعد ماأماتناو الیه النشور.[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں اپنے بستر پر تشریف لاتے اور سونے کے لیئے لیٹتے تو اپنا ہاتھ (داہنی ہتھیلی) اپنے (دائیں) گال کے نیچے رکھتے اور یہ فرماتے اللھم باسمک أموت واحیی (اے اللہ! میں تیرے ہی نام پر مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام پر زندہ ہوتا (یعنی جاگتا) ہوں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے الحمدللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا وإلیه النشور...... سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے زندہ کیا ہم کو مرنے کے بعد (یعنی نیند سے بیدار کیا) اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور سوکر اٹھنے کے وقت کی دعاؤں کا ذکر ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے سوکر اٹھنے کے بعد کی سنتیں نقل کی جائیں گی۔ حدیث شریف کا پہلا حصہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے وقت کی دعا کا ذکر ہے اسے آخر میں نقل کیا جائے گا۔

نیند موت کی مانند ہے

انسان جب سوتا ہے تو گویا وہ مردے ہی کے حکم میں ہوتا ہے، کیونکہ حق تعالیٰ شانہ اس کی

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الدعوات، باب وضع الید تحت خد الیمنی ص: ۱۳۰، رقم: ۶۳۱۴.

روح عارضی طور پر قبض کر لیتا ہے پھر اس کے بعد اسکی روح اس کے جسم میں واپس بھیج دیتا ہے یعنی نیند سے بیدار کر دیتا ہے یا اس کی روح کو رکھ چھوڑتا ہے یعنی قبض کر لیتا ہے۔

اسی کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، فرمایا: ﴿اللہ یتوفی الأنفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الأخری إلی أجل مسمی إن فی ذلک لآیت لقوم یتفکرون﴾ [1] اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھیرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقررہ تک اس بات میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو دھیان کرتے ہیں۔ [2]

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے یہ فرمایا ہے کہ جانداروں کی ارواح ہر حال اور ہر وقت میں اللہ تعالیٰ کے زیر تصرف ہیں جب چاہیں ان کو قبض کر سکتے ہیں اور اس تصرفِ باری تعالیٰ کا ایک مظاہرہ تو ہر جاندار روزانہ دیکھتا اور محسوس کرتا ہے کہ نیند کے وقت اس کی روح ایک حیثیت سے قبض ہو جاتی ہے پھر بیداری کے بعد واپس مل جاتی ہے اور آخر کار ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ بالکل قبض ہو جائے گی واپس نہ ملے گی۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ قبض روح کے معنی اس کا تعلق بدنِ انسانی سے قطع کر دینے کے ہیں۔ کبھی یہ ظاہراً و باطناً بالکل منقطع کر دیا جاتا ہے اس کا نام موت ہے اور کبھی صرف ظاہراً منقطع کیا جاتا ہے باطناً باقی رہتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ صرف حس اور حرکت ارادیہ جو ظاہری علامت زندگی ہے وہ منقطع کر دی جاتی ہے اور باطناً روح کا تعلق باقی رہتا ہے جس سے وہ سانس لیتا ہے اور زندہ رہتا ہے اور صورت اس کی یہ ہوتی ہے کہ روح انسانی کو جو عالم مثال کے مطالعہ کی طرف متوجہ کر کے اس موجودہ عالم سے غافل اور معطل کر دیا جاتا ہے تا کہ انسان مکمل آرام پا سکے اور کبھی یہ باطنی تعلق بھی منقطع کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے جسم کی حیات بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

ان گزارشات سے معلوم ہوا کہ نیند بھی موت کا ایک حصہ ہے جس کو حدیث شریف میں موت کی بہن کہا گیا ہے، جب بھی آدمی بیدار ہو تو اسے چاہیے کہ اللہ رب العزت کی حمد وثناء کرتے ہوئے نئے دن کی زندگی کا آغاز کرے اور یہی سنت رسول ہے۔ حدیث بالا کے دوسرے حصے میں فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ

---

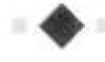
1 پارہ: ۲۴، سورۃ الزمر، الآیۃ: ۴۲۔ 2 تفسیر عثمانی، تحت تفسیر سورۃ الزمر، الآیۃ: ۴۲ ص: ۶۱۶۔

اَحۡیَانَا بَعۡدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیۡهِ النُّشُوۡرُ ۝[1] سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے زندہ کیا ہم کو مرنے کے بعد اور ہم سب کو اسی کی طرف رجوع ہونا ہے۔

نیند سے بیدار ہونے کے بعد کی سنتیں

1. نیند سے اٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے چہرے اور آنکھوں کو ملنا، تاکہ نیند کا خمار دور ہو جائے۔
2. جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھنا: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ اَحۡیَانَا بَعۡدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیۡهِ النُّشُوۡرُ ۝[2]
3. سوکر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا۔[3]
4. وضو میں دوبارہ مسواک کی جائے گی۔ سوکر اٹھتے ہی مسواک کر لینا علیحدہ سنت ہے۔
5. کوئی بھی لباس زیب تن کریں تو پہلے دائیں طرف سے شروع کریں پھر بائیں طرف پر ختم کریں اور ایسے ہی جوتا بھی پہلے دائیں پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں پہنیں اور جب اتاریں تو پہلے بائیں پاؤں سے اتاریں۔ بدن پر کسی بھی چیز کے پہننے اور اتارنے کا یہی مسنون طریقہ ہے۔[4]
6. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص رات کو بیدار ہو تو یہ تسبیح پڑھے: لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِیۡکَ لَهٗ لَهُ الۡمُلۡکُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ. سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکۡبَرُ وَ لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. اور اسکے بعد یہ کہے رب غفرلی (راوی کہتے ہیں یا یہ فرمایا کہ پھر (کوئی بھی) دعا کرے اس کی دعا قبول کی جائے گی) اور پھر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔[5]

سونے کے بعد جاگنا نصیب ہو تو کیا ہی اچھا ہے کہ ہم اس جاگنے کو سنت کے مطابق ڈھال لیں تاکہ ہمارے لئے آخرت کا ذخیرہ جمع ہوتا رہے اور جب ہمارا جاگنا سنت کے مطابق ہوگا تو رب العالمین کی ذات عالی سے امید ہے کہ ہمیں دن بھر بھی دیگر سنتوں پر عمل کرنے اور یہود و ہنود کے غلط طریقوں سے بچنے کی توفیق نصیب ہوگی۔ اللہ رب العزت ہم سب کو ان سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الدعوات، باب وضع الید تحت خد الیمنی ص: ۱۳۰، رقم: ۶۳۱۴ 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا قام، ص ۵۳۲، رقم ۶۳۲۵. 3 السنن للامام ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب السواک لمن قام، ص: ۱۲۲۶. رقم: ۵۵. (۴) الصحیح للامام مسلم، کتاب الطهارة، باب التیمن فی الطهور وغیره، ص: ۷۲۴، رقم: ۶۱۶ و ۶۱۷. 4 الصحیح للامام البخاری، کتاب الدعوات، باب وضع الید تحت خد الیمنی ص: ۱۳۰، رقم: ۶۳۱۴.

باب ۔۲

بیت الخلاء کے متعلق ہدایات اور سنتیں

عن أنس قال كان النبيصلى الله عليه وسلم إذادخل الخلاء يقول اللّٰهم إنى أعوذبك من الخبث والخبائث...... حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے: اے اللہ! میں خبیث جنوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں خواہ وہ خبیث جن ہوں یا جنیاں۔[1]

وفى رواية إذا خرج من الخلاء قال "الحمد لله الذى أذهب عنى الأذى وعافانى"...... ایک روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے: سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے دور کیا مجھ سے تکلیف دہ چیز کو اور عافیت بخشی۔[2]

قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے، فرمایا: ﴿ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين﴾ بے شک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور گندگی سے بچنے والے۔[3]

دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے پاکیزگی کا خاص اہتمام کرنے والی ایک جماعت کی مدح فرمائی، فرمایا: ﴿فيه رجال يحبون أن يتطهروا والله يحب المتطهرين﴾ اس (بستی) میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو۔[4]

حضرت ابوایوب انصاری، جابر اور انس رضی اللہ عنہم اجمعین راوی ہیں کہ جب یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں قباء میں رہنے والے انصار کی ایک جماعت کی پاکیزگی کی تعریف فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے پاکی کے معاملہ میں تمہاری تعریف کی ہے تمہاری پاکی کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اور جنابت (ناپاکی) سے غسل کرتے ہیں اور ڈھیلے کے بعد پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ آپ

---

1 الصحيح للامام البخارى، كتاب الوضوء ،باب مايقول عندالخلاء، ص: ۱۵، رقم: ۱۴۲. 2 السنن للامام ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب مايقول اذاخرج من الخلاء، ص: ۲۴۹۵، رقم: ۳۰۱. 3 پاره: ۲، پاره: ۲ سورة البقرة ، الآية: ۲۲۲ ، ترجمة شيخ الهند محمودحسنؒ تفسير عثمانى، ص: ۴۴. 4 پاره: ۱۱، سورة توبه، آيت: ۱۰۸، تفسير عثمانى ص: ۲۷۰.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذاک فعلیکموہ ......یہی (بات خدا کی محبت کا سبب) ہے لہٰذا تم اسے لازم پکڑو۔[1]

اس آیت کے پہلے جملے میں پاکیزگی حاصل کرنے والوں کی تعریف فرمائی اور دوسرے جملہ میں اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی حاصل کرنے والوں سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاکی ہی کو پسند فرماتے ہیں اور یہ سنت رسول ہی میں ممکن ہے۔

صبح اٹھنے کے بعد عام طور پر بیت الخلاء جانے کی حاجت ہوتی ہے اس لئے بیت الخلاء کے آداب اور مسنون طریقے نقل کئے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جب بھی کوئی غذا کھاتا ہے وہ غذا معدہ میں پہنچ کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایک حصہ تو خون بن کر قوت وطاقت پیدا کرتا ہے جس سے جسم کے ذرے ذرے کو توانائی پہنچتی ہے اور دوسرا حصہ فضلہ بن کر پیشاب پاخانہ کی شکل میں نکل جاتا ہے۔ اگر قدرت کے اس نظام کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ بندوں پر اللہ کا بہت بڑا انعام واحسان ہے جس کا شکر بندے سے کما حقہ ادا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت پیغمبر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں، جو شکرانے کی ایک شکل ہے۔ غیروں کے طریقے سے گریز کریں جس سے پاکیزگی کا حصول مشکل ہے۔ مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا یا پیشاب کے قطروں سے احتیاط نہ کرنا یا استنجا نہ کرنا وغیرہ۔ پاکی اللہ رب العزت کو بہت محبوب ہے اور یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ممکن ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ طہارت اور پاکیزگی جزو ایمان ہیں۔[2]

بیت الخلاء سے متعلق ہدایات اور سنتیں

1. پانی لینے کے لئے پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالیں بلکہ دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک تین مرتبہ دھولیں پھر پانی کے اندر ہاتھ ڈالیں۔[3]
2. استنجاء کے لئے پانی اور مٹی کے ڈھیلے دونوں لے جائیں۔ تین یا پانچ پتھر ہوں تو مستحب ہے۔[4]

اگر پہلے سے بیت الخلاء میں انتظام کیا گیا ہوں تو کافی ہے۔ اگر ایک کا کیا گیا ہو مثلاً پانی کا

---

1 السنن للامام ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب الاستنجاء بالماء، ص: ٢٤٩٩، رقم الحديث ٣٥٥.
2 الصحيح للامام مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، ص: ٧١٨، رقم: ٥٣٤.
3 السنن للامام الترمذى، كتاب الطهارة، باب اذا استيقظ احد كم، ص: ١٦٣٢، رقم: ٢٤.
4 الصحيح للامام البخارى، باب الاستنجاء بالماء و باب الاستنجاء بالحجارة، ص ١٥، رقم: ١٦١.

تو ڈھیلے کا انتظام خود کر کے جائیں۔آج کل فلیش بیت الخلاؤں میں ڈھیلوں کی وجہ سے پانی کی نکاسی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اس لئے بیت الخلاء میں ٹوائلٹ پیپر کا استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ فلیش خراب نہ ہو۔

3 سر ڈھانک کر اور جوتا پہن کر بیت الخلاء میں جانا۔[1]

4 بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ...... یعنی میں ناپاک جنوں جنیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔[2]

فائدہ! اس دعا کی برکت سے خبیث شیاطین اور بندہ کے درمیان پردہ ہو جاتا ہے جس سے وہ شرمگاہ نہیں دیکھ پاتے۔[3]

5 بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں قدم اندر رکھنا۔[4]

6 شرمگاہ کھولتے وقت آسانی کے ساتھ جتنا نیچے ہونا ممکن ہو نیچے ہو کر کھولنا۔[5]

7 انگوٹھی یا کسی چیز پر قرآنی آیات یا اللہ اور اس کے رسول کا نام لکھا ہو (اور وہ دکھائی دیتا ہو) تو اس کو باہر ہی چھوڑ جانا۔[6]

فائدہ! تعویذ وغیرہ اگر موم جامہ کیا گیا ہو یا کپڑے میں سی لیا گیا ہو اسے پہن کر جانا جائز ہے۔انگوٹھی وغیرہ اگر جیب میں ڈال کر جائیں تو یہ بھی جائز ہے۔

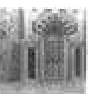
8 رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا اور نہ پیٹھ، بلکہ شمالاً یا جنوباً ہو کر بیٹھنا یا ترچھے ہو کر بیٹھنا۔[7]

9 رفع حاجت کے وقت بلاضرورتِ شدید کلام نہ کرنا اسی طرح زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہ کریں۔اگر چھینک آئے تو دل میں الحمدللہ کہے۔[8]

10 داہنے ہاتھ سے عضوِ مخصوص کو نہ چھونا اور نہ ہی داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا۔[9]

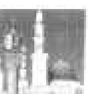
---

1 بهشتی زیور ،ص: ۹۱. 2 الصحيح للامام البخاری ، كتاب الوضوء ،باب مايقول عندالخلاء، ص: ۱۵ ،رقم: ۱۴۲. 3 السنن للامام ابن ماجه ، كتاب الطهارة ، باب مايقول اذا دخل الخلاء ، ص: ۲۴۹۹ ،رقم: ۲۹۷ 4 بهشتی زیور صفحه: ۹۱. 5 السنن للامام ابی داود، كتاب الطهارة ،باب كيف التكشف عند الحاجة، ص: ۱۲۲۳ ،رقم: ۱۴. 6 السنن للامام ابی داود، كتاب الطهارة، باب الخاتم يكون فيه ذكر الله، ص: ۱۲۲۴ ،رقم: ۱۹. 7 الصحيح للامام البخاری ، كتاب الوضوء ،باب لاتستقبل القبلة ،ص: ۱۵. 8 السنن للامام ابن ماجه، كتاب الطهارة ، باب النهى عن الاجتماع على الخلاء والحديث عنده، ص: ۲۴۹۸ ،رقم: ۳۴۲. 9 صحيح البخاری، كتاب الوضوء، باب النهى عن الاستنجاء باليمين ص: ۱۶ ،رقم: ۱۵۳.



11 پیشاب پاخانوں کی چھینٹوں سے انتہائی احتیاط برتنا کیونکہ اکثر عذاب قبر پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے سے ہوتا ہے۔[1]

12 بیت الخلاء نہ ہونے کی صورت میں جیسے جنگل یا شہر سے باہر میدان میں قضائے حاجت کی ضرورت پیش آجائے تو اس وقت کسی چیز کی آڑ میں بیٹھنا یا قضائے حاجت کے لئے اتنا دور چلے جانا کہ لوگوں کی نگاہ نہ پڑے۔[2]



13 مذکورہ بالا صورت میں پیشاب کرنے کے لئے نرم زمین تلاش کرنا تا کہ چھینٹے نہ پڑیں اور زمین چھینٹوں کو جذب کرتی چلی جائے۔[3]

14 پیشاب بیٹھ کر کرنا نہ کہ کھڑے ہو کر۔[4]



15 استنجا پہلے ڈھیلوں سے کرنا اس کے بعد پانی سے کرنا۔[5]

16 بیت الخلاء سے نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر نکالنا۔[6]

17 پیشاب کے بعد اگر استنجاء سکھانا ہو تو دیوار وغیرہ کی آڑ میں سکھانا۔[7]

18 استنجاء کے لئے ہڈی یا لید اور گوبر وغیرہ استعمال نہ کرنا۔[8]

19 لوگوں کے راستہ میں پاخانہ پیشاب کرنا اور نہ ہی لوگوں کے کسی سایہ کے نیچے پاخانہ پیشاب کرنا (اور نہ کسی کے گھر کے پاس پیشاب پاخانہ کرنا)۔[9]

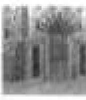
20 بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد یہ دعا پڑھنا: غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ ...... اے اللہ میں تیری بخشش کا طلبگار ہوں، سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے دور کیا مجھ سے تکلیف دہ چیز کو اور مجھے عافیت بخشی۔[10]

ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر آتے تو یہ دعا پڑھتے:

---

1 السنن للامام ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول، ص: ۱۲۲۴، رقم: ۲۰۔
2 السنن للامام ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب التخلی عند قضاء الحاجة، ص: ۱۲۲۳، رقم: ۱۔ 3 السنن للامام الترمذی، کتاب الطهارة، باب ان النبیؐ کان اذا ارادالحاجة، ص: ۱۲۲۳، رقم: ۲۰۔ 4 السنن للامام الترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی النهی عن البول قائما، ص: ۱۲۳۰، رقم: ۱۲۔ 5 السنن للامام الترمذی، کتاب الطهارة، باب الاستنجاء بالماء، ص: ۱۲۳۱، رقم ۱۹۔ 6 السنن للامام الترمذی، الطهارة، باب اذاخرج من الخلا، ص: ۱۲۲۹۔ 7 السنن للامام الترمذی، کتاب الطهارة، باب فی الرخصة، ص: ۱۲۳۰۔ 8 السنن للامام الترمذی، کتاب الطهارة، باب کراهیة مایستنجی به، ص: ۱۲۳۱، رقم: ۱۸۔ 9 الصحیح للامام مسلم، کتاب الطهارة، باب النهی عن التخلی فی الطرق، ص ۷۲۴، رقم: ۶۱۸۔ 10 السنن للامام الترمذی، کتاب الطهارة، باب اذاخراج من الخلاء، ص ۱۲۳۰، رقم: ۷۔

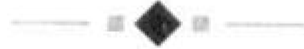
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّیْ مَا یُؤْذِیْنِیْ وَاَبْقٰی عَلَیَّ مَا یَنْفَعُنِیْ ...... تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے زیبا ہیں جس نے مجھ سے تکلیف دہ چیز کو دور کیا اور وہ چیز باقی رکھی جو میرے لئے فائدہ مند ہے۔[1]



انسان جب بھی بیت الخلاء میں جائے اور ان سنتوں پر عمل کرے تو دن رات میں آدمی کو کتنی بار قضائے حاجت پیش آتی ہے اگر غور کریں تو اس ایک عمل سے سو سے زیادہ سنتوں پر عمل کر سکتے ہیں۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے ہوئے آنا چاہیے کہ نظام ہضم اور نظام اخراج اگر ان دونوں نعمتوں پر کوئی غور وفکر کرے تو اسے احساس ہو کہ یہ کتنی اہمیت کی حامل ہیں۔ لیکن افسوس کہ آج ایسے کتنے بے حس ولا پرواہ انسان ملیں گے جن کے شعور میں اس کا تصور بھی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین







1 مظاہر حق ، طہارت کابیان، جلد: ۱ ،صفحہ: ۳۱۱.

باب۔۳

غسل کے آداب اور سنتیں

عن أبی هریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم إذاجلس أحد کم بین شعبها الأربع ثم جهدها فقد وجب الغسل وإن لم ینزل.

...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی شخص عورت سے ہم بستر ہوتو اس پر غسل واجب ہوگیا خواہ منی نہ نکلے۔[1]

صبح اٹھنے کے بعد بعض مرتبہ غسل جنابت (جوفرض ہے) کرنا ہوتا ہے۔اسی طرح اگر خواب میں احتلام ہوجائے اور صبح اٹھ کر کپڑوں پر منی کا اثر دیکھے تو غسل واجب ہوگا اور اگر خواب میں احتلام ہوا مگر صبح اٹھ کر کپڑوں پر کچھ بھی اثر نہ دیکھا تو غسل واجب نہیں ہوگا اور اگر احتلام اسے یاد نہیں مگر جب صبح اٹھا تو کپڑوں پر ایسے آثار دیکھے جیسے کہ احتلام ہوا ہو جب بھی غسل واجب ہوگا۔ واضح رہے کہ یہی مسئلہ عورتوں کے لئے بھی ہے کیونکہ بعض عورتوں کو بھی احتلام ہوتا ہے۔

اس مسئلہ کی مزید تفصیلات کے لئے کسی فقیہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ کیونکہ یہاں مسائل پر بحث کرنا مقصود نہیں بلکہ غسل کی فرضیت اور اس کا مسنون طریقہ بیان کرنا مقصود ہے۔قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا: ﴿یاأیها الذین امنوا لاتقربوا الصلاة وانتم سکاری حتی تعلموا ماتقولون ولاجنبا إلاعابری سبیل حتی تغتسلوا وإن کنتم مرضی أو علی سفر أوجاء أحد منکم من الغائط أولامستم النساء فلم تجدوا مآء فتیمموا صعیدا طیبافامسحوا بوجوهکم وإیدیکم إن اللہ کان عفوا غفورا﴾ اے ایمان والو! جس وقت تم نشہ میں ہو نماز کے نزدیک نہ جاؤ، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو کہتے ہو اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے پاس نہ جاؤ) جب تک کہ غسل نہ کرلو ہاں اگر بحالتِ سفر رستے پر جارہے ہو (اور پانی نہ ملنے کے سبب غسل نہ کرسکو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو)۔اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا کوئی شخص بیت الخلاء سے ہوکر آیا ہے یا عورتوں

---

1 الصحیح للامام البخاری ،کتاب الغسل ، باب اذا التقی الختانان ، ص:۲۵ ،رقم: ۲۹۱ ، طبع دار السلام ریاض۔

سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی لو پھر ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو (یعنی تیمّم کرلو) بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔[1]

دوسرے مقام پر سورۃ المائدہ میں فرمایا: ﴿وإن كنتم جنبا فاطهروا﴾ اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب اچھی طرح پاک ہو لو۔[2]

ان ارشاداتِ باری تعالیٰ اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ جنبی ہونے کی بناء پر غسل فرض ہو جاتا ہے الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو مثلاً بیمار ہے پانی کے استعمال سے جان کا خطرہ ہے یا بیماری کے بڑھنے کا خطرہ ہے یا پانی کے حصول میں دشواری ہے مثلاً جائے پانی پر دشمن کے حملہ کا خطرہ ہے یا پانی نہیں مل رہا ہے تو ایسی تمام صورتوں میں تیمّم کرلے۔

تیمّم کرنے کا طریقہ

پہلے پاکی کی نیت کرے، پھر پاک مٹی پر ہلکے سے دونوں ہاتھ مارے اور پورے منہ پر پھیر لے۔ اسی طرح دوبارہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کے پورے ہاتھ کہنی سمیت پھیر لے۔ تو اس طرح تیمّم غسل کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ ان مسائل کے بارے مزید تفصیلات کے لئے کتبِ فقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

جس گھر میں جنبی ہو، وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے

بعض لوگ غسل کرنے میں سستی کر جاتے ہیں یہ انتہائی ناپسندیدہ بات ہے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اگر فجر ہو جانے کے بعد آدمی غسل جنابت نہ کرے اور جنابت کی حالت میں پڑا رہے تو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔[3]

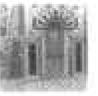
ایک اور روایت میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب** ...... جس گھر میں کسی (جاندار) کی تصویر یا جنبی یا کتا ہو تو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔[4]

فائدہ! جاننا چاہیے کہ جنابت نجاست حکمی ہے یعنی شریعت نے اس کو نجس کہا ہے اور اس پر غسل واجب قرار دیا ہے لہٰذا حالت جنابت میں آدمی حقیقۃً نجس نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جنبی کا

---

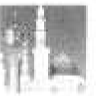
1 پارہ:۵، سورۃ النساء، الآیۃ:۴۳۔ تفسیر عثمانی، ص:۱۱۰۔ 2 پارہ:۶، سورۃ المآئدۃ، الآیۃ:۶، تفسیر عثمانی، ص:۱۴۳۔ 3 مشکوۃ المصابیح، کتاب الطھارۃ، باب مخالطۃ الجنب، ص:۱۰۲۔ 4 مشکاۃ المصابیح کتاب الطھارۃ، باب الغسل، ج:۱، ص:۱۰۰، رقم:۴۶۳۔

جھوٹا ناپاک نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا پسینہ ناپاک ہوتا ہے اس لئے جنبی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ملنا جلنا، مصافحہ کرنا، کلام کرنا، کھانا کھانا یا اسی طرح کے دوسرے معاملات کرنے میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے۔



غسل کرنے کا مسنون طریقہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر وضو کرتے جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے پھر انگلیاں پانی میں ڈالتے پھر انھیں نکال کر اپنے بالوں کی جڑوں میں خلال فرماتے پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے تین چلو پانی لے کر سر میں ڈالتے اور پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہاتے۔[1]





مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل شروع کرتے اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر استنجا کرتے اور اس کے بعد وضو فرماتے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ غسل میں پورے جسم کو دھونا فرض ہے حتی کہ ایک بال کے برابر بھی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ ناک اور منہ کے اندرونی حصے چونکہ جسم کے ظاہری حصے کہلاتے ہیں اس لئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل جنابت میں فرض ہے۔ یوں غسل جنابت میں تین فرض ہوئے: 1. کلی کرنا 2. ناک میں پانی ڈالنا 3. پورے جسم پر پانی ڈالنا۔ باقی تمام افعال جو روایات مذکورہ میں ہیں ''سنن'' کہلاتے ہیں۔

غسل کے آداب اور سنتیں

1. جسم کے جس حصے پر ناپاکی لگی ہوئی ہو، اس کو تین مرتبہ دھونا۔[2]
2. پیشاب اور پاخانہ دونوں سے استنجے کرنا (خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو)۔[3]
3. شرمگاہ اور نجاست وغیرہ دھونے کے بعد بائیں ہاتھ کو مٹی سے رگڑنا (مٹی پاس نہ ہونے کی صورت میں صابن وغیرہ سے خوب صاف کرنا)۔[4]

---

1 الصحيح للامام البخاری، كتاب الغسل، باب الوضوء قبل الغسل، ص: ۲۲، رقم: ۲۴۸.
2 السنن للامام الترمذی، ابواب الطهارة، باب ان تحت كل شعرة جنابة، ص: ۱۶۴۳، رقم: ۱۰۶.
3 السنن للامام الترمذی، ابواب الطهارة، باب الغسل من الجنابة، ص: ۱۶۴۲، رقم: ۱۰۳.
4 الصحيح للامام البخاری، كتاب الغسل، باب مسح اليد بالتراب، ص: ۲۳، رقم: ۲۶۰.

4 غسل سے پہلے پورا وضو کرنا اگر نہانے کا پانی قدموں میں جمع ہورہا ہے تو پھر وضوء میں پیروں کو نہ دھوئے بلکہ آخر میں یہاں سے ہٹ کر پاؤں دھوئے (پانی کی نکاسی کی صورت میں پہلے ہی دھولے)۔[1]

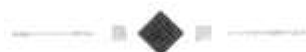
5 پہلے سر پر پانی ڈالنا پھر دائیں اور پھر بائیں کندھے (پر اتنا پانی ڈالنا کہ قدموں تک پہنچ جائے) پھر بدن کو ہاتھوں سے ملنا اس طرح تین بار کرنا۔[2]

6 غسل کے بعد کپڑے کو جسم سے پونچھنا بھی ثابت ہے اور نہ پونچھنا بھی لہٰذا جو بھی صورت اختیار کریں سنت ہونے کی نیت سے درست ہے۔[3]

فائدہ! چار صورتوں میں غسل کرنا سنت ہے: 1. نماز جمعہ کے لئے غسل کرنا 2. عیدین کے لئے غسل کرنا 3. حج یا عمرے کے احرام کے لئے غسل کرنا 4. حج کرنے والے کو عرفہ کے دن بعد زوال آفتاب غسل کرنا۔[4]

فی الجملہ غسل کے تین فرض، چھ سنتیں اور چار صورتوں میں غسل کرنا سنت ہوا۔ ان صورتوں کے علاوہ بھی غسل کریں تو اس نیت سے کہ صفائی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے انشاء اللہ سنت کا ثواب ملے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 الصحیح للامام البخاری ، کتاب الغسل ، باب الوضوء قبل الغسل ،ص: ۲۲ ، رقم: ۲۴۹۔
2 السنن للامام الترمذی، ابواب الطھارۃ ، باب الغسل من الجنابۃ، ص: ۱۶۴۲ ، رقم الحدیث ۱۰۳۔ 3 السنن للامام الترمذی، ابواب الطھارۃ ، باب فی المندیل بعد الوضوء ، ص: ۱۶۳۶ ، ۵۳۔ 4 مظاہر حق، کتاب الطھارۃ ، جلد: اول: صفحہ: ۳۵۵۔

باب ۔۴

ہر کام کی ابتدا ''بسم اللہ'' سے کرنا

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل أمر ذی بال لا یبدء ببسم اللہ فھو أبتر وفی روایة لا یبدأ بحمد اللہ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کام کی ابتداء ''بسم اللہ'' سے نہ ہو (دوسری روایت میں ہے کہ ''الحمدللہ'' سے) تو وہ کام بے برکت ہوتا ہے۔[1]

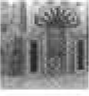
اسلام نے ہر کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنے کی ہدایت دے کر انسان کی پوری زندگی کا رخ اللہ جل شانہ کی طرف اس طرح پھیر دیا ہے کہ وہ قدم قدم پر اس حلف وفاداری کی تجدید کرتا رہے کہ میرا وجود اور میرا کوئی بھی کام بغیر اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادے اور اس کی مدد کے نہیں ہوسکتا۔ اسلام نے انسان کی ہر نقل وحرکت اور تمام معاشی اور دنیوی کاموں کو بھی ایک عبادت بنا دیا ہے۔ عمل کتنا مختصر ہے کہ اس میں کوئی وقت خرچ ہوتا ہے نہ محنت جبکہ فائدہ کتنا کیمیاوی اور بڑا ہے کہ دنیا بھی دین بن جائے۔ ایک کافر بھی کھاتا ہے اور ایک مسلمان بھی، مگر مسلمان اپنے لقمے سے پہلے ''بسم اللہ'' کہہ کر یہ اقرار کرتا ہے کہ یہ لقمہ زمین سے پیدا ہونے سے لیکر تیار ہونے تک آسمان، زمین، ہوا اور ان گنت مخلوقات کی طاقتیں اور پھر لاکھوں انسانوں کی محنتیں صرف ہو کر تیار ہوا ہے۔ اس کا حاصل کرنا میرے بس میں نہ تھا۔ یہ محض اللہ کی ذات کا کرشمہ ہے۔ جس نے ان تمام مراحل سے گزار کر یہ لقمہ یا گھونٹ مجھے عطا فرمایا۔ مسلمان اور کافر دونوں سوتے اور جاگتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں۔ ہر مومن مسلمان سونے سے پہلے اور بیدار ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اللہ کے ساتھ اپنے رابطے کی تجدید کرتا ہے۔ جس سے یہ تمام دنیاوی اور معاشی ضرورتیں ذکر اللہ بن کر عبادت میں لکھی جاتی ہیں۔ مسلمان کسی بھی سواری پر سوار ہوتے ہوئے ''بسم اللہ'' کہہ کر گویا یہ شہادت دیتا ہے کہ اس سواری کا پیدا کرنا مہیا کرنا پھر اس کو میرے قبضہ میں دے دینا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ الغرض رب العزت کے بنائے ہوئے نظام محکم ہی کا کام ہے کہ کہیں کی لکڑی، کہیں کا لوہا، کہیں کی مختلف دھاتیں، کہیں کے

---

1 السنن للدار قطنی، کتاب الصلوة، ج: ۱، ص: ۲۲۹، رقم: ۲. وکذا فی المصنف للامام عبد الرزاق، ج: ۲، ص: ۱۸۹.



کاریگر، کہیں کے چلانے والے سب کے سب انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔غور کیجئے کہ خدا کی ان تمام پیدا کردہ چیزوں کو استعمال میں لا کر بھی اللہ کا نام نہ لینا کس قدر کم ظرفی اور ناشکری کی بات ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ ہر کام کی ابتداء خدائے وحدہ لاشریک کے نام سے کی جائے۔



بسم اللہ ایک نسخۂ اکسیر

یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ بسم اللہ ایک نسخۂ اکسیر ہے، جس سے تانبے کا نہیں خاک کا بھی سونا بن جاتا ہے۔'' فللّٰہ الحمد علی دین الإسلام و تعلیماته'' لفظ ''اللہ'' اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے سب سے بڑا اور سب سے جامع نام ہے اور بعض علماء نے اس کو اسم اعظم کہا ہے اور یہ نام اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہوسکتا۔اس لئے اس لفظ کی تثنیہ اور جمع نہیں۔ کیونکہ اللہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نام ہے اس موجود اور حق ذات کا جو تمام صفاتِ کمال کی جامع اور صفاتِ ربوبیت کے ساتھ متصف، یکتا اور بے مثال ہے۔اس لئے بسم اللہ کے معنی مذکورہ ترتیب سے یہ ہوئے کہ اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کے نام کی مدد سے اور اللہ کے نام کی برکت سے شروع کرتا ہوں (اب آپ کسی بھی کام کو بسم اللہ سے شروع کریں تو ان تینوں معنوں میں سے کوئی ایک از خود وہاں متعین ہو جائے گا۔

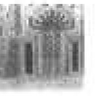


الرحمٰن الرحیم

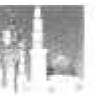
یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔رحمٰن کے معنی ہیں عام الرحمۃ یعنی جس کی رحمت عام ہو اور رحیم کے معنی ہیں تام الرحمۃ یعنی جس کی رحمت کامل ہو۔لفظ رحمٰن اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے کہ کسی مخلوق کو رحمٰن کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہوسکتا جس کی رحمت سے عالم کی کوئی چیز خالی نہ رہے یہ صرف اللہ کی صفت ہے تو جس طرح لفظ ''اللہ'' کا جمع یا تثنیہ نہیں آتا اسی طرح رحمٰن کا بھی تثنیہ یا جمع نہیں آتا۔ وہ ایک ہی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔دوسرے اور تیسرے کا وہاں احتمال ہی نہیں بخلاف لفظ رحیم کے کہ اس کے معنی میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کا پایا جانا مخلوق میں ناممکن ہو۔کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص کسی شخص سے پوری پوری طرح رحم کا معاملہ کرے۔اس لئے لفظ رحیم انسان کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے ﴿بالمؤمنین

رءوف رحیم﴾ آپ مؤمنین کیلئے مہربان اور رحیم ہیں۔[1]

فائدہ! اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج کل (عبدالرحمٰن، سیف الرحمٰن، انیس الرحمٰن، حفیظ الرحمٰن وغیرہ) ناموں میں تخفیف کر کے رحمٰن کہتے ہیں اور اس شخص کو محض رحمٰن کے نام سے خطاب کرتے ہیں۔ یہ ناجائز اور گناہ ہے۔



اس تفصیل کے بعد اب حدیث بالا میں غور کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ کام کہ جس کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو وہ بے برکت ہوتا ہے اور جس کام کی ابتداء بسم اللہ سے ہو تو اس میں برکت اور اللہ کی طرف سے مدد و رحمت ہوتی ہے۔



بسم اللہ سے متعلق ہدایات اور سنتیں



1. حضرت حسنؓ سے کسی نے بسم اللہ کے متعلق پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ تو ہر تحریر کا سرنامہ ہے۔[2]

2. خط نویسی کی اصل سنت تو یہی ہے کہ ہر خط کے شروع میں بسم اللہ لکھی جائے۔ لیکن قرآن وسنت کے نصوص واشارات سے حضرات فقہاء نے یہ قاعدہ کلیہ لکھا ہے کہ جس جگہ بسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے اگر اس کاغذ کے بے ادبی سے محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں بلکہ وہ پڑھ کر یونہی ڈال دیا جاتا ہے تو ایسے خطوط وغیرہ پر بسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھنا جائز نہیں۔ بلکہ ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ ادائے سنت کے لئے فقط زبان سے بسم اللہ پڑھ لے تحریر نہ کرے۔

3. بعض لوگوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے بجائے "۷۸٦" کا ہندسہ اختیار کر لیا ہے حالانکہ شریعت اسلامیہ میں اعداد کو کبھی الفاظ کا بدل تسلیم نہیں کیا گیا۔ اگر الفاظ اعداد کا بدل ہیں تو کیا ہم اپنے معاملات میں ان اعداد کو اس لحاظ سے استعمال کر سکتے ہیں؟ مثلاً کوئی شخص کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے "۷۸٦" کہہ کر کھانا کھانا شروع کر دے تو کیا یہ تسلیم کیا جائے گا کہ اس شخص نے سنت ادا کر لی ہے؟ یا کوئی شخص اذان کے کلمات کے اعداد نکال کر لاؤڈ اسپیکر پر زور زور سے وہ اعداد کہے تو کیا اسے اذان سمجھا جائے گا؟ یقیناً کوئی بھی ذی علم اور عقل مند آدمی اس منطق کو قبول نہیں کر سکتا تو "۷۸٦" بھی بسم اللہ کا بدل قابل قبول نہیں ہے۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے اس کا کہیں بھی ثبوت نہیں ہے۔ آپ صلی

---

1 پارہ: ۱۱، سورۃ التوبۃ، الآیۃ: ۱۲۸، تفسیر عثمانی، ص: ۲۷۴۔ 2 اسوۂ رسول اکرم، ص: ۳۴۲۔

اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں اور سرداروں کو جو مکتوب مبارک تحریر فرمائے ان سب میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی تحریر فرمائی ہے۔[1]

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایک عدد ضروری نہیں کہ ایک ہی عبارت کو ظاہر کرے بلکہ ایک سے زائد عبارتوں کو مجموعی عدد کے بھی مساوی ہوسکتا ہے۔ مثلاً یہی عدد ''۷۸٦'' جسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا بدل قرار دیا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے باطل معبود کرشن کے نام کا نعرہ (ہرے کرشنا) کے عدد کا مجموعہ بھی ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ ''۷۸٦'' اس لئے لکھتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی بے حرمتی نہ ہو۔ اگر کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہوتو اسے ادب سے رکھنا چاہیے لیکن ''۷۸٦'' لکھا ہوا ہوتو اس قدر احتیاط کی ضرورت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے خیال میں بھی ''۷۸٦'' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا بدل نہیں ہے ورنہ اگر عدد بھی بسم اللہ ہی ہے تو اس کا احترام بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح بسم اللہ کا اور یہ عجیب منطق ہے ''۷۸٦'' کا عدد بسم اللہ کا بدل صرف تحریر ہی میں سمجھا جاتا ہے اور وہ بھی بلا ادب واحترام، لیکن زبان سے بولنے میں نہیں سمجھا جاتا ورنہ ہر نیک کام کرنے سے پہلے بسم اللہ کے بجائے ''۷۸٦'' کیوں نہیں کہہ دیا جاتا۔ لہٰذا مسلمانوں سے گذارش ہے کہ ''۷۸٦'' کا عدد استعمال کرنے کے بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا کریں اور اگر مختلف لکھنا ہوتو (باسمہ تعالیٰ) لکھنا بھی جائز ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکتوں اور رحمتوں سے فیض یاب ہوسکیں۔ البتہ اگر بے ادبی کا احتمال ہوتو ادائے سنت کے لئے زبان سے بسم اللہ پڑھ لیں تحریر میں نہ لائیں۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ گھر کا دروازہ بند کروتو بسم اللہ کہو' چراغ گل کرو (بلب وغیرہ بند کرو) تو بسم اللہ کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ کہو، کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترنے کے وقت بسم اللہ پڑھو۔[2]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات وسنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب بدء الوحی، ص: ١-٢، رقم: ٨. والسنن للامام الترمذی ابواب الاستیذان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب فی مکاتبۃ المشرکین، ص: ١٩٢٥، رقم: ٢٧١٦.

2 معارف القرآن، ج: ١، تفسیر بسم اللہ، ص: ٧٤.

باب ۔۵

مسواک کے متعلق آداب اور سنتیں

عن أبی هريرة رضی اللّٰهعنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لولا أن اشق علی أمتی أولا أن اشق علی الناس لأمرتهم بالسواک مع کل صلاة ......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت پر شاق نہ گزرتا یا یہ فرمایا کہ اگر لوگوں پر شاق نہ گزرتا تو میں ہر نماز کے وقت انہیں مسواک کا حکم دیتا۔[1]

صبح اٹھنے کے بعد مسواک کرنا سنت ہے اور ہر نماز کے لئے وضو کرنے سے پہلے مسواک کرنا بھی سنت ہے۔ ایک روایت میں فرمایا کہ مسواک منہ کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور رضائے حق تعالٰی سبحانہ' کا سبب ہے۔[2]

علماء کرام لکھتے ہیں کہ مسواک کرنے کی فضیلت میں چالیس احادیث وارد ہوئی ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد أکثرت عليکم فی السواک ...... کہ میں نے تم سے مسواک کے متعلق بہت کچھ کہا ہے۔ پھر یہ کہ مسواک کرنا نہ صرف ثواب کا باعث ہے بلکہ اس کے جسمانی طور پر بہت سے فوائد ہیں۔[3]

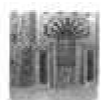
چنانچہ مسواک کرنے سے منہ پاک صاف رہتا ہے، منہ کے اندر بدبو پیدا نہیں ہوتی، دانت سفید، چمک دار اور مضبوط ہوتے ہیں۔ مسوڑھوں میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ مسواک کرنے کے مزید ستر فائدے ہیں جس میں سب سے کم درجہ کا فائدہ یہ ہے کہ منہ کی بدبو زائل ہوتی ہے۔ اور اعلٰی درجہ یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ شہادت نصیب ہو جاتا ہے۔ پیلو کے درخت کی مسواک زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ احادیث میں بھی پیلو کی مسواک کا ذکر آیا ہے، نیز مسواک کڑوے درخت مثلاً نیم وغیرہ کی ہو تو وہ بھی بہتر ہے۔[4]

---

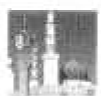
1 الصحيح للامام البخاری، کتاب الجمعة، باب السواک يوم الجمعة، ص: ۷، رقم: ۸۸۷.
2 الصحيح للامام البخاری، کتاب الصوم، باب السواک الرطب واليابس للصائم، ج: ۲، ص: ۲۸۲، ديب. 3 الصحيح للامام البخاری، کتاب الجمعة، باب السواک، يوم الجمعة: ۷۰، ۸۸۸. 4 مظاہر حق، ج: ۱، ص: ۳۱۹.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک سے محبت

مسواک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر محبوب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو پہلے مسواک کرتے۔



مرض الوفات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل مسواک کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن انعامات سے مجھے خصوصی طور پر نوازا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ نے میرے گھر میں اور میری ہی باری کے دن وفات پائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے وقت میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کو جمع کر دیا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان آخری لمحات میں میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ میرے پاس آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر (بار بار) ان کی طرف (یعنی عبدالرحمٰنؓ کی مسواک کی طرف) اٹھ رہی ہے۔ میں چونکہ یہ بات جانتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کو پسند فرماتے ہیں۔ اس لئے میں نے پوچھا کہ کیا عبدالرحمٰن سے مسواک لے لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے سے ہاں فرمائی تو میں نے اپنے بھائی سے مسواک لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسواک کرنی چاہی مسواک سخت ہونے کی وجہ سے) دشواری محسوس کی۔ اب میں نے عرض کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسانی کے لئے اس مسواک کو (اپنے دانتوں سے) نرم کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سر کے اشارے سے اجازت دیدی تو میں نے مسواک کو نرم کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مسواک اپنے دانتوں پر پھیری۔ (بالکل آخری لمحات اس طرح گزرے کہ اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا اس پانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ ڈالتے اور (بھگو کر) اپنے چہرے مبارک پر پھیر لیتے تھے اور فرماتے لا الہ الا اللہ موت کے وقت سختیاں ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھا کر یہ کہنا شروع کیا کہ اے اللہ مجھ کو رفیق اعلیٰ میں شامل فرما۔ یہاں تک کہ روح پرواز ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک نیچے گر پڑے۔[1]

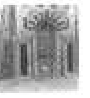




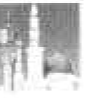
---

1 الصحيح للامام البخاري، كتاب المغازي، باب مرض وفات النبي صلى الله عليه وسلم، ص: ۳۶۵، رقم: ۴۴۴۹.

معلوم ہوا کہ مسواک کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی پسند تھا جیسا کہ حدیث بالا میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے اور مسواک کے فضائل کے متعلق اور بھی بہت سی روایات ہیں اگر سب کو جمع کیا جائے تو مسواک کے متعلق ایک مستقل کتاب بن سکتی ہے لیکن یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے چند روایات نقل کی گئی ہیں۔



مسواک کے متعلق ہدایات اور سنتیں



1. جب تہجد کی نماز کے لئے اٹھیں تو پہلے مسواک کریں پھر وضو کریں۔[1]
2. جب سو کر اٹھیں دن کو یا رات کو تو مسواک کریں۔[2]
3. مسواک ایک بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو اور انگلی سے زیادہ موٹی نہ ہو۔[3]



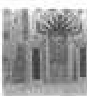
4. کم از کم تین مرتبہ مسواک کرنی چاہیے اور ہر مرتبہ پانی سے دھو لینا چاہیے۔[4]
5. مسواک پکڑنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ چھنگلی مسواک کے نیچے کی طرف اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر ہوں۔[5]
6. مسواک دانتوں میں عرضاً'' اور زبان پر طولاً'' کرنی چاہیے۔ دانتوں کے ظاہر و باطن اور اطراف کو بھی مسواک سے صاف کیا جائے اور اسی طرح منہ کے اوپر اور نیچے کے حصہ اور جبڑے وغیرہ میں بھی مسواک کرنی چاہیے۔[6]
7. جب نماز کے لئے وضو کریں تو پہلے مسواک کریں۔[7]
8. مسواک نہ ہونے کی صورت میں اگر انگلی سے مسواک کرنا مقصود ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ منہ کے دائیں جانب اوپر نیچے انگوٹھے سے صاف کرے اور اسی طرح بائیں جانب شہادت کی انگلی سے کریں۔[8]
9. اگر دانت نہ ہوں تو اس صورت میں مسوڑوں کو صاف کرے چاہے نرم مسواک سے یا انگلی سے۔[9]
10. موت کے آثار پیدا ہو جانے سے پہلے مسواک کرنا مسنون ہے۔[10]

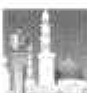
---

1 بخاری، کتاب التہجد، باب طول قیام اللیل، ص:۸۹، رقم:۱۱۳۶۔ 2 سنن ابی داؤد، ص:۸۸، رقم:۵۷۔ 3 اسوۂ رسول، ص:۱۲۲۔ 4 اسوۂ رسول، ص:۱۲۲۔ 5 شامی، اسوۂ رسول اکرم، ص:۱۲۷۔ 6 بیہقی، ص:۱۲۲۔ 7 بخاری، ص:۸۷، رقم:۸۸۷، ۲۵۲۔ 8 اسوۂ رسول، ص:۱۲۲۔ 9 اسوۂ رسول، ص:۱۲۲۔ 10 بخاری، باب مرض وفات النبی، ص:۳۶۵، رقم:۴۴۴۰۔



کسی مجلس میں اس طرح مسواک کرنا کہ منہ کی رال ٹپک رہی ہے مکروہ ہے۔ ویسے تو ہر حال میں مسواک کرنا مستحب ہے مگر بعض حالتوں میں اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے مثلاً وضو کرتے وقت قرآن مجید تلاوت کرنے سے پہلے، دانتوں پر زردی اور میل چڑھ جانے کے وقت، سونے سے پہلے اور بھوک لگنے یا بدبودار چیز کھانے کے سبب منہ کا ذائقہ بگڑ جانے کی حالت میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے۔ ذکر الٰہی سے پہلے، کھانا کھانے سے قبل، کسی بھی مجلس خیر میں جانے سے پہلے، بیوی کے ساتھ مقاربت سے پہلے، سونے سے قبل، سفر میں جانے سے قبل، خانہ کعبہ یا حطیم میں داخل ہونے کے وقت اور گھر میں داخل ہونے کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے۔[1]







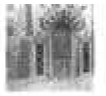
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



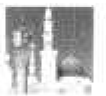
1 اسوۂ رسول : ص،۱۶۷۔

باب ۔٦

مسجد کے آداب اور سنتیں



عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلممن غداإلی المسجد أوراح أعد الله له نزله من الجنة كلماغداأوراح ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن کے اول حصہ یا آخری حصہ میں مسجد جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمان نوازی کا سامان تیار کرتے ہیں خواہ وہ صبح کو جائے یا شام کو۔[1]





مسجد میں جانے والوں کے لئے خوشخبری

صبح اٹھنے کے بعد ہر نمازی مسجد جاتا ہے ۔اس مذکورہ حدیث میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں چنانچہ جو شخص مسجد میں جاتا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کے گھر جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے گھر آنے والوں کی ضیافت کرتے ہیں اور انہیں اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتے۔

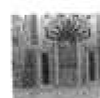
مسجد میں کئی نیک کاموں کی نیت کرکے ہر ایک کا الگ الگ ثواب حاصل ہوتا ہے

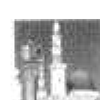
1. ایک شخص مسجد میں جاتا ہے تو یہ نیت کرتا ہے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے، جہاں آنے والا گویا اللہ تعالیٰ کی زیارت کو آتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہیں اور کریم کے لئے مہمان کی ضیافت ضروری ہوتی ہے۔لہذا میں بھی اسکا امیدوار ہوں تو اس کو یہ ثواب حاصل ہوگا۔
2. جماعت کی نیت کرے ۔ چونکہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص جماعت (کی نیت کرکے اس) کا انتظار کر رہا ہے وہ گویا حالت نماز میں ہے پس اس نیت کا اسے ثواب مل جائے گا۔
3. اگر یہ نیت کرے کہ کان، آنکھ اور تمام اعضاء بازار اور سڑک وغیرہ پر گناہ میں گرفتار ہوتے ہیں اور یہاں مسجد میں آکر ان گناہوں سے محفوظ رہے گا تو اس نیت کا بے انتہاء ثواب الگ ہوگا۔اس کے ساتھ مسجد میں آتے ہی اعتکاف کی نیت کرلیا کریں کیونکہ اعتکاف کی مدت کم سے

1 بخاری ،ص:١٤٨ ،رقم ٦٦٢، ٦٦٩۔

کم ایک ساعت ہے تو یہ ثواب بھی کہیں نہیں گیا۔

4 یہ نیت بھی کر کے جائے کہ مسجد میں تنہائی اور سکون نصیب ہوتا ہے۔ جہاں ذکر اللہ، تلاوت قرآن، وعظ ونصیحت بہ اطمینان کیا جا سکتا ہے تو اس نیت کا ثواب بھی ملے گا کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مسجد میں ذکر و وعظ کے لئے جاتا ہے وہ گویا جہاد فی سبیل اللہ کے مرتبہ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کوئی جماعت مسجد میں بیٹھ کر تلاوت قرآن میں مشغول ہو اور آپس میں وعظ ونصیحت کریں تو اس جماعت کو ملائکہ ڈھانک لیتے ہیں اور رحمت باری تعالیٰ کا ان پر سایہ ہوتا ہے۔





5 نیز یہ نیت کر کے مسجد میں جائے کہ وہاں لوگوں کے اجتماع سے تعلیم وتعلم اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مواقع میسر آئیں گے اور وہاں مسلمان بھائیوں سے ملاقات اور سلام دعا ہوگی ۔ محاسبہ نفس اور تفکر فی الآخرت اور اپنے گناہوں سے استغفار کی توفیق نصیب ہوگی کیونکہ مسجد میں سکون اور دل جمعی کے ساتھ یہ کام ہو سکتا ہے جو دوسری جگہ مشکل ہے اور یہ نیت کر کے خوشبو لگا کر مسجد میں جائے کہ اس سے مسجد کی تعظیم ہوگی۔ ان تمام نیتوں کا اس کو ثواب ملے گا۔ بہر حال مسجد میں آنے کا عمل ایک ہے لیکن چونکہ نیتیں بہت زیادہ ہیں اگر ان کا خیال رکھے گا تو اس لئے ان سب نیتوں کا ثواب ہوگا۔



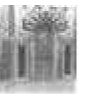
مساجد کو آباد کرنے والے

قرآن مجید میں ایک مقام پر مساجد کو آباد کرنے والوں کی مدح وتوصیف فرمائی گئی ہے اور ہدایت جیسی عظیم نعمت کے ساتھ متصف ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿إنما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر وأقام الصلاة وآتى الزكوة ولم يخش إلا الله فعسى أولئك أن يكونوا من المهتدين﴾ وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی اور سے، سو امیدوار ہیں وہ لوگ کہ ہدایت والوں میں سے ہو جائیں۔[1]

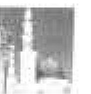
مطلب یہ ہے کہ مسجد کی آبادگاری اور تعمیر ومرمت صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے احکام الٰہی کے پابند ہوں۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہوں اور نماز وزکوۃ کے پابند ہوں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں یعنی دین کے معاملہ میں کسی کے خوف سے اللہ

1 پارہ: ۱۰ ،سورۃ التوبۃ، الآیۃ: ۱۸ ،عثمانی، ص: ۲۵۱ ۔

کے حکم کو ترک نہ کرتے ہوں۔ اس آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ مساجد کی آبادی وتعمیر نیک صالح مسلمان ہی کا کام ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص مساجد کی حفاظت، صفائی اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا ہے اور عبادت اور ذکر اللہ کے لئے یا علم دین اور قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کے لئے مسجد میں آتا جاتا ہے اس کے یہ اعمال نیک مسلمان اور مومن کامل ہونے کی شہادت ہیں۔



حدیث شریف میں ہے کہ ''جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد کی حاضری کا پابند ہے تو اس کے ایمان کی شہادت دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إنما یعمر مساجد الله من آمن بالله والیوم الآخر﴾ مسجد کی تعمیر میں یہ بھی داخل ہے کہ مسجد کو ایسی چیزوں سے پاک کرے جن کے لئے مسجدیں نہیں بنائی گئی۔ مثلاً خرید وفروخت، دنیا کی باتیں، کسی گم شدہ چیز کی تلاش یا دنیا کی چیزوں کا لوگوں سے سوال یا فضول قسم کے اشعار یا لڑائی جھگڑا اور شور وشغب وغیرہ۔





مسجد کی طرف اٹھنے والے قدم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ آدمی کی نماز اس نماز سے جو گھر میں یا بازار میں پڑھی جائے پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے (بعض روایات میں ستائیس درجہ کا ذکر بھی ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور صرف نماز ہی کے لئے مسجد میں آتا ہے تو وہ جو قدم اٹھاتا ہے اس کے ایک قدم کے بدلے اس کے ثواب میں ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ کم ہو جاتا ہے (یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے) اور جب تک وہ نماز پڑھ کر مصلے پر بیٹھا رہتا ہے فرشتے برابر اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں کہ ''اے اللہ اس کی بخشش کر، اس پر رحم فرما اور اس کی توبہ قبول فرما'' اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں رہتا ہے تو اس کا وہ وقت نماز ہی میں شامل ہوتا ہے۔ یہ ثواب اور دعا اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ وہ کسی کو اپنی زبان اور ہاتھ سے ایذا نہ پہنچائے اور باوضو رہے۔[1]

مسجد میں آنے جانے کی سنتیں

1. ہر نماز کے لئے باوضو ہو کر گھر سے چلنا۔[2]

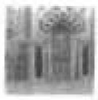
---

1 الصحیح للامام مسلم، کتاب الصلوۃ، باب المساجد و مواضع الصلوۃ، ج: ۱ ص: ۱۴۸، رقم: ۶۴۷، ۶۴۹. 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب الصلوۃ، ج: ۱ ص: ۱۴۸.

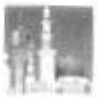
2 گھر سے چلتے وقت نماز پڑھنے کی نیت سے چلنا۔[1]

3 نماز پڑھنے کے لئے باوقار ہوکر قدرے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے روانہ ہو کیونکہ ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔[2]

4 اذان سن کرنماز کے لئے اس طرح دنیاوی مشاغل کوترک کردینا گویا ان کاموں سے کوئی سروکار ہی نہیں۔



5 مسجد میں داخل ہونے لگےتو پہلے بایاں پاؤں جوتے سے نکال کر بائیں جوتے پر رکھےاور داہنا پاؤں جوتے سے نکال کرمسجد میں رکھے۔[3]



6 مسجد میں داخل ہوتے ہی یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور بعض روایات میں یہ بھی ہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ.[4]



7 مسجد میں کوئی بدبودار درخت (مثلاً پیاز لہسن وغیرہ) کھا کر نہ آئے کیونکہ جس بدبو سے انسان کوتکلیف پہنچتی ہےاس سے فرشتوں کوبھی تکلیف پہنچتی ہے۔[5]

8 کسی کوپھلانگے بغیرممکنہ حدتک اگلی صف میں جاکر بیٹھیں۔امام کے بالکل پیچھے یادائیں بائیں طرف۔اگلی صف میں جگہ نہ ہوتو اسی ترتیب سے دوسری پھر تیسری صف بنا کر بیٹھیں، الغرض جب تک اگلی صف میں جگہ ملتی ہو پیچھے نہ بیٹھیں۔[6]

9 تکبیر اولی کے ساتھ نماز پڑھیں ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام کریں۔[7]

10 جب تک نمازی جماعت کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں برابر نماز پڑھنے کا ثواب ملتا رہتا ہے۔(اس لئے انتظار میں گذرتے لمحات کو بےکار نہ سمجھیں)۔[8]

11 نماز فجر سے لیکر اشراق تک ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔[9]

---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الصلوۃ، باب المساجد، ج: ١ ص: ١٢٨. 2 مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، الفصل الاول، ج: ١، ص: ٢٠، رقم: ٢٨٢. 3 اسوۂ رسول، ص: ٢٦٣. 4 وفی السنن للامام ابن ماجه، اذادخل المسجد یقول بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ اللّٰھم اغفرلی ذنوبی...... ابواب المساجد، باب الدعاء عندخول المسجد، ص: ٢٥٢٢، رقم: ٧٧١. 5 (مسلم، کتاب الصلوۃ ج: ١ ص: ١٥٠، رقم: ٣١٠. 6 السنن للامام ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب تسویۃ الصفوف، ص: ١٢٧٢، رقم: ٦٦٣. 7 السنن للامام ابی داود، ابواب الصلوۃ، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، ص: ١٢٦٣، ٥٥١. 8 الصحیح للامام البخاری، کتاب الصلوۃ، ص: ١٣٩، رقم: ٦٤٧. 9 ترمذی، ج: ١ ص: ١٩٧.

12 مسجد سے باہر آئیں تو یہ دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ ۝[1]

13 مسجد سے باہر آئیں تو پہلے بایاں پاؤں باہر نکال کر جوتے پر رکھیں پھر دایاں پاؤں جوتے میں ڈالیں بعد میں بایاں جوتا پہنیں۔[2]

یہاں تک تیرہ سنتوں کا بیان ہوا، مسجد میں مزید ان دس آداب کا خیال رکھیں:

1 بلاضرورت شدیدہ دنیوی باتیں نہ کریں۔

2 لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو ذکر و تلاوت آہستہ کریں۔

3 قبلہ رخ مسجد کے اندر یا باہر کہیں نہ تھوکیں۔

4 کسی بھی طرح کے گنگنانے سے احتیاط برتیں۔

5 قبلہ کی طرف پیر نہ پھیلائیں۔

6 باہر گم ہو جانے والی چیزوں کو مسجد میں تلاش نہ کریں اور نہ مسجد میں اسکا اعلان کریں۔

7 مسجد میں بدن، کپڑے یا کسی اور چیز سے نہ کھیلیں۔[3]

8 انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر نہ چٹخائیں۔[4]

9 مسجد میں بیٹھنے کیلئے ایک جگہ مقرر نہ کریں، یہ مکروہ تحریمی ہے۔

10 الغرض مسجد کے احترام کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام سنتوں کو بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 السنن للامام ابن ماجہ، ابواب المساجد، باب الدعاء عند دخول المسجد، ص: ۲۵۲۲، رقم: ۷۷۱. 2 اسوۂ رسول، ص: ۲۶۳. 3 الصحیح للامام مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد، ص: ۷۶۵، رقم: ۱۲۶۰. 4 مشکوۃ المصابیح، ۲۰۱، رقم: ۵۲۲.

باب ۔ ۷

اذان کے آداب اور سنتیں

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال رجل یارسول اللہ إن المؤذنین یفضلوننا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قل کمایقولون فإذا انتھیت فسل تعط ...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اذان دینے والے تو بزرگی میں ہم سے بڑھے جاتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح وہ کہتے ہیں (ساتھ ساتھ) تم بھی اس طرح کہتے جاؤ اور جب (اذان کے جواب سے) فارغ ہو جاؤ تو مانگو جو مانگو گے دیا جائے گا۔[1]

اذان دینے والے کے لئے حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے مثلاً مسلم شریف میں ہے: **المؤذنون أطول الناس أعناقاً یوم القیامۃ.**[2] کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ اونچی گردن والے موذن ہوں گے۔ ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اللھم أرشد الائمۃ واغفر للمؤذنین.**[3] اے اللہ! اماموں کو ہدایت عطا فرما اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔ اس طرح اور بھی بہت سی فضیلتیں آئی ہیں۔ اسی بنا پر اس صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مؤذنین تو فضیلت میں بڑھے جاتے ہیں جب کہ اذان صرف ایک آدمی دے گا، اس لئے ہمیں کوئی ایسا طریقہ بتادیں جس پر چل کر ہم بھی یہ سعادت حاصل کرلیں۔[4] اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ بتادیا کہ مؤذن اذان کے کلمات کہے تو تم بھی اس کے ساتھ ساتھ اذان کے کلمات دہراتے جاؤ، (سوائے "**حی علی الصلوۃ**" اور "**حی علی الفلاح**" کے کہ ان کے جواب میں "**لاحول ولاقوۃ إلاباللہ العلی العظیم**" کہنا چاہیے) اس طرح تمہیں بھی ثواب مل جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اذان کے بعد دعا مانگی جائے تو فضیلت اور بزرگی میں اوراضافہ ہوگا۔

1 السنن للامام ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب ما یقول اذا سمع المؤذن، ص: ۱۲۶۳، رقم: ۵۲۴. 2 السنن للامام ابی داود کتاب الصلوۃ، باب مایجب علی الموذن، ص: ۱۲۶۲ رقم: ۵۷۱. 3 صحیح مسلم، ص: ۷۳۹، رقم: ۸۵۲. 4 السنن للامام النسائیکتاب الاذان باب القول اذا قال المؤذن حی الصلوۃ، ص: ۲۳۰ ۱، رقم: ۶۷۸.

فائدہ! فجر کی اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم" کے جواب میں "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ" اور تکبیر میں "قد قامت الصلوۃ" کے جواب میں "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" کہنا چاہیے۔[1]

اذان اسلام کا امتیازی شعار ہے

اذان ہر نماز کے لئے سنت ہے اور اسلام کا ایک خاص شعار ہے۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا: ﴿وإذا ناديتم إلى الصلاة اتخذوها هزوا ولعبا ذلك بأنهم قوم لا يعقلون﴾ اور جب تم اذان دیتے ہو نماز کے لئے تو وہ اس کی ہنسی اور کھیل بنا دیتے ہیں ایسا اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ نا سمجھ ہیں۔[2]

یعنی جب تم اذان کہتے ہو تو کفار اس سے جلتے ہیں اور ٹھٹھا کرتے ہیں حالانکہ اذان میں تو اللہ کی کبریائی، توحید و رسالت کا اقرار اور تمام عبادات سے افضل نماز کی طرف بلاوا ہوتا ہے۔ اس میں کونسی ایسی بات ہے جو ہنسی اڑانے کے قابل ہو۔ ایسی نیکی اور حق وصداقت کی آواز پر مسخراپن کرنا صرف اس شخص کا کام ہو سکتا ہے جس کا دماغ عقل سے یکسر خالی ہے۔ بعض روایات میں ہے۔[3] کہ مدینہ منورہ میں ایک نصرانی جب اذان میں "اشھد ان محمدا رسول اللہ" سنتا تو کہتا "قد حرق الکاذب" جھوٹا جل جائے۔ اس کی نیت ان الفاظ سے جو کچھ تھی، مگر اس کے حسبِ حال تھی کیونکہ وہ خود جھوٹا تھا اور اسلام کے عروج وشیوع کو دیکھ کر جلا جاتا تھا۔ اتفاقاً ایک لونڈی آگ لے کر اس کے گھر میں آئی وہ اور اس کے گھر والے سو رہے تھے۔ ذرا سی چنگاری نادانستہ اس کے ہاتھ سے گر گئی جس سے سارا گھر مع سونے والوں کے جل گیا۔ اس طرح اللہ نے دکھلا دیا کہ تکذیب واستہزا کرنے والے دوزخ کی آگ میں جلنے سے پہلے دنیا میں کس طرح جل جاتے ہیں۔[4]

اس سے معلوم ہوا کہ جب اذان ہو تو احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا جواب دیا جائے جیسا کہ اوپر نقل ہو چکا۔ حتی کہ اگر قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہوں تب بھی چاہیے کہ تلاوت روک کر اذان کا جواب دیں جب اذان ختم ہو پھر تلاوت کریں۔

---

1 السنن للامام ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب مایقول اذاسمع الاقامۃ، ص: ۱۲۶۳، رقم: ۵۲۸۔ 2 پارہ: ۶ سورۃ المائدۃ، آیت: ۵۸۔ 3 تفسیر ابن ابی حاتم، تحت قولہ تعالیٰ واذا نادیتم الی الصلوۃ ــــ ص: ۱۸۔ 4 تفسیر عثمانی، ص: ۱۵۶، ۱۵۵، فائدہ: ۷۔

اگر اذان ہورہی ہو اور اس کا احترام نہ کریں، شور وغل ختم نہ کریں، گانے وغیرہ بند نہ کریں تو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اذان کی بے حرمتی تباہی و بربادی کا سبب ہے اس لئے کہ اذان شعائرِ اسلام میں سے ہے۔

اذان کی اہمیت

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اذان کے کلمات باوجود قلت الفاظ کے دین کے بنیادی عقائد اور شعائر پر مشتمل ہیں۔ سب سے پہلا لفظ اللہ اکبر ہے جو یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور سب سے بڑا ہے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ " أشهد ان لاإلـه إلاالله" بجائے خود ایک عقیدہ ہے اور کلمہ شہادت کا یہ جز و بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اور وہی معبود ہے۔ کلمہ شہادت کا دوسرا جز و "أشهدان محمداً رسول الله" ہے۔ جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلمکی رسالت ونبوت کی گواہی دی جاتی ہے (نبوت ورسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلمکے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا) "حی علی الصلوۃ" پکار ہے اس بات کی کہ جس شخص نے اللہ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ورسالت کی گواہی دے دی وہ نماز کے لئے آئے کیونکہ نماز قائم کی جارہی ہے۔ اس نماز کے پہنچانے والے اور اپنے قول وفعل سے اس کے طریقوں کو بتانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمہی تھے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت کے بعد فوراً ہی اس کی دعوت دی گئی اور اگر نماز آپ نے پڑھ لی اور اہتمام کے ساتھ ادا کرلی تو یہ اس بات کی ضامن ہے کہ آپ نے فلاح حاصل کرلی۔ " حی علی الفلاح" نماز کے لئے آیئے آپ کو یہاں فلاح، بقاء، دوام اور حیاتِ آخرت کی ضمانت دی جائے گی۔ آیئے آیئے کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں، اس کی عظمت کبریائی کے سایہ میں آپ کو دنیا وآخرت کے شرور وآفات سے پناہ مل جائے گی۔ اول بھی اللہ ہے اور آخر بھی اللہ، وہ خالق کل، مالک، یکتا اور معبود ہے، پس اس کی دی ہوئی ضمانت سے بڑی اور کونسی ضمانت ہوسکتی ہے۔ "اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاإله إلاالله". [1]

اذان کی سنتیں

1. اذان بلند آواز سے کہنا چاہیے اور تکبیر پست آواز سے۔[2]

1 تفهيم البخاري. كتاب الاذان، ج: ٢، ص: ١٨٤. 2 السنن للامام ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب رفع الصوت بالا ذان، ص: ١٢٦٢. رقم: ٥١٥.

2. اذان ٹھہر ٹھہر کر دی جائے اور اقامت جلدی جلدی۔[1]

3. اذان مسجد سے باہر بلند مقام پر دی جائے سوائے جمعہ کی دوسری اذان کے اور تکبیر مسجد کے اندر ہی کہی جاتی ہے۔[2]

4. اذان اور اقامت قبلہ رو کہنا چاہیے۔[3]

5. "حی علی الصلوۃ" اور "حی علی الفلاح" کہتے وقت دائیں اور بائیں طرف منہ پھیرنا۔ خواہ اذان نماز کی ہو یا کسی اور چیز کی (مثلاً نومولود بچہ کے کان میں اذان کہنا وغیرہ) لیکن سینہ اور قدم قبلہ سے پھرنے نہ پائیں۔[4]

6. اذان اور اقامت کے الفاظ ترتیب وار کہنا۔[5]

7. جو شخص اذان دے اقامت بھی اسی کا حق ہے۔[6]

8. اذان اور اقامت کا عربی زبان میں خاص انہیں الفاظ سے ادا کرنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں کسی اور زبان میں یا منقولہ الفاظ کے سوا اور الفاظ سے (یا اضافی الفاظ سے) اذان یا اقامت صحیح نہ ہوگی۔ بلکہ مسنون الفاظ کہے جائیں۔[7]

9. وقت سے پہلے اذان کہی گئی تو وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے گی۔[8]

10. کھڑے ہو کر اذان دینا۔ لیکن اگر تنہا نماز پڑھنے والا یعنی منفرد اپنے واسطے بیٹھ کر اذان دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

11. موذن نیک صالح ہو، فاسق کی اذان مکروہ ہے خواہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی فاسق شخص اذان دیدے تو اعادہ نہیں کرنا چاہیے۔

12. جنبی (جس پر غسل واجب ہو) اس کی اذان مکروہ تحریمی ہے، دوبارہ کہی جائے گی۔ مگر بے وضو اذان دی جا سکتی ہے۔ لیکن عادت نہ بنائی جائے۔[9]

---

1 السنن للامام الترمذی، ابوب الصلوۃ، باب ماجاء فی الرسل فی الاذان، ص: ۱۲۵۵، رقم: ۱۹۵. 2 السنن للامام ابی داود، باب الاذان فوق المنارۃ، ص: ۱۲۶۲، رقم: ۵۱۹. 3 اسوۂ رسول اکرم، ص: ۲۶۸. 4 السنن للامام ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب المؤذن یستدیر فی اذانہ، ص: ۱۲۶۲، ۵۲۰. اور اذان کہتے ہوئے انگلیاں کانوں میں رکھنا، ابن ماجہ، ص: ۲۵۱۹، رقم: ۷۱۰. 5 اسوۂ رسول، ص: ۲۶۸. 6 السنن للامام ابن ماجہ، کتاب الاذان، باب السنۃ فی الاذان، ص: ۲۵۱۹، رقم: ۷۱۲. 7 اسوۂ رسول، ص: ۲۶۸. 8 السنن للامام ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب فی الاذان قبل دخول الوقت، ص: ۱۲۶۳، رقم: ۵۳۲. 9 السنن للامام الترمذی، ابواب الصلوۃ، اباب ماجاء فی کراھیۃ الاذان بغیر وضوء، ص: ۱۲۵۶، رقم: ۲۰۰.

اذان کے جواب دینے کا بیان

1 جو شخص اذان کی آواز سنے مرد ہو یا عورت، پاک ہو یا جنبی اور وہ نماز کی اذان ہو یا کوئی اور اذان مثلاً نومولود بچے کے کان میں دی جانے والی اذان، بہر صورت اس کے سننے والے پر اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔

2 اذان کا جواب عملی طور پر دینا واجب ہے یعنی جو شخص مسجد سے باہر ہو اس کو مسجد میں آنا واجب ہے اور زبانی جواب دینا مستحب ہے۔[1]

3 جو شخص اذان کی آواز نہ سنے مثلاً دور ہو یا بہرہ ہو تو اس پر جواب دینا ضروری نہیں۔

4 اگر اذان غلط کہی گئی ہو (یا خلاف شرع دی گئی ہو) تو اس کا جواب نہ دے اور نہ اذان سنے۔

5 اگر کئی مسجدوں کی اذانیں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ سنے تو اس پر پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ اپنی مسجد کی ہو یا قریب کی کسی دوسری مسجد کی۔

6 چلنے کی حالت میں اذان سنے تو افضل یہ ہے کہ اذان کے جواب کے لئے کھڑا ہو جائے۔

7 اگر اذان کا جواب دینا بھول جائے یا مشغول تھا تو اگر زیادہ دیر نہ گزری ہو تو جواب دیدے ورنہ رہنے دے۔

8 جمعہ کی دوسری اذان جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے زبان سے اس کا جواب دینا مکروہ ہے البتہ دل میں جواب دے سکتا ہے۔

آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہ دے

1 نماز کی حالت میں اگر چہ وہ نماز نماز جنازہ ہو۔

2 خطبہ سننے کی حالت میں خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا کسی اور چیز کا۔

3 جماع میں مشغولیت کی حالت میں۔

4 پیشاب یا پاخانہ کرنے کی حالت میں البتہ اگر ان چیزوں سے فراغت کے بعد اذان کو زیادہ دیر نہ گزری ہو تو جواب دے سکتا ہے ورنہ نہیں۔

5 حیض ونفاس کی حالت میں۔

6 علم دین پڑھنے پڑھانے کی حالت میں۔

---

1 السنن للامام ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب مایقول اذاسمع الموذن، ص: ۱۶۲۲۔

7. کھانا کھانے کی حالت میں۔

اذان کے بعد کی دعا

درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔[1]

بخاری کے الفاظ الذی وعدتہ تک کے ہیں آگے کے الفاظ سنن بیہقی کے ہیں۔[2]

نماز کے علاوہ اذان واقامت کہنے کے مستحب مواقع

فرض نمازوں کے علاوہ دیگر نمازوں کے لئے اذان واقامت سنت نہیں۔ لیکن کچھ مواقع ایسے ہیں جن میں اذان واقامت مستحب ہے۔

1. جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا۔
2. جو شخص رنج وغم میں مبتلا ہو کوئی دوسرا شخص اس کے کان میں اذان دے ۔ انشاء اللہ العزیز اس کا غم زائل ہو جائے گا۔
3. مرگی کے مریض کے کان میں اذان دینا۔
4. جو شخص غم وغصہ کی حالت میں ہو اس کے کان میں اذان دینا۔
5. بدمزاج جس کی عادتیں خراب ہوگئی ہوں خواہ وہ انسان ہو یا مویشی جانور وغیرہ اس کے کان میں اذان دینا۔
6. کفار کے ساتھ لڑائی کی شدت میں اذان دینا۔
7. آتشزدگی کے وقت اور جلے ہوئے کان میں اذان دینا۔
8. جنات کی سرکشی کے وقت اذان دینا، جہاں کہیں جنات کا ظہور ہو اور وہ کسی کو تکلیف دیتے ہوں تب بھی اذان دینا۔

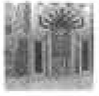
1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء، عند الله، ص: ۵۰، رقم: ۶۱۴.

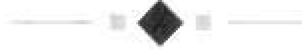
2 لم اجد ھذہ الزیادۃبقولہ: "انک لاتخلف المیعاد" عندجماع اھل العلم: اصحاب الستة واحمد، وابن خزیمۃوابن حبان، والطیالسی والحاکم، والنواوی وغیرذلک من کان مثلھم، اللھم الاان یقال ان البیھقی رحمہ اللہ اخرجھافی سننہ وقال اخرجہ البخاری فی صحیحہ عن علی ابن عیاش. باب مایقول اذافرغ من الآذان، ج: ۱، ص: ۴۱۰، رقم: ۱۷۹۰.

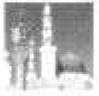
9 جب مسافر جنگل میں راستہ بھول جائے تو اذان دے۔

تنبیہ......میت کے دفن کرتے وقت یا دفن کے بعد قبر کے پاس اذان کہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نہ سلف صالحین سے منقول ہے، اس لئے بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں اذان کی اہمیت عطا فرمائے اور سنت کے مطابق اذان کہنے سننے کی توفیق عطا فرمائے۔[1]

آمین









---

1 عمدۃ الفقہ۔

باب ۔۸

ذکراللہ کے آداب اور سنتیں

عن أبی موسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل الذی یذکر والذی لایذکر مثل الحی والمیت ...... حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کو یاد کرتا ہے اور جو اللہ کو یاد نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ شخص کی سی ہے۔[1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر تسبیحات وذکر فرمایا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے ذکر الٰہی سے آدمی کا دل زندہ رہتا ہے اور ذکر سے غفلت قلب کی موت ہے۔ اسی لئے علی الصبح ذکر کی پابندی کرنی چاہیے تاکہ ہمارے دن کی ابتدا سنت رسول کے مطابق ہو۔ اور نماز کے بعد ذکر الٰہی اور خاص طور پر قرآن مجید کی تلاوت سے دن کی شروعات ہوں۔ زیادہ نہیں تو کم از کم ایک یا دو رکوع ہی تلاوت کلام پاک کرلی جائے۔ دل کی حیات کے لئے یہ نسخہ اکسیر ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ یرفع بھذا الکتاب أقواما ویضع بہ اخرین ...... بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ کتنے لوگوں کو بلند کرتا ہے اور کتنے لوگوں کو پست کرتا ہے۔[2]

یعنی حیاتِ قلب اور دنیا وآخرت کی بلندی کے لئے قرآن مجید کی تلاوت اور اس پر عمل کرنا نسخہ اکسیر ہے اور اس سے غفلت پستی کا سامان ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لہٰذا جس قدر ممکن ہو علی الصبح ذکر الٰہی اور درود شریف کی تسبیحات وغیرہ کا اہتمام کریں اور تلاوت قرآن مجید تو ضرور کریں۔ اس کے بعد دوسرے کام کاج شروع کریں۔ دن کی مصروفیات میں بھی دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہونے پائے۔ اور زبان سے بھی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے درود شریف، لا الہ الا اللہ وغیرہ مختلف اذکار وردِ زبان رکھیں۔ ان شاء اللہ اپنے تمام جائز کاموں میں خدا کی مدد ونصرت نصیب ہوگی اور آخرت کیلئے سرمایۂ آخرت بھی ہوگا۔

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الدعوات، بفضل ذکر اللہ، ص: ۵۳۸، رقم: ۶۴۰۷۔

2 الصحیح للامام مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من یقوم بالقرآن، ص: ۸۰۵، رقم: ۱۸۹۷۔

ذاکرین کی فضیلت

قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿یاایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ وأصیلا ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات إلی النور وکان بالمؤمنین رحیما تحیتھم یوم یلقونہ سلام وأعدلھم أجرا کریما﴾ اے ایمان والو! اللہ کو یاد کرو بہت زیادہ اور پاکی بولتے رہو اس کی صبح شام، وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے تاکہ نکالے تم کو اندھیرے سے اجالے میں اور وہ ایمان والوں پر مہربان ہے۔ ان کا تکیہ کلام جس دن اس سے ملیں گے سلام ہے اور تیار کر رکھا ہے ان کے واسطے ثواب عزت کا۔[1]

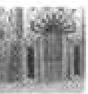
حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ذکر اللہ کے سوا کوئی ایسا فرض عائد نہیں کیا جس کی کوئی خاص حد مقرر نہ ہو۔ نماز پانچ وقت ہے اور ہر نماز کی رکعت مقرر اور معین ہیں۔ روزے ماہ رمضان میں متعین اور مقرر ہیں۔ حج بھی خاص مقام پر خاص اعمال کرنے کا نام ہے۔ زکوٰۃ بھی سال میں ایک مرتبہ فرض ہوتی ہے۔ مگر ذکر اللہ ایسی عبادت ہے کہ نہ اس کی حد مقرر ہے نہ تعداد متعین ہے اور نہ کوئی خاص وقت مقرر ہے، نہ اس کے لئے کوئی خاص ہیئت قیام یا نشست مقرر ہے اور نہ اس کے لئے باوضو ہونا شرط ہے بلکہ ہر وقت ہر حال میں ذکر اللہ بکثرت کرنے کا حکم ہے۔ سفر ہو یا حضر تندرستی ہو یا بیماری، خشکی ہو یا دریا، رات ہو یا دن ہر حال میں ذکر اللہ کا حکم ہے۔ نیز ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دعا سنی ہے جس کو میں کبھی نہیں چھوڑتا وہ یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعَظِّمُ شُکْرَکَ وَاتَّبِعُ نَصِیْحَتَکَ وَاُکْثِرُ ذِکْرَکَ وَاَحْفَظُ وَصِیَّتَکَ...... اے اللہ مجھے ایسا بنادے کہ میں تیرا شکر کثرت سے کروں اور تیری نصیحت کا تابع رہوں اور تیرا ذکر کثرت سے کروں اور تیری وصیت کو محفوظ رکھوں۔[2]

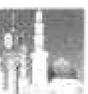
اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ذکر اللہ کی کثرت کی توفیق کی دعا مانگی ہے مذکورہ آیت سے آگے فرمایا: ﴿وسبحوہ بکرۃً وأصیلاً﴾ [3] یعنی اللہ کی پاکی بیان کرو صبح وشام۔ صبح وشام سے مراد یا تو تمام اوقات ہیں یا پھر صبح وشام کی تخصیص اس لئے ہے کہ

---

1 پارہ: ۲۱، سورۃ الاحزاب، الآیۃ: ۴۴،۴۱، تفسیر عثمانی، ص: ۵۶۳۔ 2 السنن للامام الترمذی، کتاب الدعوات، باب: اللھم اجعلنی اعظم شکرک، ص: ۲۰۲۳، رقم الحدیث: ۳۶۰۴۔ 3 پارہ: ۲۱، سورۃ الاحزاب، الآیۃ: ۴۲،۴۱۔

ان اوقات میں ذکر اللہ کی تاکید بھی زیادہ ہے اور برکت بھی یا یوں کہہ لیجئے کہ دونوں اطراف کا ذکر ہے اور اس سے مراد کل وقت ہے لہذا اب کوئی تردد نہ رہے گا اور وہ بات اپنی جگہ درست رہے گی کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہئے۔ ورنہ ذکر اللہ کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص ومحدود نہیں ہے۔ ﴿هو الذى يصلى عليكم و ملائكته﴾ یعنی جب تم ذکر اللہ کی کثرت کے عادی ہو گئے اور صبح وشام کی تسبیح پر مداومت کرنے لگے تو اعزاز واکرام اللہ کے نزدیک یہ ہوگا کہ اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے گا اور فرشتے تمہارے لئے دعا کریں گے۔ ﴿تحيتهم يوم يلقونه سلام﴾ یہ ان کی دعا وصلوٰۃ کی تفسیر ہے جو اللہ کی طرف سے نیک مسلمان مومن بندوں پر ہوتی ہے۔ یعنی جس روز یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو ان کی طرف سے ان کا اعزازی خطاب سلام کیا جائے گا یعنی ''السلام علیکم'' کہا جائے گا۔







اللہ سے ملنے کا دن کونسا ہوگا؟ بعض مفسرین نے فرمایا کہ مراد اس سے روز قیامت ہے اور بعض نے فرمایا کہ جنت میں داخلہ کا وقت مراد ہے۔ جہاں ان کو اللہ کی طرف سے بھی سلام پہنچے گا اور فرشتے بھی سلام کریں گے اور بعض مفسرین نے اللہ عزوجل سے ملنے کا دن موت کا دن قرار دیا ہے کہ وہ دن سارے عالم سے چھوٹ کر صرف ایک اللہ کے سامنے حاضری کا دن ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ملک الموت جب کسی نیک مسلمان کی روح قبض کرنے کے لیے آتے ہیں تو اول اس کو یہ پیغام پہنچاتے ہیں کہ تیرے رب نے تجھے سلام کیا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ لفظ ''لقاء'' ان تینوں حالات پر صادق ہے ان اقوال میں کوئی تضاد وتعارض نہیں ہوسکتا کہ اللہ کی طرف سے یہ سلام تینوں حالات میں ہوتا ہو۔[1]

ذکر اللہ کے متعلق سنتیں

1. جب گھر سے باہر آئے تو یہ دعا پڑھتے ہوئے نکلے: وَاَكْثِرْ ذِكْرَكَ وَاحْفَظْ وَصِيَّتَكَ وَاَكْثِرْ ذِكْرَكَ وَاحْفَظْ وَصِيَّتَكَ.[2]
2. جب تہجد کی نماز کو اٹھے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ

---

1 معارف القرآن: ۷، ص: ۱۷۱. 2 السنن للامام الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما يقول اذا خرج من البيت، ص: ۲۰۰۴، رقم: ۳۴۲۶.

تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔[1]

3 ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کریں اور ایک بار کہو: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔[2]

4 فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اللہ اکبر ایک مرتبہ اور استغفر اللہ تین مرتبہ اور تیسری مرتبہ ذرا آواز کھینچ کر۔

5 فجر اور عصر کے فرضوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ذکر الٰہی میں مشغول رہنا۔[3]

6 فجر کی نماز کے بعد وہیں بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو کر کچھ بلند ہو جائے پھر دو رکعتیں پڑھ لیں تو حج عمرہ کا ثواب ملے گا۔[4]

7 جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھا کرے اس کے لئے جنت میں جانے سے کوئی چیز بجز موت کے مانع نہیں (یعنی مرتے ہی جنت میں جائے گا)۔[5]

8 جو شخص رات کو سونے سے پہلے اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر اور پڑوسیوں کے گھروں کو ہر مصیبت و آفت سے محفوظ رکھیں گے۔[6]

9 کوئی پسندیدہ چیز دیکھے تو یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ اور جب کوئی ناگواری کی حالت پیش آئے تو یوں کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔[7]

10 جب کوئی دشواری پیش آئے تو سر آسمان کی طرف کر کے کہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔[8]

11 جب کسی عزیز دوست وغیرہ کو رخصت کریں یا کسی لشکر یا جماعت کو تو یہ دعا پڑھیں: اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَاَمَانَتِكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ۔[9]

12 جب کسی بیمار کی عیادت کریں تو یوں کہیں: لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔[10]

13 جب کوئی پریشانی یا خوف لاحق ہو تو یہ پڑھیں: اَللّٰهُ اَللّٰهُ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔[11]

---

1 الصحیح للامام مسلم کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۸۰۰، رقم: ۱۸۱۱۔ 2 الصحیح للامام مسلم ص: ۷۷۰۔ 3 ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، ص: ۱۴۹۵، رقم ۳۶۶۷۔ 4 ترمذی، کتاب الجمعۃ، باب ماذکر مما یستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلوۃ الصبح حتی تطلع الشمس، ص: ۱۷۰۳، رقم: ۵۸۶۔ 5 مشکوۃ، کتاب الصلوٰۃ، ص: ۱۹۷۔ 6 مشکوۃ، ص: ۱/۱۹۷۔ 7 ترمذی، کتاب الدعوات، ص: ۲۵۹۹۔ 8 ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول عند الکرب، ص: ۲۰۰۵، رقم: ۳۴۳۶۔ 9 ترمذی، کتاب الدعوات، باب اذا ودع انسانا، ص: ۲۰۰۶، ۳۴۵۲۔ 10 الصحیح للامام البخاری، کتاب المرضی، باب مایقال للمریض، ص: ۴۵۸، رقم: ۵۶۶۲۔ 11 السنن للامام ابن ماجہ، ابواب الدعوات، باب الدعاء عند الکرب، ص: ۲۷۰۸، رقم: ۳۸۸۲۔

جب غصہ آئے تو یہ پڑھے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ...... ایک روایت میں ہے کہ جب غصہ آئے تو وضو کرے یا کھڑے ہونے کی حالت میں ہے تو بیٹھ جائے اگر بیٹھنے کی حالت میں ہے تو لیٹ جائے۔[1]

جب چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے، اگر کوئی اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے تو اسے یہ جواب دے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ۔[2]

جس نعمت کے اول میں بسم اللہ اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہو تو اس نعمت کے متعلق قیامت میں سوال نہ ہوگا۔[3]

اوپر چڑھیں (مثلاً سواری، درخت پہاڑ سیڑھیاں وغیرہ) تو "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہیں اور جب نیچے اتریں تو "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہیں۔[4]

دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں وہ یہ ہیں "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ"[5]...... کم از کم ایک تسبیح صبح اور ایک شام پڑھ لیا کریں۔

ذکر اللہ کی اکثر کتابوں میں ان تسبیحات کا کثرت سے ذکر آیا ہے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (ایک تسبیح)۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ (ایک تسبیح)۔ درود ابراہیمی ایک تسبیح۔ صبح اور شام ان تسبیحات کا معمول بنالیں۔[6]

﴿فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ. وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ. یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ.﴾ جو شخص یہ آیت مبارکہ رات کو پڑھے تو دن کے تمام اذکار و اوراد کی کمی پوری کر دی جاتی ہے اور صبح کو پڑھے تو رات کے اوراد و اذکار کی کمی پوری کر دی جاتی ہے۔[7]

اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ...... اے اللہ اس صبح کے وقت جو بھی کوئی نعمت مجھ پر یا کسی بھی دوسری مخلوق پر ہے وہ صرف اور صرف تیری ہی طرف سے ہے تو تنہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں

1 اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۸۴۔ 2 شعب الایمان، ۷/۴۷۔ 3 اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ سلم، ص: ۳۷۷۔ 4 مسلم، کتاب الذکر والدعاء، ص: ۱۱۵۱۔ 5 الصحیح للامام البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ونضع الموازین، ص: ۱۶۳۱۔ 6 ترمذی، کتاب الدعوات ص۱۹۹۸۔ 7 ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقول، اذا اصبح، ص: ۱۵۹۴، رقم: ۵۰۷۶۔

ہے تیرے لیے ہی حمد ہے اور تیرے لئے ہی شکر ہے۔[1] جس نے اس دعا کو صبح پڑھا تو دن کی تمام نعمتوں کا اور جس نے شام کو پڑھا تو رات کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کیا۔

22 رات کو سونے سے پہلے ان تسبیحات کو پڑھ لیا کریں اہتمام کے ساتھ ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔[2]

23 سونے سے پہلے تین بار استغفار پڑھ لیا کریں: اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ.

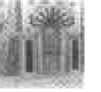
خلاصہ کلام

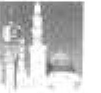
ذکراللہ کے اقسام اور رات دن کی مسنون دعاؤں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو تمام کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ یہاں مختصراً صرف وہ ذکر اور دعائیں جمع کی گئی ہیں جو عدیم الفرصت آدمی بھی آسانی سے پڑھ سکے۔ انسان اگر تھوڑی سی توجہ دے تو ان سب کو یاد کر لینا کوئی مشکل نہیں۔ ذکراللہ سے بالکل محرومی انسان کی انتہائی بدبختی اور شقاوت ہے۔ اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے۔ اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، وضو اور بے وضو اللہ اللہ کرنا سبحان اللہ، الحمدللہ کہنا، بس پر سوار ہوں یا ہوائی جہاز پر سوار ہوں یا ریل میں سفر کریں تو وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ذکر اللہ کر لیا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے دل و زبان کو اپنے ذکر سے منور فرمائے اور تر و تازہ رکھے۔ آمین



1 ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقول اذا اصبح، ص: ۱۵۹۴، رقم: ۵۰۷۳ 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب النفقات، باب عمل المراۃ فی بیت زوجھا، ص: ۱۰۲۱، رقم: ۵۳۶۱.







لاالہ الااللہ

جہان فکر نظر لاالہ الااللہ
متاع اہل خبر لاالہ الااللہ

یہ ذکر حق کی متاع عزیز کیا شے ہے
نہیں کسی کو خبر لاالہ الااللہ

زہے نصیب یہ دولت اگر مجھے مل جائے
ہو لب پر شام وسحر لاالہ الااللہ

کہیں بھی بحر معاصی میں غرق ہو جاتے
نہ ہوتا ساتھ اگر لاالہ الااللہ

ہر ایک ذرّہ ہے مصروف یاد حق کیفی
وہ برگ ہو کہ شجر لاالہ الااللہ

از کیفی

باب ـ ۹

کھانے کے آداب اور سنتیں

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إذا دخل الرجل بیتہ فذکر اللہ عند دخولہ وعند طعامہ، قال الشیطان: لا مبیت لکم ولا عشاء. وإذا دخل فلم یذکر اللہ عند دخولہ قال الشیطان: أدرکتم المبیت وإذا لم یذکر اللہ عند طعامہ قال أدرکتم المبیت والعشاء...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب کوئی شخص اللہ کا نام لے کر (یعنی بسم اللہ یا السلام علیکم کہہ کر) گھر میں داخل ہوتا ہے اور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے بھائیوں سے کہتا ہے ''لا مبیت لکم ولا عشاء'' تمہارے لئے اس گھر کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور کھانے میں بھی تم شریک نہیں ہو سکتے (یعنی نہ یہاں رہ سکتے ہو نہ کھا سکتے ہو) اور اگر کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام لینا (بسم اللہ وغیرہ کہنا) بھول جائے تو شیطان اپنے بھائیوں سے کہتا ہے کہ تم نے رہنے کے لئے گھر پا لیا اور جب بندہ کھانے سے پہلے بسم اللہ کہنا بھول گیا تو شیطان کہتا ہے ادرکتم المبیت والعشاء یعنی گھر میں رہنے کے ساتھ ساتھ کھانے میں بھی شریک ہو سکتے ہو۔[1]

اس حدیث شریف میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ جس چیز کی ابتداء اللہ کے نام سے ہو تو شیطان اور اس کے حواریین کا اس میں عمل دخل نہیں ہو سکتا جیسے گھر۔ یہاں صرف گھر میں داخل ہونے اور کھانے کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔

کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور یہ گویا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ زمین سے پیدا ہونے سے لے کر پک کر تیار ہونے تک آسمان، سیاروں، ہواؤں، فضاؤں اور مخلوقات کی طاقتیں پھر لاکھوں انسانوں کی محنت صَرف ہو کر یہ کھانا تیار ہوا ہے اس کھانے کا حاصل کرنا میرے بس میں نہ تھا۔ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے ان تمام مراحل سے گزار کر یہ کھانا مجھے عطا کیا ہے۔ لہٰذا رزق کا عطا ہونا یہ محض اللہ ہی کی طرف سے ممکن ہوا ہے۔

1 مسلم، کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب، ص: ۱۰۳۸، رقم: ۵۲۶۲.

رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر لہ إن اللہ بکل شیء علیم﴾ اللہ پھیلاتا ہے روزی جس کے واسطے چاہے اپنے بندوں میں سے اور ناپ کر دیتا جس کو چاہے (یہ نہیں کہ بالکل نہ دے) بے شک اللہ ہر چیز سے خبردار ہے (اس کو خبر ہے کہ کس کو کتنا دینا ہے)۔[1]

ایک اور مقام پر ارشاد ہے: ﴿ومامن دابۃ فی الأرض الاعلی اللہ رزقھا ویعلم مستقرھا ومستودعھا کل فی کتاب مبین﴾ اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی اور جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے سب کچھ موجود ہے کھلی کتاب میں۔[2]

دابہ ہر اس جانور کو کہتے ہیں جو زمین پر چلے۔ پرندے بھی اسی جانور میں داخل ہیں کیونکہ ان کا آشیانہ بھی کہیں زمین پر ہی ہوتا ہے۔ دریائی جانوروں کا بھی تعلق زمین سے ہونا کچھ مخفی نہیں۔ ان سب جانداروں کے رزق کی ذمہ داری حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے کر ایسے الفاظ سے اس کو بیان کیا ہے جیسے کوئی فریضہ کسی کے ذمہ ہو چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿علی اللہ رزقھا﴾ یعنی اللہ کے ذمہ ہے اس کا رزق۔ ظاہر ہے کہ یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ڈالنے والی کوئی طاقت نہیں بجز اس کے کہ اسی نے اپنے فضل سے یہ وعدہ فرمالیا۔ مگر یہ وعدہ ایک صادق کریم کا ہے جس میں خلاف ورزی کا کوئی امکان ہی نہیں، آگے انسان کے مزید اطمینان کے لئے فرمایا ﴿ویعلم مستقرھا ومستودعھا﴾ اس آیت میں مستقر اور مستودع کی مختلف تفسیریں منقول ہیں مگر لغت کے اعتبار سے وہ اقرب ہے جس کو کشاف نے اختیار کیا ہے کہ مستقر اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں کوئی شخص مستقل طور پر جائے قیام یا وطن بنالے اور مستودع اس جگہ کو جہاں عارضی طور کسی ضرورت کے لئے ٹھہرے۔ (یعنی جہاں مستقل ٹھہرے گا یا عارضی طور پر کہیں جائے گا رزق ہر جگہ پہنچ کر رہے گا)۔ آگے پھر مزید اطمینان کے لیے فرمایا کل فی کتب مبین یعنی یہ سب کچھ ایک واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ مراد لوح محفوظ ہے، جس میں کائنات کی روزی، عمر اور عمل وغیرہ کی پوری تفصیل لکھی ہوئی ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ نے

---

1 پارہ: ۲۱، سورۃ العنکبوت، آیت: ۶۲، تفسیر عثمانی ص: ۵۳۷۔ 2 پارہ: ۱۲، سورۃ ھود، آیت: ۶، تفسیر عثمانی: ۲۹۳۔

اپنے ذمہ لیا ہے تو پھر ایسے واقعات کیوں پیش آتے ہیں کہ بعض جانور اور انسان غذا نہ ملنے کے سبب بھوکے پیاسے مرجاتے ہیں۔ علماء حضرات نے اس کے متعدد جواب لکھے ہیں ان میں سے ایک جواب یہ بھی ہے کہ رزق کی ذمہ داری اسی وقت تک ہے جب تک اس کی اجل مقدر یعنی عمر پوری نہیں ہوجاتی۔ جب یہ عمر پوری ہوگئی تو اس کو بہر حال مرنا ہے۔ جس کا عام سبب امراض ہوتے ہیں کبھی جلنا یا غرق ہونا یا کوئی حادثہ وغیرہ بھی سبب ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا رزق بند کردیا گیا ہو اور اس پر موت واقع ہوگئی۔[1]

اللہ پر بھروسہ رزق آسانی سے فراہمی کا ذریعہ ہے

ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لایحتسب ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبه ان اللہ بالغ امره قد جعل اللہ لکل شیء قدرا﴾ اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے وہ کردے گا اس کیلئے نکلنے کا راستہ گزارا اور روزی دے گا اس کو جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہوگا اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کو کافی ہے۔ تحقیق اللہ پورا کرلیتا ہے اپنا کام۔ اللہ نے رکھا ہے ہر چیز کا اندازہ۔[2]

فائدہ! یعنی اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور بے قیاس و بے گمان روزی ملتی ہے۔ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جنت ہاتھ آتی ہے۔ اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے، جس سے تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہوجاتی ہیں اور آگے فرمایا: ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبه یعنی اللہ پر بھروسہ رکھو محض اسباب پر تکیہ مت کرو اللہ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں۔ جو کام اسے کرنا ہو وہ پورا ہوکر رہتا ہے۔ اسباب بھی اسی کی مشیت کے تابع ہیں۔ ہاں ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ ہے۔ اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے اسی لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو گھبرانا نہیں چاہیے۔

کھانا کھانے سے متعلق آداب اور سنتیں

1. کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔[3]
2. دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا، اسی طرح کسی دوسرے کو کھانا دینا یا کھانا لینا ہو تب بھی دایاں

1 معارف القرآن، جلد چهارم، صفحه: ۵۹۰-۵۸۸. 2 پاره: ۲۸، سورة الطلاق، آیت: ۳-۲.
3 ترمذی، کتاب الاطعمة، باب فی الوضوء قبل الطعام، وبعده، ۱۸۴۲، رقم: ۱۸۳۹.

ہاتھ استعمال کرنا۔[1]

3. اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانا، کھانے میں جتنے ہاتھ جمع ہوں گے اتنی ہی برکت (اورمحبت) ہوگی۔[2]

4. کھانے کی ہر مقدار اور ہر طرح کے کھانے پر قناعت کر لینا یعنی جتنا اور جیسا کھانا مل جائے اس پر راضی رہنا اور اللہ کا فضل سمجھ کر کھانا۔[3]

5. کھانا کھانے کے لئے اکڑوں بیٹھنا کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور سرین زمین پر ہو یا ایک گھٹنا کھڑا ہو اور دوسرے گھٹنے کو بچھا کر اس پر بیٹھے یا دونوں گھٹنے زمین پر بچھا کر قعدہ کی حالت میں بیٹھے اور آگے کی طرف ذرا جھک کر کھانا کھائے۔[4]

6. جوتے اتار کر کھانا کھانا۔[5]

7. کھانے کی مجلس میں جو شخص بزرگ ہو اور بڑا ہو اُن سے شروعات کرانا۔

8. دسترخوان کو زمین پر بچھا کر کھانا کھانا۔[6]

9. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (یا بسم الله علی بركة الله) پڑھ کر کھانا شروع کرنا۔[7]

10. اگر بسم اللہ پڑھنا بھول جائے اور درمیان میں یاد آ جائے تو یوں پڑھے بسم الله اوله واخره.[8]

11. کھانا اپنی جانب والے کنارے سے شروع کرنا۔ برتن کے بیچ میں یا دوسرے آدمی کے آگے ہاتھ نہ ڈالنا۔[9]

12. کھانے میں پھونک نہ مارنا۔[10]

13. دسترخوان پر مختلف کھانے ہوں تو ہاتھ گھمانا جائز ہے۔[11]

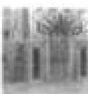
14. گوشت کا بڑا پارچہ ہو تو اس کو چھری سے کاٹ کر کھانا درست ہے۔[12]

---

1 مسلم، كتاب الاشربة، باب اداب الشراب والطعام، ص: ١٠٣٩، رقم: ٥٢٦٩. 2 ابوداؤد كتاب الاطعمة، باب الاجتماع على الطعام، ص: ١٥٠١، رقم: ٣٧٦٤. 3 اسوه رسول، ص: ١١٠. 4 مسلم كتاب الاشربة، باب تواضع الاكل و صفة قعوده، ١/٣٣، رقم: ٥٣٣١. 5 دارمی، ج: ص: ١٣٨، رقم: ٢٠٨٠. 6 بخاری، كتاب الاطعمة، باب خبز المرقق، ٥/٢٠٥٩ ديب. 7 ابو داؤد كتاب الاطعمة، ص: ٣٧٦٧. 8 ابوداؤد، كتاب الاطعمة، باب التسمية على الطعام، ص: ١٥٠١، رقم: ١٨٥٧. 9 ترمذی، كتاب الاطعمة، باب فی التسمية فی الطعام، ص: ١٨٣٩، رقم: ١٨٤٨. 10 ترمذی، كتاب الاشربة، باب كراهية النفخ فی الشراب، ص: ١٨٣٩، رقم ١٨٤٨. 11 ترمذی، كتاب الاطعمة، باب فی التسمية فی الطعام، ص: ١٨٣٩، رقم: ١٨٤٨. 12 ترمذی، الاطعمة، ص: ١٨٣٨.

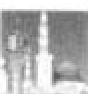
15 تیز گرم کھانا نہ کھائیں۔ ذرا دم لیں سہانا ہو جائے تب کھائیں۔[1]

16 کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی چیز یا لقمہ زمین پر گر جائے تو چاہیے کہ اس کو اٹھالے اور اس کو صاف کر کے کھالے۔ اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔[2]



17 جب کھانا کھا چکے تو انگلیوں کو چاٹ لے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔[3]

18 کھانا کھانے کے درمیان کوئی آ جائے تو اس کو کھانے کی دعوت دینا۔[4]



19 جس خادم نے کھانا پکایا ہو اسے کھانے میں شامل کرنا یا اس کو کھانے میں سے کچھ الگ دیدینا۔[5]



20 اس گھر میں خیر و برکت ہوگی جس گھر میں کھانے کے بعد ہاتھ دھونے اور کلی کرنے کی عادت ہو۔[6]

21 جو شخص پیالے میں کھائے اور پھر اس کو چاٹے تو پیالہ (وغیرہ) اس کے لئے دعاء مغفرت کرتا ہے۔[7]

22 اگر آپ کا ساتھی کھانا کھا رہا ہے تو حتی الوسع اس کا ساتھ دیں تاکہ وہ پیٹ بھر کر کھالے۔ مجبوری ہو تو عذر کرلے۔[8]

23 دسترخوان پہلے اٹھالیا جائے اس کے بعد کھانے والے اٹھیں۔[9]

24 کسی دوسرے کے دسترخوان پر کھانا کھائے تو اس کے لئے یہ دعا بغیر ہاتھ اٹھائے پڑھ لے: اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَّنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ۔[10]

25 کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔[11]

---

1 مسند احمد ص: ۱۰۱. 2 مسلم، باب استحباب اکل لقمة الساقطة، ص: ۱۰۴۰ رقم: ۵۳۰۱. 3 بخاری، کتاب الاطعمة، باب لعق الأصابع، ص: ۴۷۰، رقم ۵۴۵۶. 4 ابن ماجه، الاطعمة، باب عرض الطعام، ص: ۲۶۷۶. 5 ترمذی، کتاب الاطعمة، باب فی الاکل مع المملوک، ص: ۱۸۳۹، رقم: ۱۸۵۳. 6 ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الوضوء، عند الطعام، ص: ۲۶۷۴، رقم: ۳۲۶. 7 ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب تنقية الصحفة، ص: ۲۶۷۵، رقم: ۳۲۷۱. 8 ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب النهی أن یقام عن الطعام، ص: ۲۶۷۶، رقم ۳۲۹۵. 9 ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب النهی ان یقام عن الطعام، ص: ۲۶۷۶، رقم ۳۲۹۴. 10 مسلم، الاطعمة، باب اکرام الضیف، ۱۲۲۵/۴ 11 ترمذی، کتاب الاطعمة باب ما یقال اذا فرغ من الطعام، ص: ۲۶۷۶، رقم: ۳۲۸۳.

26. گھر میں سرکہ اور شہد رکھنا سنت ہے۔[1]

27. کھانا کھانے کے بعد جب انگلیاں چاٹیں تو پہلے بڑی انگلی، اس کے بعد کلمے والی انگلی اس کے بعد انگوٹھا (اگر بقیہ انگلیاں استعمال ہوئی ہوں تو بعد میں)۔[2]

28. دسترخوان اٹھ جائے تو یہ دعا پڑھنا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا.[3]

29. کھانے میں سرکہ کا استعمال رکھنا۔[4]

30. کھانا کھانے کے بعد پانی نہ پینا (پہلے یا درمیان میں پی لیں)۔[5]

31. کھانا کھانے کے بعد فوراً نہیں سونا چاہیے یہ دل میں ثقالت پیدا کرتا ہے۔

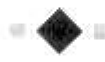
32. دوپہر کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جانا مسنون ہے۔

33. ٹیک لگائے بغیر کھانا۔[6]

34. جب موسم کا پہلا پھل کھائیں تو یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ كَمَا اَرَيْتَنَا اَوَّلَهٗ اَرِنَا اٰخِرَهٗ اس کے بعد سنت یہ ہے کہ پہلے کسی معصوم بچے کو کھلائیں بعد میں خود کھائیں۔[7]

35. بسم اللہ کو آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ دوسرے ساتھی کو اگر خیال نہ رہے تو یاد آجائے۔[8]

اللہ رب العزت ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



---

1 ترمذی کتاب الاطعمة، باب ماجاء، في الخل، ص:۱۸۳۸، رقم ۱۸۴۱. 2 اسوۂ رسول، ص:۱۰۴. 3 بخاری، کتاب الاطعمة، باب ما یقول، اذا فرغ من طعامه. ۵۴۰. 4 ترمذی، ابواب الاطعمة باب الخل، ص:۱۸۳۸، رقم:۱۸۴۱. 5 اسوۂ رسول اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم ص:۱۰۹. 6 بخاری، کتاب الاطعمة، باب الاکل، متکئاً، ص:۴۶۶، رقم:۵۳۹۸. 7 اسوۂ رسول ص:۱۱۱. 8 اسوۂ رسول اکرم، ص:۱۰۶.

باب ۔۱۰

پانی پینے کے آداب اور سنتیں

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یتنفس فی الشراب ثلثاً. وزاد مسلم فی روایةویقول إنه أروی وأبرء وأمرء. ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے کے درمیان تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ (اس طرح پانی پینا) سیراب کرتا ہے، صحت بخش ہے اور جلد ہضم ہوتا ہے۔[1]

آب رسانی کا نظام الٰہی

جس طرح کھانا اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ اسی طرح پانی بھی اللہ کی بیش بہا نعمت ہے۔ جس کا کوئی بدل نہیں اور بغیر خدا کی مدد کے اس کا حصول محال ہے۔ پانی کا ایک ایک گھونٹ جس کو انسان اپنے حلق میں انڈیلتا ہے خدا کی قدرتِ کاملہ کے کرشمہ کے ساتھ ہی اس تک پہنچتا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وارسلنا الریاح لواقح فانزلنامن السماء مآء فاسقیناکموه ومآانتم له بخازنین﴾ [2] ترجمہ...... اور چلائیں ہم نے رس بھری ہوائیں پھر اتارا ہم نے آسمان سے پانی پھر تم کو وہ پلایا اور تم نہیں اس کا خزانہ کرنے پر قادر۔

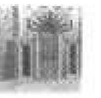
دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿افرأیتم الماء الذی تشربون ء انتم انزلتموه من المزن أم نحن المنزلون لو نشاء جعلناه أجاجاًفلولاتشکرون﴾ ترجمہ بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو کیا تم نے اتارا اس کو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے۔ اگر ہم چاہیں کر دیں اس کو کھارا۔ پھر کیوں نہیں احسان مانتے۔[3]

پانی کے متعلق قدرت الٰہی کی کرشمہ سازی دیکھیں کہ سمندر کے کھارے پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کر کے پورے روئے زمین پر بادلوں کے ذریعے کس حسن نظام کے ساتھ پہنچایا کہ ہر

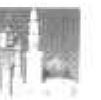
---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الاشربة، باب شرب بنفسین اوثلاثا، ص: ۴۸۲، رقم: ۵۶۳۱. والصحیح للامام مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب التنفس ثلاثا خارج الاناء، ص: ۱۰۴۰، رقم: ۵۲۸۷. 2 پارہ: ۱۴، سورة حجر، الآیة: ۲۲. 3 پارہ: ۲۷، سورة الواقعة، الآیة: ۶۸، ۶۹، ۷۰.

خطے کے نہ صرف انسانوں کو بلکہ ان جانوروں کو بھی جو انسانوں کی دریافت سے باہر ہیں گھر بیٹھے پانی پہنچا دیا اور بالکل مفت بلکہ جبری طور پر پہنچایا اور قدرت الٰہی نے اس پانی کے باقی رکھنے کا عجیب اور مستحکم نظام بنایا کہ گلنے سڑنے سے محفوظ رکھا اور بوقت ضرورت ہر جگہ سہل الحصول بنا دیا۔ ایک اور نظام بنایا کہ جو پانی برسایا جاتا ہے، اس کا کچھ حصہ تو فوری طور پر درختوں، کھیتوں،



جانوروں اور انسانوں کو سیراب کرنے میں کام آ جاتا ہے۔ کچھ کھلے، تالابوں، جھیلوں، دریاؤں میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس کے بڑے حصے کو برف کی شکل میں بحر منجمد بنا کر پہاڑوں پر



لاد دیا ہے جہاں سے تھوڑا تھوڑا رس کر وہ پہاڑوں کی رگوں میں پیوست ہو جاتا ہے اور پھر چشموں کی صورت میں ہر جگہ پہنچ جاتا ہے اور جہاں یہ چشمے بھی نہیں ہیں تو وہاں یہ پانی انسانی رگوں کی طرح زمین کی تہوں میں بہتا ہے، اور کنواں وغیرہ کھودنے سے برآمد ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ آب



رسانی کا یہ نظام الٰہی ہزاروں نعمتیں اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اول پانی کو پیدا کرنا ایک بڑی نعمت ہے، پھر بادلوں کے ذریعہ اس کو زمین کے ہر خطے پر پہنچانا، پھر اس کو انسان کے پینے کے قابل بنا دینا، پھر انسان کو اس کے پینے کا موقع دینا پھر اس پانی کو ضرورت کے مطابق محفوظ رکھنے کا عجیب وغریب نظام محکم، پھر انسان کو اس سے سیراب ہونے کا موقع دینا۔ اگر انسان غور کرے تو ایک پانی پینے پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں نکلتی ہیں: ﴿فاسقینکموه وماانتم له بخازنين﴾[1] میں انہی نعماء الٰہی کی طرف اشارہ ہے تو ہمیں چاہیے کہ جب بھی پانی پئیں یا استعمال میں لائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق پئیں، تاکہ قیامت کے دن اس نعمت کے مواخذہ سے بچیں۔

پانی پینے کے آداب اور سنتیں

اب پانی پینے کے متعلق سنتیں نقل کی جاتی ہیں:

- دائیں ہاتھ سے پانی پینا کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان پانی پیتا ہے۔[2]
- تین سانس میں پانی پینا اور سانس برتن سے منہ الگ کر کے لینا چاہئے۔[3]
- پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ کہنا۔[4]

1 پارہ: ۱۴، سورۃ الحجر، الآیۃ: ۲۲. 2 الصحیح للامام مسلم: کتاب الاشربۃ باب اداب الشراب، ص: ۱۰۳۸، رقم: ۵۲۶۵. 3 الصحیح للامام مسلم: کتاب الاشربۃ، باب استحباب التنفس خارج الاناء، ص: ۱۰۳۹، رقم: ۵۲۸۷. 4 السنن للامام الترمذی، ابواب الاشربۃ، ص: ۱۸۴۲، رقم: ۱۸۵۸.

4 پینے کی چیز میں پھونک نہ مارنا۔[1]
5 پانی دیکھ کر پینا۔[2]
6 بیٹھ کر پانی پینا۔[3]
7 آب زمزم کھڑے ہو کر پینا۔[4]
8 وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا۔[5]
9 مشکیزے (اور جس جگہ سے ایک دم پانی نکل آنے کا خدشہ ہو) منہ لگا کر نہ پینا۔[6]
10 چاندی یا سونے کے برتن میں کھانا نہ پینا۔ فائدہ! فرمایا جو شخص چاندی یا سونے کے برتن میں کھاتا ہے یا پیتا ہے تو وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھڑکاتا ہے۔[7]
11 برتن کے ٹوٹے ہوئے کنارے سے نہ پینا۔[8]
12 شب کو رکھا ہوا پانی دن کو پینے میں استعمال کرنا (یعنی ٹھنڈا پانی نوش کرنا)۔[9]
13 جو شخص دوسروں کو پلائے اس کا خود آخر میں پینا۔[10]
14 خود پی کر دوسروں کو دینا ہو تو (پہلے) دائیں جانب والے کو دینا۔[11]
15 ہر پینے کی چیز پی کر یہ دعا پڑھنا: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْہُ اور دودھ پینے کے بعد یہ دعا پڑھنا: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ۔[12]

پانی پینے کے بعد یہ دعا پڑھنا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَنَا الْمَآءَ عَذْبًا فُرَاتًا بِنِعْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھا اور ٹھنڈا پانی پسند فرماتے تھے۔[13]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1 السنن للامام ابی داؤد: کتاب الاشربة، باب فی الشرب من ثلمة القدح، ص: ۱۴۹۸، رقم: ۳۷۲۲. 2 اسوہ رسول، ص: ۱۱۱. 3 اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۱۱۲. 4 الصحیح للامام البخاری: کتاب الاشربة، باب الشرب قائما، ص: ۴۸۱، رقم: ۵۶۱۷، والصحیح للامام مسلم: کتاب الاشربة، باب الشرب من زم زم، ص: ۱۰۳۹. 5 الصحیح للامام البخاری: کتاب الاشربة، باب الشرب قائما، ص: ۴۸۱، رقم: ۵۶۱۶، السنن للامام الترمذی: کتاب الاشربة، باب الرخصة قائما، ص: ۱۸۴۲، رقم: ۱۸۸۰. 6 الصحیح للامام البخاری: کتاب الاشربة، باب اختناث الاسقیة، ص: ۴۸۲، رقم: ۵۶۲۵. 7 الصحیح للامام البخاری، کتاب الاشربة، باب آنیة الفضة، ص: ۴۸۲، رقم: ۵۶۳۴. 8 السنن للامام ابی داؤد: الاشربة، باب الشرب من ثلمة القدح، ص: ۱۴۹۸، رقم: ۳۷۲۲. 9 الصحیح للامام کتاب البخاری، کتاب الاشربة، باب الکرع فی الحوض، ص: ۴۸۲، رقم: ۵۶۲۱. 10 السنن للامام الترمذی: کتاب الاشربة، باب فی القوم، ص: ۱۸۴۳، رقم: ۱۸۹۴. 11 الصحیح للامام البخاری، کتاب الاشربة، باب الایمن فالایمن، ص: ۴۸۲، رقم الحدیث: ۵۶۱۹. 12 السنن للامام الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا اکل طعاما، ص: ۲۰۰۷، رقم: ۳۴۵۵. 13 السنن للامام الترمذی، کتاب الاشربة، باب ای الشراب احب الیه، ص: ۱۸۴۳، رقم: ۱۸۹۲.

لباس کے متعلق ہدایات و سنتیں

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس ثوب شھرۃ فی الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیامۃ.[1]

ترجمہ...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں شہرت (اور دکھاوے) کے لئے کپڑا پہنے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔

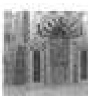
کھانے پینے کی سنتوں کے بعد اب لباس کے متعلق جو سنتیں اور ہدایات ہیں نقل کی جاتی ہیں لباس بھی خدائے قادر و مطلق کی عظیم نعمت ہے۔ لباس پہننے کے بعد چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق لباس پہنیں تو یہ لباس پہننا بھی عبادت میں شمار ہوگا۔ تکبر اور دکھلاوا اور غیروں کے طریقے کا لباس پہننا قابل مذمت اور قابل نفرت ہے۔

حدیث بالا میں تکبر و غرور کی مذمت فرمائی گئی، جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتیاں عمدہ ہوں اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان اللہ جمیل یحب الجمال"[2] ترجمہ...... بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال (خوبصورتی) کو پسند کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے ان اللہ لطیف یحب اللطافۃ...... بے شک اللہ تعالیٰ لطیف ہیں اور لطافت کو پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفود کے آنے پر ان کے لئے زینت و تجمل فرماتے اور جمعہ و عیدین کے لئے بھی آرائش فرماتے اور اس کیلئے مستقلاً جدا لباس محفوظ رکھتے تھے۔[3]

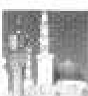
معلوم ہوا کہ اچھا لباس پہننا سنت ہے لہٰذا عمدہ لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور

1 السنن للامام ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب من شھرۃ من الثیاب، ص: ۲۶۹۳، رقم: ۳۶۰۶، والمسند للامام احمد، ج: ۲، ص: ۱۳۹، والسنن للامام ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، ص: ۱۵۱۸، رقم: ۴۰۲۹. 2 الصحیح للامام مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، ج: ۱، ص: ۹۳، رقم: ۹۱. 3 اسوۂ رسول اکرم، ص ۱۱۳.

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق استعمال کرے تو اللہ تعالیٰ بندے کے اس عمل سے خوش ہوتے ہیں کیونکہ یہ نعمت اللہ نے بندوں کے واسطے اتاری ہے۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر فرمایا کہ تمہارا لباس قدرت کی ایک عظیم نعمت ہے اس کی قدر کرو اور یہ خطاب صرف مسلمانوں کو نہیں بلکہ پوری اولاد آدم کو ہے اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ستر پوشی اور لباس انسان کی



فطری خواہش اور ضرورت ہے بغیر کسی مذہب و ملت کے امتیاز کے سب ہی اس کے پابند ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم



وریشا ولباس التقوی ذلک خیر ذلک من ایت اللہ لعلھم یذکرون. یبنی آدم لایفتننکم الشیطان کماأخرج أبویکم من الجنةینزع عنھما لباسھما لیریھما



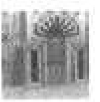
سواتھما انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لاترونھم. انا جعلنا الشیطین أولیاء للذین لایؤمنون﴾ [1] ترجمہ...... اے اولاد آدم! ہم نے اتاری تم پر پوشاک (لباس) جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور اتارے آرائش کے کپڑے۔ اور لباس پرہیزگاری کا سب سے بہتر ہے۔ یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں۔ اے اولاد آدمؑ! نہ بہکاوے تم کو شیطان جیسا کہ اس نے نکال دیا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے، اتروائے ان سے ان کے کپڑے تاکہ دکھلاوے ان کو شرمگاہیں ان کی، وہ اور اس کی قوم دیکھتی ہے تم کو جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ ہم نے کر دیا شیطان کو رفیق ان لوگوں کا جو ایمان نہیں لاتے۔

لباس کے درجات و مسائل

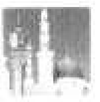
پہلی آیت میں تین قسم کے لباسوں کا ذکر فرمایا اول: ﴿لباساً یواری سواتکم﴾ یعنی ہم نے تمہاری صلاح فلاح کے لئے ایک ایسا لباس اتارا جس سے تم اپنے قابل شرم اعضاء کو چھپا سکو۔ اس کے بعد فرمایا ﴿وریشاً﴾ ریش اس لباس کو کہا جاتا ہے جو آدمی اپنی زینت و جمال کے لئے استعمال کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صرف ستر چھپانے کے لئے تو مختصر سا لباس کافی ہوتا ہے مگر ہم نے تمہیں اس سے زیادہ لباس اس لئے عطا کیا کہ تم اس کے ذریعہ زینت و جمال حاصل کر سکو اور اپنی اہلیت کو شائستہ بنا سکو تو خلاصہ یہ ہوا کہ ستر پوشی انسان کے لئے پہلا انسانی اور اسلامی فرض ہے جو ہر حالت میں اس پر لازم ہے۔ جبکہ نماز اور طواف میں بدرجہ اولیٰ فرض ہے۔ جیسے کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا ﴿یبنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد﴾ [2]

1 پارہ: ۸، سورۃ الاعراف، الآیۃ: ۲۶، ۲۷۔ 2 (پارہ: ۸، سورۃ الاعراف، الآیۃ: ۳۱۔

ترجمہ......اے اولادِ آدم لے لو اپنی آرائش (یعنی لباس زینت) ہر نماز کے وقت۔ اس آیت سے معلوم ہوا جیسا کہ نماز میں ستر پوشی کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح بقدر استطاعت صاف ستھرا اچھا لباس اختیار کرنے کی فضیلت اور استحباب بھی ثابت ہوتا ہے۔ بشرطیکہ کبر وشہرت کا ارادہ شامل نہ ہو۔ ستر جس کا چھپانا انسان پر ہر حال میں اور خصوصاً نماز وطواف میں فرض ہے



اس کی حد کیا ہے؟ قرآن کریم نے اجمالاً ستر پوشی کا حکم دے کر اس کی تفصیلات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ مرد کا ستر ناف



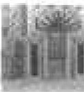
سے لے کر گھٹنوں تک اور عورت کا سارا بدن ستر ہے صرف چہرا اور دونوں ہتھیلیاں اور قدم مستثنیٰ ہیں۔ روایات میں یہ تفصیل مذکور ہے مرد کے لئے ناف سے نیچے کا بدن یا گھٹنے کھلے ہوں تو



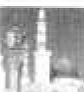
ایسا لباس خود بھی گناہ ہے اور نماز بھی اس سے ادا نہیں ہوتی۔ اسی طرح عورت کا سر گردن یا بازو پنڈلی کھلی ہو تو ایسے لباس میں رہنا خود بھی ناجائز ہے اور نماز بھی ادا نہیں ہوتی۔ عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں اور قدم جو ستر سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے اس کے یہ معنی ہیں کہ نماز میں اس کے یہ اعضاء کھلے ہوں تو نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر محرموں کے سامنے بھی وہ چہرہ بغیر شرعی عذر کے کھول کر پھرا کرے۔ یہ حکم تو فریضہ ستر کے متعلق ہے جس کے بغیر نماز ہی ادا نہیں ہوتی اور چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں۔ بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے۔ اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ خواہ قمیص ہی نیم آستین ہو یا آستین چڑھائی گئی ہوں، بہر حال نماز مکروہ ہے۔ اسی طرح ایسے لباس میں بھی نماز مکروہ ہے جس کو پہن کر اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابل شرم وعار سمجھے۔ جیسے صرف بنیان بغیر کرتے کے اگرچہ پوری آستین بھی ہو، یا سر پر بجائے ٹوپی (یا رومال یا پگڑی) کے کوئی کپڑا یا چھوٹا دستی رومال باندھ لینا (یا جیسے آج کل تنکوں والی ٹوپی یا پلاسٹک کی ٹوپی جو مسجدوں میں لوگ لے کر ڈال دیتے ہیں یا انتہائی میلے کچیلے کپڑے) کہ کوئی سمجھدار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا تو اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہوسکتا ہے۔ سر، مونڈھے اور کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیت قرآنی کے لفظ زینت سے بھی مستفاد ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات سے بھی ثابت ہے۔

بہر کیف حضرت آدم علیہ السلام وحوا اور اغوا شیطانی کا واقعہ بیان کرنے کے ساتھ لباس

کے ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کے لئے ننگا ہونا اور قابل شرم اعضا کا دوسروں کے سامنے کھلنا انتہائی ذلت اور رسوائی اور بے حیائی کی علامت اور طرح طرح کے شر و فساد کا مقدمہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شیطان کا سب سے پہلا حملہ انسان کے خلاف اسی راہ سے ہوا کہ اس کا لباس اتروا گیا اور آج بھی شیطان اپنے چیلوں کے ذریعہ انسان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ تو



تہذیب و شائستگی کا نام لے کر سب سے پہلے اس کو برہنہ اور نیم برہنہ کر کے سرِ عام سڑکوں اور گلیوں میں کھڑا کر دیتا ہے اور شیطان نے جس کا نام ترقی رکھ دیا ہے وہ عورت کو شرم و حیا سے محروم



کر کے منظر عام پر برہنہ لے آنے کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوتی۔ شیطان نے انسان کے اس کمزور پہلو کو بھانپ کر پہلا حملہ انسان کی ستر پوشی پر کیا تو شریعت اسلام نے جو انسان کی ہر صلاح



و فلاح کی کفیل ہے، نے ستر پوشی کا اہتمام اتنا کیا کہ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی کو قرار دیا۔ نماز روزہ وغیرہ سب اس کے بعد اور اس کے بغیر ادھورے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے اس واقعہ اور قرآن کریم کے اس ارشاد سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ستر پوشی اور لباس انسان کی فطری خواہش اور پیدائشی ضرورت ہے جو اول دن سے اس کے ساتھ ہے لہذا آج کل کے بعض فلاسفروں کا یہ قول غلط اور بے اصل ہے کہ انسان اول ننگا پھرا کرتا تھا پھر ارتقائی منزلیں طے کرنے کے بعد اس نے لباس ایجاد کیا۔

﴿ولباس التقوى ذلك خير﴾ [1] یعنی تیسرا لباس تقوی کا ہے اور وہ سب لباسوں سے زیادہ بہتر ہے لباس تقوی سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق عمل صالح اور اللہ رب العزت کا خوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ظاہری لباس انسان کے قابل شرم اعضاء کے لئے پردہ اور سردی گرمی سے بچنے اور زینت حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے اسی طرح ایک معنوی لباس عمل صالح اور اللہ رب العزت کا خوف ہے جو انسان کے اخلاقی عیوب اور کمزوریوں کا پردہ ہے اور دائمی تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے وہ سب سے بہتر ہے۔ لباس التقوی کے لفظ سے اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ ظاہری لباس کے ذریعہ ستر پوشی اور زینت و تجمل وغیرہ کا اصل مقصد تقوی اور اللہ رب العزت کا خوف و عظمت ہے۔ جس کا ظہور اس کے لباس میں اس طرح ہونا چاہیے کہ اس میں پوری ستر پوشی ہو اور قابل شرم اعضاء کا پورا پردہ ہو وہ ننگے بھی نہ رہیں اور لباس بدن پر ایسا چست بھی نہ ہو جس میں یہ اعضاء مثل ننگے کے نظر آئیں۔

---

1 پارہ: ۸، سورۃ الاعراف، الآیۃ: ۲۶۔

لباس میں کسی دوسری غیر قوم کی نقالی بھی نہ ہو جو اپنی قوم وملت سے غداری اور اعراض کی علامت ہے اور اس کے ساتھ ہی اخلاق واعمال کی درستی بھی ہو جو لباس کا اصل مقصد ہے۔

آخر آیت میں ارشاد فرمایا ﴿ذلک من ایت اللہ لعلھم یذکرون﴾ [1] یعنی انسان کو لباس کی یہ تینوں قسمیں عطا فرمانا اللہ جل شانہ کی آیات وقدرت میں سے ہے تاکہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔ دوسری آیت میں اولاد آدم علیہ السلام کو خطاب کر کے تنبیہ فرمائی گئی کہ اپنے ہر حال اور ہر کام میں مکر شیطانی سے بچتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو پھر کسی فتنہ میں مبتلا کر دے جیسا تمہارے ماں باپ حضرت آدم علیہ السلام وحوا کو اس نے جنت سے نکلوادیا اور ان کے لباس اتروا کر ان کے ستر کھولنے کا سبب بنا۔ وہ تمہارا قدیم دشمن ہے (وہ آزادی نسواں کی نام نہاد تحریک سے یا ماڈرن دور کے نام سے یا جدید فیشن کے نام سے ننگا کرنے کی کوشش کرے گا) تم اس کی دشمنی کا ہر وقت اور ہمیشہ خیال رکھو اور پھر یہ کہ شیطان تمہارا ایسا دشمن ہے کہ وہ اور اس کے ساتھی تو تم کو دیکھتے ہیں تم ان کو نہیں دیکھ سکتے، اس لیے ان کا مکر وفریب تم پر چل جانے کے زیادہ امکانات ہیں اور آخر میں فرمایا ﴿انا جعلنا الشیاطین أولیاء للذین لایؤمنون﴾ [2] کہ ہم نے شیطانوں کو ان کا سرپرست بنادیا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔ اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ایمان والوں کے لئے اس کے جال سے بچنا زیادہ مشکل نہیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ان عبادی لیس لک علیھم سلطان إلا من اتبعک من الغوین﴾ [3] جو میرے بندے ہیں تیرا ان پر کچھ زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا بہکے ہوؤں میں سے۔

یعنی شیطان کا اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں پر تسلط نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے قلوب وعقل پر شیطان کا ایسا تسلط نہیں ہوتا کہ وہ اپنی غلطی پر کسی وقت متنبہ ہی نہ ہوں جس کی وجہ سے ان کو توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو یا کوئی ایسا گناہ کر بیٹھیں جس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ [4]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی اور شیطان کے اغواء سے بچنے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

لباس کے متعلق ہدایات اور سنتیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی

---

1 پارہ:۸،سورۃالاعراف،الآیۃ:۲۶۔ 2 پارہ:۸،سورۃالاعراف،الآیۃ:۲۷۔ 3 پارہ:۱۴، سورۃالحجر،الآیۃ:۴۲۔ 4 معارف القرآن: ۳،۵۳۲۔

شخص نیا کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ۔[1]

2 جس نے دنیا میں ریشم (کا کپڑا) پہن لیا اس کو وہ آخرت میں پہننے کو نہ ملے گا۔ دوسری روایت میں فرمایا: دنیا میں وہ شخص ریشم پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔[2] البتہ تین چار انگل ریشم مرد کے لئے جائز ہے۔[3]

3 سفید لباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔[4]

4 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیض (کرتا) پسند تھا۔[5]

5 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کی آستینیں ہاتھوں کے پہنچوں تک ہوتی تھیں۔ کرتے کا گلا سینے کی طرف ہوتا تھا، اور اتنا فراخ کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ ڈال کر پشت کی جانب مہرِ نبوت کو برکت کے لئے چھو لیا تھا۔[6]

6 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہوتا تھا۔ جبکہ مسلم کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اسی طرح ہدایت فرمائی تھی۔[7]

7 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ خریدا ہے۔ لیکن عمر بھر تہبند ہی استعمال فرمایا (پاجامے کے ستر کو صحیح طرح ڈھانپنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاجامہ محبوب تھا)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پاجامہ پہنا کرتے تھے۔[8]

8 کپڑا جب تک پیوند لگانے کے لائق نہ ہو جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ردی نہ فرماتے۔ (یعنی جب تک پیوند لگا کر پہنا جا سکتا تھا، آپ زیب تن فرماتے تھے، البتہ جب اتنا بوسیدہ ہو جاتا کہ پیوند نہ لگ سکتا تو آپ اسکو ترک فرما دیتے۔ دوسری روایت میں فرمایا اگر نیا کپڑا پہننے کے بعد پرانا کپڑا نہ پہنے تو کسی غریب کو صدقہ کر دے۔[9]

9 مرد کو پاجامہ، شلوار اور تہبند وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہیے۔ حدیث میں فرمایا: ٹخنوں کا جو

---

1 معارف القرآن، ج:۳، ص:۵۳۵. 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر، ص:۴۹۷، رقم:۵۸۳۴. 3 الصحیح للامام مسلم، کتاب اللباس، ص: ۱۰۴۹. 4 السنن للامام الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس البیاض، ص: ۱۹۳۳، رقم: ۲۸۱۰. والسنن للامام النسائی، کتاب الجنائز، باب فی کفن الخیر، ص: ۲۲۱۲، رقم: ۱۸۹۷. 5 السنن للامام ابی داود، کتاب اللباس، باب فی القمیص، : ص: ۱۵۷۱، رقم: ۴۰۲۵. 6 السنن للامام ابی داود، کتاب اللباس، باب فی حل الازار، ص: ۱۵۲۱، رقم: ۴۰۸۲. 7 الصحیح للامام مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء...... ص: ۱۱۵۱، رقم: ۵۴۶۲. 8 اسوۂ رسول اکرم ص: ۱۴۴. 9 مسند احمد ص: ۱۱۳.

حصہ ازار سے ڈھکا ہوگا وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔[1]

10 سوتی کپڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ استعمال فرمایا۔ اور قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا۔[2]

11 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں پسینہ کی وجہ سے بو پھیلتی تو ان کو اتار دیتے تھے۔[3]

12 گندے کپڑوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت تھی۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے کپڑے میلے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس شخص کو کوئی چیز (صابن وغیرہ) نہیں ملتی جس سے وہ اپنے کپڑوں کو دھولے۔[4]

13 سر پر عمامہ باندھنا سنت ہے چنانچہ فرمایا کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔[5] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سیاہ رنگ کا تھا اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان ہوتا تھا۔[6] سفید عمامہ بھی سنت سے ثابت ہے۔ عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھنا بھی سنت ہے۔[7] شملہ کی مقدار ایک ہاتھ سے زیادہ بھی ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ تقریباً سات گز تھا۔[8]

14 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔ وطن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑے کی ٹوپی اوڑھا کرتے تھے، جو سر کے ساتھ متصل ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوزنی نما سلے ہوئے کپڑے کی گاڑھی ٹوپی اوڑھی ہے۔[9]

15 عورتوں کی چادر اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ایک بالشت بلکہ ایک ہاتھ زمین میں گھسٹتی چلتی تھی۔[10]

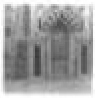
16 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ دھاری دار کپڑا بھی پہنا ہے۔[11] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کالی کملی (چادر) بھی اوڑھا کرتے تھے۔[12]

17 آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہبند کو ہمیشہ نصف پنڈلی سے اونچی رکھتے تھے۔ تہبند کا اگلا حصہ پچھلے

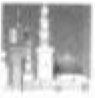
---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس، باب ماأسفل من الکعبین ...... ص: ۴۹۴، رقم: ۵۷۸۷.
2 اسوۂ رسول اکرم ص: ۱۱۳. 3 وفی السنن للامام ابی داود عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت صنعت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بردۃ سوداء فلبسہا فلما عرق فیہا وجد فیہا ریح الصوف فقذفہا فہو کما قال. وفی روایۃ البیہقی والطیالسی بدل الصوف / النمرۃ فعلی کل حال لیست ریح المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حیث کانت ریحاً کریہاً فمن قال ذلک فتساہل. ابو داود، کتاب اللباس، باب فی السواد، ص: ۱۵۰۲، رقم: ۴۰۷۴. 4 السنن للامام ابی داود، کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب، ص: ۱۵۲۰، رقم: ۴۰۶۲. 5 اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۱۱۵. 6 اسوۂ رسول، ص: ۱۱۵. 7 السنن للامام ابی داود، کتاب اللباس، باب فی العمائم، ص: ۱۵۲۰، رقم: ۴۰۷۸. 8 السنن للاما الترمذی، کتاب اللباس، ص: ۱۷۴۰، رقم: ۱۷۳۵، ۱۷۳۶. 9 اسوہ رسول اکرم ا ص: ۱۱۲. 10 السنن للامام الترمذی، ابواب اللباس عن رسول اللہ، باب ماجاء فی جر ذیول النساء، ص: ۱۸۹۲، رقم: ۱۷۳۱. 11 ابو داود، کتاب اللباس، باب فی السواد، ص: ۱۵۲۰. 12 الصحیح للامام مسلم، کتاب اللباس، باب لبس ثیاب الحبرۃ، ص: ۱۰۵۵، رقم: ۵۴۰۴.

حصہ سے قدرے نیچے ہوتا تھا (خصائل نبوی)۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مسلمان کی لنگی (تہبند) آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے اوراس کے نیچے ٹخنوں تک کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن ٹخنوں کے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گا۔اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائیں گے۔[1]



18 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے (پینٹ وغیرہ پہنے) وہ گویا اسی قوم میں سے ہے۔[2]



19 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو جو باوجود مال دار ہونے کے خراب اور خستہ کپڑے پہنے ہوئے تھا نصیحت فرمائی کہ اگر اللہ نے تجھے مال دیا ہے تو اللہ کی نعمت کے اثر کو ظاہر کر اور اس نے جو تجھ کو عزت دی نمایاں کر (لیکن دکھلاوا یعنی ریا نہ ہو)۔[3] اور ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ کو یہ بات مرغوب ہے کہ اس کی نعمتوں کا اثر اس کے بندوں پر ظاہر ہو۔[4]

20 ایک شخص دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔[5]

21 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص زیب وزینت کے لباس کو (باوجود وسعت کے) کسر نفسی یا تواضع کے لئے چھوڑے گا اللہ اس کو عظمت وبزرگی کا لباس پہنائیں گے اور جو شخص اللہ کے لئے نکاح کرے اللہ تعالیٰ اس کے سر پر بادشاہت کا تاج رکھیں گے۔[6]

22 آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز پہنتے ،لباس زیب تن فرماتے یا جوتیاں تو پہلے داہنی طرف سے شروع فرماتے اور جب لباس یا جوتا اتارتے تو پہلے بائیں طرف سے شروع فرماتے۔[7]

23 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کپڑے کو اس طرح لپیٹ کر نہ بیٹھے کہ دونوں ہاتھ اندر

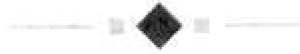
---

1 الصحیح للامام البخاری ، کتاب اللباس ، باب لبس ثیاب الحبرۃ، ص:١٠٥٥،رقم: ٥٤٠٤ 2 السنن للامام ابی داود، کتاب اللباس ،باب فی لبس الشھرۃ ، ص: ١٥١٨، رقم: ٤٠٣١. 3 السنن للامام الترمذی،ابواب الادب ، ص: ١٩٣٤ ، رقم:٢٨١٩. 4 السنن للامام ابی داود، کتاب اللباس ،باب الخلقان، ص: ١٥٠٢ ، رقم: ٤٠٦٣. والترمذی، کتاب الادب، ص: ١٩٤٣ ،رقم:٢٨١٩. 5 السنن للامام الترمذی، ابواب الادب ،باب فی کراھیۃ لبس المعصفر، ٧/٢٨ ،وفی ابی داود، کتاب اللباس ، باب فی الحمرۃ،ص:١٥٢٠ ، رقم: ٤٠٦٩. 6 السنن للامام ابی داود، کتاب الادب،باب من کظم غَیظا١٥٧٥ ، رقم:٤٧٧٨. 7 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس ،باب یبدأبالنعل الیمنی،ص: ٤٩٩،رقم: ٥٤٥٨. ومسلم کتاب اللباس،باب استحباب لبس النعل فی الیمنی......ص: ١٠٥٣ ، رقم:٥٤٩٥.

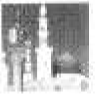
آ جائیں نیز اس طرح کپڑا لپیٹ کر نہ بیٹھے کہ ستر کھل جائے۔

24 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حریر بہت پسند تھا۔ حریر سرخ یا سبز دھاریوں کی چادر تھی۔[1]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات اور سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین





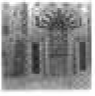




1 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس، باب الثوب الاحمر، ص: ۴۹۹، رقم: ۵۸۴۸.

باب ۔۱۲

گھر میں آنے جانے کے متعلق سنتیں



عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا خرج الرجل من بیتہ فقال بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولاقوۃ إلا باللہ یقال لہ حینئذ ھدیت وکفیت ووقیت فیتنحی لہ الشیطان ویقول شیطان آخر کیف لک برجل قد ھدی وکفی ووقی.[1]





ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب کوئی شخص گھر سے باہر نکلتا ہے اور پھر یہ پڑھتا ہے: بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ...... یعنی نکلتا ہوں میں اللہ کے نام کے ساتھ بھروسہ کیا میں نے اللہ پر اور گناہوں سے بچنے کی طاقت اور عبادت کرنے کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ تو اس وقت اس سے کہا جاتا ہے کہ اے اللہ کے بندے تجھے راہ راست دکھائی گئی تجھے (جمیع مہمات اور تمام امور میں) غیر اللہ سے مستغنی کردیا گیا اور تو تمام برائیوں سے محفوظ رہا۔ چنانچہ یہ سن کر شیطان چلا جاتا ہے اور دوسرا شیطان اس سے کہتا ہے کہ تو اس شخص پر کیوں کر قابو پا سکتا ہے جسے راہ راست دکھائی گئی، جسے غیر سے مستغنی کردیا گیا اور جو تمام برائیوں سے محفوظ رہا۔[2]

اس حدیث شریف میں گھر سے باہر جانے کی دعا اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی جب تو نے گھر سے باہر جاتے وقت اللہ کا نام لیا اور اس کی ذات پر توکل واعتماد کیا اور لاحول پڑھ کر اپنے آپ کو عاجز جانا اس لئے تو نے راہ راست پائی۔ کیونکہ راہ راست یہی ہے کہ بندہ اللہ کو یاد کرے اور اسی پر اعتماد کر کے اپنے تمام امور اسی کی طرف سونپ دے۔ اس سے بندہ شیاطین کے شر سے محفوظ ہو کر اپنے رب کی امان میں آجاتا ہے اور جس بندے کی یا جس کے گھر کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

---

1 السنن للامام ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذاخرج من بیتہ، ج: ۲، ص: ۷۲۶، رقم: ۵۰۹۵.

2 ترمذی نے اس روایت کو لفظ "فیتنحی لہ الشیطان" تک نقل کیا ہے۔

گھر کا اصل مقصد قلب وجسم کا سکون ہے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے واسطے گھروں کو سکون وآرام کا ذریعہ بنایا جس کا اصل مقصد جسم اور قلب کا سکون ہے کیونکہ عادۃً انسان کا کسب وعمل گھر سے باہر ہوتا ہے جو اس کی حرکت ومحنت سے وجود میں آتا ہے تو انسان کے گھر کا اصلی منشا یہ ہے کہ جب حرکت وعمل سے تھک جائے تو گھر میں آکر آرام کرے اور سکون حاصل کرے اگرچہ بعض اوقات انسان اپنے گھر میں حرکت وعمل میں بھی مشغول رہتا ہے مگر یہ عادۃً کم ہے۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا: ﴿واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا وجعل لکم من جلود الأنعام بیوتا تستخفونها یوم ظعنکم ویوم إقامتکم﴾.[1] ترجمہ:……اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے (حالت حضر میں) تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی اور (حالت سفر میں) تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر (یعنی خیمے) بنائے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام کے دن ہلکا (پھلکا) پاتے ہو۔ اس آیت کے پہلے حصے میں مستقل مکان کا ذکر فرمایا اور دوسرے حصے میں عارضی مکان یعنی خیمے کا ذکر فرمایا۔ دونوں صورتوں میں اصل مقصد انسان کے آرام وسکون کا سامان ہے جو قدرت کی طرف سے عطا شدہ ہے اور سکون درحقیقت قلب ودماغ کا سکون ہے۔ وہ انسان کو گھر میں ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انسان کے مکان کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ اس میں قلب ودماغ کو سکون ملے۔

آج کی دنیا میں تعمیرات کا سلسلہ اپنے عروج پر ہے اور ان میں نمود ونمائش پر بے حد خرچ بھی کیا جاتا ہے لیکن ان میں ایسے مکانات بہت کم ہیں جن میں قلب وجسم کو سکون حاصل ہو۔ بعض اوقات مصنوعی تکلفات خود ہی آرام وسکون برباد کردیتے ہیں اور وہ بھی نہ ہوں گھر میں جن لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے وہ اس سکون کو ختم کردیتے ہیں۔ ایسے عالی شان مکانات سے وہ جھگی اور جھونپڑی ہی اچھی ہے جس کے رہنے والے کے قلب وجسم کو سکون حاصل ہو۔ قرآن کریم نے انسان کے گھر کا اصل مقصد اور سب سے بڑی غرض وغایت سکون کو قرار دیا ہے۔ اسی طرح ازدواجی زندگی کا اصل مقصد بھی سکون قرار دیا ہے فرمایا ﴿لتسکنوا إلیها﴾ [2] جس ازدواجی زندگی سے یہ مقصد حاصل نہ ہو وہ اس کے اصل فائدے سے محروم ہے۔ آج کی دنیا میں ان چیزوں میں رسمی اور غیر رسمی تکلفات اور ظاہری نمود ونمائش کی حد نہیں رہی اور مغربی تمدن

1 پارہ: ۱۴، سورۃ النحل، الآیۃ: ۸۰. 2 پارہ: ۲۱، سورۃ الروم، الآیۃ: ۲۱.

ومعاشرت نے ان چیزوں میں ظاہری زیب وزینت کے سارے سامان جمع کردیئے ہیں مگر سکونِ قلب وجسم سے قطعاً محروم کرڈالا۔[1]

آج بھی جن گھروں میں ٹی وی اور وی سی آر وغیرہ اور مغربی تہذیب وتمدن نہیں ہے وہاں سکون ہے۔ اندرونِ خانہ اور ازدواجی زندگی میں سکون وآرام تب مل سکتا ہے جب ٹی وی، وی سی آر اور مغربی تہذیب وتمدن کو نکال باہر کریں اور گھروں میں اللہ کی یاد ہو۔ کلام اللہ کی تلاوت ہو اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احیا ہو۔ حلال کمائی سے کی گئی جائز تعمیر ہو اور رزق بھی حلال ہو تو پھر وہ گھر اور ازدواجی زندگی جنت کا گہوارہ ہیں۔ اور یہی اصل غرض وغایت ہے مکان اور ازدواجی زندگی کی۔

آیت کے دوسرے حصے میں فرمایا: ﴿من جلود الانعام بیوتا﴾ [2] جانوروں کی کھال جن کے خیمے بناتے ہو۔ معلوم ہوا کہ جانوروں کی کھال کا استعمال انسان کے لئے حلال ہے۔ اس میں یہ قید نہیں کہ جانور مذبوح ہو یا مردار اور نہ یہ قید ہے کہ اس کا گوشت حلال ہے یا حرام ان سب قسم کے جانوروں کی کھال دباغت دے کر استعمال کرنا حلال ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔

البتہ خنزیر کی کھال اور اس کے تمام اجزاء ہر حال میں نجس اور ناقابل انتفاع ہیں قرآن مجید میں چار مقامات پر خنزیر کے تمام اجزاء کے نجس اور ناقابل انتفاع ہونے کا حکم فرمایا گیا ہے۔[3]

﴿یوم ظعنکم ویوم إقامتکم﴾ ایسے خیمے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور (مقام بدلتے وقت) ہلکا پھلکا پاتے ہو۔ یعنی چمڑے وغیرہ کے خیمے یہ ایسے مکان ہیں جو بہ سہولت منتقل کیے جاسکتے ہیں سفر ہو یا حضر جہاں چاہو نصب کرلو اور جب چاہو لپیٹ کر رکھ دو۔[4]

اگلی آیت کے آخر میں فرمایا۔ ﴿کذلک یتم نعمته علیکم لعلکم تسلمون﴾ [5] اللہ تعالیٰ تم پر اس طرح کی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم (ان نعمتوں کی شکرگزاری میں) فرماں بردار رہو۔ ہر چند کہ بعض مصنوعات میں انسانوں کا عمل ہوتا ہے مگر ان کا مادہ اور ان کے بنانے کا سلیقہ اور انسانوں کی عقل ودانش وغیرہ سب کچھ تو اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اس لئے منعم حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس لئے لازم ہے کہ گھر اور ہر جگہ اس کے احکام اور اس کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں

---

1 معارف القرآن، ج:۵، ص:۵۸۰. 2 پارہ: ۱۴، سورۃ النحل، القرآن: ۸۰. 3 معارف القرآن، ج:۵، ص:۳۸۴. 4 فوائدعثمانی، ص:۳۶۵. 5 پارہ: ۱۴، سورۃ النحل: ۸۱.

پر عمل کیا جائے۔

گھر میں آنے جانے کے آداب اور سنتیں

1 گھر میں داخل ہوتے وقت کوئی نہ کوئی ذکر کرتا رہے۔[1]

2 جب گھر سے باہر نکلے تو یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.[2]

3 جب گھر میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا.[3]

4 گھر میں موجود بیوی بچوں وغیرہ کو سلام کرنا۔[4] بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس وقت گھر میں کوئی نہ ہو تو اس طرح سلام کرے: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ.[5]

5 گھر میں داخل ہونے سے قبل گھر والوں کو کنڈی یا پیروں کی آہٹ یا کھنکھار سے خبردار کر دینا۔ کیونکہ بعض مرتبہ والدہ، بہن، بیٹی وغیرہ ایسی حالت میں بیٹھی ہوتی ہیں کہ اچانک پہنچ جانے سے ان کو شرم و حیا آتی ہے۔[6]

6 جب سنتِ فجر پڑھ کر اپنے گھر سے نمازِ فجر کے لئے نکلو تو اثناءِ راہ میں یہ دعا پڑھو: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا. اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا.[7]

7 جب کسی کے گھر کے دروازے پر جائیں تو سامنے کھڑے نہ ہوں بلکہ دائیں یا بائیں کھڑے ہوں اور (بات چیت سے پہلے) السلام علیکم کہیں۔[8]

8 آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں خانگی کام (بھی) کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے چلے جاتے۔ اس وقت سارا کام کاج چھوڑ دیتے اور گھر والوں سے کوئی مطلب نہیں رکھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر اور گھر والوں کی خدمت اور کام کاج میں لگے رہنا انبیاء کی سنت اور صالحین کے طور طریقوں میں سے ہے بشرطیکہ گھریلو کام کاج سنت سمجھ کر کرے۔

---

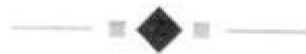
1 حصن حصین، ص: ۱۴۰۔ 2 السنن للامام الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا خرج من بیتہ، ص: ۲۰۰۴، رقم: ۳۴۲۶۔ 3 السنن للامام الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا خرج من بیتہ، ص: ۲۰۰۴، رقم: ۳۴۲۶۔ 4 السنن للامام ابی داود، کتاب الادب، باب کیف یکون الرجل فی اھلہ، ص: ۵۱۰، رقم: ۲۰۳۹۔ 5 الحصن الحصین من کلام سید المرسلین: ص: ۱۴۰۔ 6 الصحیح للامام مسلم کتاب الدعوات، باب الدعاء اذاانتبہ ...... ص: ۵۳۲، رقم: ۲۳۱۶۔ 7 السنن للامام ابی داود، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم، ص: ۵۱۸۶۔ 8 المؤطا للامام مالک، ۲/ ۱۹۳۶ الاستیذان.

9 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز (نفل) پڑھتے اور پھر لوگوں سے ملاقات کے لئے وہاں بیٹھتے (پھر گھر تشریف لے جاتے)۔[1]

10 فرمانِ رسول ہے: جب تم سونے لگو تو گھروں میں آگ نہ چھوڑو یعنی گھر میں کسی جگہ آگ ہو تو اس کو بجھا دو۔[2]

11 جب دور دراز کے سفر سے بہت دنوں بعد واپس لوٹے تو سنت یہ ہے کہ اچانک گھر میں داخل نہ ہو بلکہ اپنے آنے کی خبر کرے اور کچھ دیر بعد گھر میں داخل ہو۔ ایسے ہی اگر رات گئے دیر سے آئے تو فوراً گھر میں نہ جائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ صبح کو (یا اطلاع کر کے) مکان میں جائے۔ البتہ گھر والے تمہارے دیر سے آنے پر آگاہ ہوں اور ان کو تمہارا انتظار بھی ہو تو اس وقت گھر میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔[3]

اللہ رب العزت ہم سب کو ان سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الاستیذان، باب غلق الابواب، وباب لاتترک النار فی البیت، ص: ۵۳۰. 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب الاستیذان، باب غلق الابواب، وباب لاتترک النار فی البیت، ص: ۵۳۰. 3 الصحیح للامام مسلم، کتاب الامارة، باب کراهة الطروق، ص: ۱۰۲۱.

باب ـ ۱۳

جسم کے بالوں سے متعلق سنتیں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ شعر فلیکرمہ۔[1] ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص کے سر اور داڑھی کے بال ہوں اس کو چاہیے کہ ان کو اچھی طرح رکھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر عمل کرنے کے متعلق قرآن مجید میں ایک مقام پر واضح ارشاد باری تعالیٰ ہے، فرمایا: ﴿وما آتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب﴾[2] ترجمہ: اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کریں سو چھوڑ دو اور ڈرتے رہو اللہ سے، بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اس آیت کا عام مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی حکم یا مال یا اور کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو عطا فرمائیں وہ اس کو لے لینا چاہیے اور اس کے مطابق عمل کے لئے تیار ہو جانا چاہیے اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جانا چاہیے۔ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسی عام مفہوم کو اختیار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو اس آیت کی بناء پر قرآن ہی کا حکم اور واجب التعمیل قرار دیا۔[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا تو حکم دیا کہ یہ کپڑے اتار دو (کیونکہ حدیث میں احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ممانعت ہے) اس شخص نے کہا آپ اس کے متعلق مجھے قرآن کی کوئی آیت بتا سکتے ہیں جس میں سلے ہوئے کپڑے کی ممانعت آئی ہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہاں وہ آیت میں بتاتا ہوں پھر آپ نے ﴿وماآتکم الرسول فخذوہ﴾[4] پڑھ کر سنا دی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے فرمایا کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے

---

1 السنن للامام ابی داود، کتاب الترجل، باب فی اصلاح الشعر، ص: ۱۵۲۶، رقم: ۴۱۶۳۔
2 پارہ: ۲۸ سورۃ الحشر، الآیۃ: ۷۔ 3 معارف القرآن، ج: ۸، ص: ۳۷۱۔ 4 پارہ: ۲۸، سورۃ الحشر، الآیۃ: ۷۔

دے سکتا ہوں، پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک محرم زنبور (تتیہ) کو مارڈالے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام شافعیؒ نے یہی آیت ﴿وما اتکم الرسول فخذوہ﴾ تلاوت کر کے حدیث سے اس کا حکم بیان فرمادیا۔[1]

﴿واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب﴾ [2] اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے،لہٰذا اس بات سے ڈرتے رہو کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے اللہ تعالیٰ کوئی سخت عذاب مسلط نہ کردے۔[3]

مذکورہ بحث سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ کسی بھی معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہدایات ہیں اس پر عمل کرنے سے دنیا وآخرت کی فلاح ہے اور نافرمانی وبغاوت کی راہ اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب کی وعید ہے۔چنانچہ داڑھی بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سنتِ دائمی ہے۔لہٰذا داڑھی اور بدن کے دیگر بالوں کے متعلق اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا جاتا ہے۔اللہ پاک ہم کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

سر، داڑھی اور دیگر بالوں کے متعلق ہدایات وسنتیں

1. حضرت نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو" قزع" سے منع فرماتے سنا۔نافع سے پوچھا گیا قزع کیا چیز ہے؟ انہوں نے بتلایا قزع کے معنی ہیں بچہ کے سر کے بعض حصہ کو منڈوانا اور بعض حصہ کو چھوڑ دینا۔[4] ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سارا سر مونڈ و یا سارا چھوڑ دو۔[5]
2. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال کاندھوں سے اوپر اور کان کی لو سے نیچے ہوتے تھے۔بعض روایات میں کانوں تک بعض میں کانوں کی لو تک بھی ثابت ہیں۔[6]
3. پیشانی کے بیچ میں بالوں کی مانگ نکالنا سنتِ نبوی ہے۔[7]

---

1 معارف القرآن ج ۸،ص: ۳۷۱. ۳پارہ: ۲۸، سورۃ الحشر،الآیۃ:۷. 2 تفسیر عثمانیؒ، ص:۷۲۵. 3 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس،باب القزع، ص: ۵۰۳، رقم: ۵۹۲۰. ومسلم فی اللباس والزینۃ،باب کراھۃ القزع. 4 مسلم، کتاب اللباس والزینۃ،باب کراھۃ القزع. 5 مشکاۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الاول، ج:۲،ص:۳۸۹. 6 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس،باب الفرق، ص: ۵۰۲،رقم:۵۹۱۷. 7 السنن للامام ابی داود، کتاب الترجل،باب النھی عن کثیر من الارفاء،ص: ۱۵۲۲،رقم:۴۱۵۹.

4 بالوں کو دھونا، تیل لگانا اور کنگھا کرنا مسنون ہے۔لیکن ایک آدھ دن بیچ میں وقفہ کر لینا چاہیے۔[1]

5 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن میں بہتر سے بہتر خوشبو جو میسر ہوتی تھی لگاتی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی خوشبو کی چمک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں مجھ کو نظر آتی۔[2]

حضرت ابن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال پریشان و پراگندہ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ ان بالوں اور داڑھی کو درست کر لے چنانچہ اس نے اپنے بالوں کو درست کر لیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ (اچھی شکل وصورت) اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں کوئی شخص پریشان و پراگندہ بالوں کے ساتھ آئے، گویا وہ شیطان ہے۔[3]

6 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' ان مردوں اور عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی جو مرد عورتوں کی اور جو عورت مردوں کی مشابہت اختیار کرے'' (یعنی بالوں میں لباس میں یا جوتا پہننے میں)۔[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والی عورتوں اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی (البتہ کسی عورت کی داڑھی مونچھ نکل آئے اس کا منڈوانا یا اکھاڑنا ممنوع نہیں ہے)۔ایک عورت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا میں نے سنا ہے کہ تم گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کرتے ہو؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کیوں نہ ان عورتوں پر لعنت کروں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جن کو کتاب اللہ میں ملعون بتایا گیا۔اس عورت نے کہا میں نے اس چیز کو پڑھا ہے جو تختیوں کے درمیان ہے (یعنی قرآن مجید)۔لیکن اس میں تو یہ بات نہیں جو تم کہتے ہو۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو اس کو (سوچ سمجھ کر) پڑھتی تو پا لیتی! کیا تو نے قرآن مجید

---

1 السنن للامام ابی دادو، کتاب الترجل،باب النهی عن کثیرمن الارفاء، ص: ۱۵۲۲، رقم: ۴۱۵۹. 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس،باب الطیب فی الراس واللحیة،ص: ۵۰۲، رقم: ۵۹۲۳. 3 اسوۂ رسول، ص: ۱۲۰. 4 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهین بالنساء، ص: ۵۰۱، رقم: ۵۸۸۵.

میں یہ نہیں پڑھا: ﴿وما آتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنه فانتھوا﴾[1] عورت نے کہا ہاں (یہ تو پڑھا ہے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں سے منع فرمایا ہے۔[2]

7 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (جو زنانہ شکل وصورت اختیار کریں) اور حکم دیا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔[3]

8 جب سر کے بالوں میں کنگھی کریں تو دائیں جانب سے شروع کریں۔ کہ سر منڈانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، یعنی یا تو سارے بال رکھے یا سارے منڈ والے، ایک حصہ کے بال رکھنا اور ایک حصہ کے منڈ وانا یا ترشوانا (یا کہیں سے بالکل چھوٹے اور کہیں سے بالکل بڑے) یہ فعل حرام ہے۔[4]

9 داڑھی میں تیل لگائیں تو داڑھی کے اس حصہ سے شروع کریں جو گردن سے ملا ہوا ہے، اور جب سر میں تیل لگائیں تو پیشانی کے رخ سے شروع کریں۔[5]

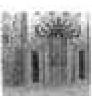
10 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکوں کی مخالفت کرو یعنی داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو (کیونکہ مشرک داڑھی کٹواتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں) ایک اور روایت میں ہے کہ مونچھوں کو پست کرو یعنی باریک تراشو اور داڑھی کو بڑھاؤ۔[6] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں کٹا کر اور داڑھیاں بڑھا کر مجوسیوں کی مخالفت کرو۔[7] ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کٹوانے اور داڑھی کے بڑھانے کا حکم فرمایا۔[8]

فائدہ!...... مونچھیں بڑھانا اور داڑھی رکھنا تمام پیغمبروں کی سنت اور مسلمانوں کا شعار ہے۔ اور مونچھیں بڑھانا اور داڑھی کٹوانا مشرکوں اور مجوسیوں کا شعار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من تشبه بقوم فھو منھم** یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہیں میں سے

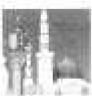
---

1 پارہ: ۲۸، سورۃ الحشر، الآیة: ۷. 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات، ص: ۵۰۳، رقم: ۵۹۳۱. 3 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس، باب اخراج: ص: ۵۰۱، رقم: ۵۸۸۶. 4 مشکاۃ المصابیح، ج: ۲، ص: ۵۰۴. 5 اسوۂ رسول اکرم، ص: ۱۲۰. 6 الصحیح للامام البخاری، کتاب اللباس، باب اعفاء اللحیٰ، ص: ۵۰۱، رقم: ۵۸۹۳. 7 الصحیح للامام مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ج: ۱، ص: ۲۲۲، رقم: ۲۶۰. 8 الصحیح للامام مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ج: ۱، ص: ۲۲۲، رقم: ۲۵۹.

ہوگا۔ پس جولوگ مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھی کٹواتے ہیں وہ مسلمانوں کا شعار ترک کر کے اہل کفر کا شعار اپناتے ہیں۔ جس کی مخالفت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے ان کو اس وعید نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان کا حشر قیامت کے دن انہی غیر قوموں کے ساتھ نہ ہو۔



11 ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں۔ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی تعلق ہو وہ اس وعید پر غور کرے۔[1]



فائدہ!...... حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل ہر مسلمان پر واجب ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے۔ پس مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کا منڈانا یا کٹوانا حرام ہے۔



12 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں، مونچھیں کٹوانا اور داڑھی کا بڑھانا۔ **فائدہ!**...... مونچھیں بڑھانا اور داڑھی بڑھانا انسان کی فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے اور چونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہی صحیح فطرت انسانی کا معیار ہے، اس لئے فطرت سے مراد انبیاء علیہم السلام کا طریقہ اور سنت بھی ہوسکتی ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مونچھیں کٹانا اور داڑھی بڑھانا سب انبیاء کرام کی متفقہ سنت ہے۔ یہ وہ مقدس جماعت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے ﴿ اولٓئک الذین ھدی اللہ فبھد ھم اقتدہ ﴾[2] اس لئے جولوگ داڑھی منڈاتے ہیں وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ داڑھی کا رکھنا فطرۃ اللہ میں شامل ہے۔ تفسیر حقانی اور تفسیر بیان القرآن وغیرہ میں ہے کہ داڑھی کا منڈانا بھی تخلیق باری تعالیٰ کو بگاڑنے میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردانہ چہرے کو فطرۃ داڑھی کی وجاہت عطا فرمائی اور قرآن مجید میں ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ میں اولادِ آدم کو گمراہ کروں گا اور میں ان کو حکم دوں گا کہ اللہ کی تخلیق کو بگاڑا کریں گے۔ پس جولوگ داڑھی منڈواتے ہیں وہ اغوا شیطانی کی وجہ سے نہ صرف اپنے چہرے کو بلکہ اپنی فطرت کو مسخ کرتے ہیں تو خلاصہ یہ ہوا کہ داڑھی کا منڈانا تین گناہوں کا مجموعہ ہے۔ 1 انسانی فطرت کی خلاف ورزی۔

---

1 السنن للامام ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، ج:۱۲، ص:۶۸، رقم: ۴۰۳۳۔

2 السنن للامام النسائی، کتاب الزینۃ، باب احفاء الشوارب واعفاء اللحیٰ، ج۸، ص: ۱۸۱، رقم: ۵۲۶۲۔

2. تمام انبیاء علیہم السلام کی مخالفت۔ 3. شیطانی اغوا سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بگاڑنا۔

13 امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک اتنی گھری اور گنجان تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔[1]

14 ایک مشت یا اس سے بڑی داڑھی رکھنا۔[2]

15 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کے طول و عرض سے نکلے ہوئے زائد بال کاٹ دیا کرتے تھے۔ اس کی وضاحت صحیح بخاری کی جلد دوم کتاب اللباس کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حج و عمرہ سے فارغ ہونے کے موقع پر احرام کھولتے تو داڑھی کو مٹھی میں لے کر زائد حصہ کاٹ دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اس مضمون کی روایت منقول ہے۔[3] اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ داڑھی کی شرعی مقدار (تینوں اطراف سے) کم از کم ایک مشت ہے (ہدایہ کتاب الصوم)۔ پس جس طرح داڑھی کا منڈانا حرام ہے اسی طرح ایک مشت سے کم کرنا بھی حرام ہے۔

داڑھی کٹوانے یا اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے والوں کیلئے تنبیہات

1. اسلام کے شعائر کی توہین کرنا، مذاق اڑانا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کی تحقیر کرنا کفر ہے جس سے آدمی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو اسلام کا شعار اور تمام انبیاء کرام کی متفقہ سنت فرمایا ہے۔ پس جو لوگ داڑھی سے نفرت کرتے ہیں یا اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں یا ان کے اعزہ میں سے اگر کوئی داڑھی رکھنا چاہے اور وہ اسے روکتے ہیں یا اس کو طعنہ زنی کرتے ہیں یا دولہا کے داڑھی منڈائے بغیر اس کو رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے یا داڑھی بڑھانے کو عیب جانتے ہیں اس قسم کے لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہیے۔ ان کو لازم ہے کہ توبہ کریں اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت کو اللہ اور رسول کے حکم کے موافق بنادیں۔[4]

2. جو حافظ داڑھی منڈواتے ہیں یا کترواتے ہیں وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب اور فاسق ہیں۔ چنانچہ تراویح میں بھی ان کی امامت جائز نہیں۔ ان کی اقتداء میں نماز مکروہِ تحریمی یعنی عملاً حرام

---

1 پارہ:۷، سورۃ الانعام،الآیۃ:۹۰۔ 2 مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب،باب فضائل سیدالمرسلین،ج:۳،ص:۲۵۶،رقم:۵۷۷۹۔ 3 اسوہ رسول اکرم،ص:۱۲۱۔ 4 نصب الرایہ جلد۲ صفحہ ۴۵۸۔

ہے اور جو حافظ صرف رمضان المبارک میں داڑھی رکھ لیتے ہیں اور بعد میں صاف کرا دیتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔ ایسے شخص کو فرض نماز اور تراویح میں امام بنانے والے بھی فاسق اور گناہ گار ہیں۔[1]

3. بعض حضرات حج کے دوران یا حج سے واپس آ کر داڑھی منڈواتے ہیں یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں ان کی حالت عام لوگوں سے زیادہ قابل رحم ہے اس لئے کہ اللہ رب العزت کے گھر میں بھی کبیرہ گناہ سے باز نہیں آتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہی حج مقبول ہوتا ہے جو گناہوں سے پاک ہو۔ بعض اکابرین حج کے مقبول ہونے کی علامت یہ لکھتے ہیں کہ حج سے آدمی کی زندگی میں دینی انقلاب آ جائے یعنی حج کے بعد اطاعات کی پابندی اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنے لگے۔ جس شخص کی زندگی میں حج سے کوئی تغیر نہیں آیا تو ایسے شخص کا حج درحقیقت حج نہیں بلکہ سیر وتفریح ہے۔ گو فقہی طور پر اس کا فرض ادا ہو جائے گا لیکن حج کے ثواب، برکات اور ثمرات سے وہ محروم رہے گا۔ کس قدر حسرت وافسوس کا مقام ہے کہ آدمی ہزاروں روپے کے مصارف بھی اٹھائے اور سفر کی مشقتیں بھی اس کے باوجود گناہوں سے توبہ کی توفیق نہ ہو جیسے گیا تھا ویسے ہی خالی ہاتھ واپس آ گیا۔ جو حضرات حج وعمرہ کے لئے تشریف لے جائیں ان کا فرض ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلے اپنی مسخ شدہ شکل اور اس گناہ سے سچی توبہ کریں اور آئندہ ہمیشہ کے لئے اس فعلِ حرام سے بچنے کا عزم کریں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیخ سعدی کے اس شعر کے مصداق بن جائیں۔

خر عیسی اگر بمکہ رود
چوں کہ باز آید ہنوز خر باشد

اگر عیسی کا گدھا مکے بھی چلا جائے جب واپس آئے گا تب بھی گدھا ہی رہے گا۔

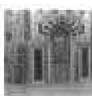
انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ روضہ اطہر پر سلام پیش کرنے کے لئے کس منہ سے حاضر ہوں گے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد شاہ ایران کی طرف سے آیا جن کی داڑھی منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر کرنا بھی پسند نہیں کیا۔[2]

4. داڑھی منڈانے کا کبیرہ گناہ ایک اعتبار سے چوری اور بدکاری سے بھی بدتر ہے کہ وہ وقتی

---

1 اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص: ۲۳۳۔ 2 اختلاف اور صراط مستقیم، ص: ۲۲۶۔

گناہ ہیں لیکن داڑھی منڈانے (یا ایک مشت سے کم کتروانے) کا گناہ چوبیس گھنٹے کا گناہ ہے۔ آدمی داڑھی منڈا کر نماز کی حالت میں بھی گناہ گار، حج کی حالت میں بھی گناہ گار، روزہ کی حالت میں بھی گناہ گار، زکوٰۃ دیتے وقت بھی گناہ گار اور قربانی کرتے وقت بھی گناہ گار رہتا ہے۔

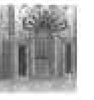
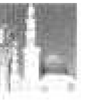


الغرض ہر عبادت کے وقت یہ گناہ اس کے ساتھ ساتھ لگا رہتا ہے۔ لہذا تمام مسلمانوں سے التماس ہے کہ ایسے پرفتن دور میں اس عظیم سنت پر عمل کریں اور تمام مسلمان بھائیوں کو اس سنت پر عمل کرائیں کیونکہ ایک سنت کے احیاء سے سوشہیدوں کا ثواب مرحمت ہوتا ہے۔



5. بعض حضرات اس لئے داڑھی نہیں رکھتے کہ اگر ہم داڑھی رکھ کر کوئی غلط کام کریں گے تو اس سے داڑھی والوں کی بدنامی ہوگی اور داڑھی کی بے حرمتی ہوگی۔ لیکن اگر ذرا غور و تامل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ خیال بھی شیطان کی ایک چال ہے جس کے ذریعہ شیطان بہت سے لوگوں کو دھوکا دے کر اس فعل حرام میں مبتلا کرتا رہا ہے۔ اس کی ایک مثال یوں سمجھ لیجئے: ایک مسلمان دوسروں سے دغا وفریب کرتا ہے جس کی وجہ سے پوری اسلامی برادری کی بدنامی ہوتی ہے اب اگر شیطان اسے یہ پٹی پڑھائے کہ تمہاری وجہ سے اسلام اور مسلمان بدنام ہو رہے ہیں اسلام کی حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ تم نعوذ باللہ سکھ یا یہودی بن جاؤ کیا اس وسوسہ کی وجہ سے اسلام چھوڑ دینا چاہیے؟ ہرگز نہیں۔ ہر مسلمان کے ضمیر سے یہی آواز آئے گی نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر اس کے دل میں اسلام کی واقعی حرمت وعظمت ہوگی تو وہ اسلام کو نہیں چھوڑے گا بلکہ ان برائیوں سے کنارہ کشی کرے گا جو اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا موجب ہیں۔ ٹھیک اسی طرح اگر شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تم داڑھی رکھ کر برے کام کرو گے تو داڑھی والے بدنام ہوں گے اور یہ چیز داڑھی کی حرمت کے خلاف ہے تو اس کی وجہ سے داڑھی کو خیرباد نہیں کہا جائے گا بلکہ ہمت سے کام لے کر خود ان برے افعال سے بچنے کی کوشش کی جائے گی جو داڑھی کی حرمت کے منافی ہیں اور جن سے داڑھی والوں کی بدنامی ہوتی ہے۔ آخر یہ کیوں فرض کر لیا جاتا ہے کہ ہم داڑھی رکھ کر برے اعمال نہیں چھوڑیں گے؟

اگر دل میں واقعی اس شعارِ اسلام کی حرمت ہے تو عقل و دین کا تقاضا یہ ہے کہ داڑھی رکھیں اور یہ عزم کر لیں کہ انشاء اللہ اس کے بعد کوئی گناہ کبیرہ ان سے سرزد نہیں ہوگا اور ساتھ ساتھ یہ دعا بھی کیا کریں کہ اللہ رب العزت انہیں اس شعار اسلام کی حرمت کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بہرحال اس موہوم اندیشہ کی بنا پر کہ کہیں ہم داڑھی رکھ کر اس کی حرمت قائم رکھنے میں


کامیاب نہ ہوں، اس عظیم الشان شعار اسلام سے محروم ہو جانا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس شعار اسلام کو خود بھی اپنائیں اور معاشرہ میں اس کو زندہ کرنے کی کوشش کریں تاکہ قیامت کے دن مسلمانوں کی شکل وصورت میں انکا حشر ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور حق تعالی شانہ کی رحمت کے مستحق بن سکیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے مگر جس نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ انکار کون کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری حکم عدولی کی اس نے انکار کیا۔[1]

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

16 لبوں کے بال کتروانے، ناخن کٹوانے، بغل کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال مونڈنے میں چالیس دن سے زیادہ وقفہ نہ کریں۔[2] چالیس روز سے زیادہ گزر جائیں تو گناہ گار ہوگا۔ جتنا بھی ہو سکے جلد سے جلد صفائی کریں۔ کم از کم ایک ہفتہ میں ان تمام امور کی صفائی ہو۔[3]

17 ناخن کاٹنے کا مسنون طریقہ

سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی، پھر بیچ کی انگلی، پھر اس کے برابر والی انگلی، پھر چھنگلیا۔ الٹے ہاتھ کی چھنگلیا، پھر اس کے برابر والی انگلی، پھر بیچ کی انگلی، پھر اس کے برابر والی انگلی، پھر انگوٹھا اور اسکے بعد سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا۔ سیدھا پاؤں چھنگلیا سے شروع کرے اور بالترتیب انگوٹھے پر ختم کرے اور الٹے پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کرے اور بالترتیب چھنگلیا پر ختم کرے۔

18 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پندرھویں دن ناخن کاٹتے تھے۔[4]

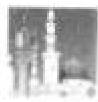
19 عورتوں کو ناخنوں پر مہندی لگانا چاہیے۔ آج کل نیل پالش کی وبا عام ہو رہی ہے۔ اگر کسی نے لگایا ہو تو وضو اور غسل جنابت کے لئے اس کو صاف کرلے ورنہ وضو وغسل نہیں ہوگا۔[5]

20 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی لگا کر بھی داڑھی مبارک میں کنگھا کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں چہرۂ انور دیکھتے تو زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا فرماتے: اَللّٰھُمَّ

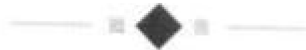
1 اختلاف امت اور صراط مستقیم تلخیصاً، ص:۲۳۷. 2 الصحیح للامام مسلم، کتاب الطھارۃ، باب 3 اسوۂ رسول اکرم، ص:۱۲۳. 4 اسوئہ رسول اکرم ا، ص:۱۲۲. 5 اسوۂ رسول اکرم ا، ص:۱۲۳.

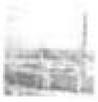
حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي وَأَوْسِعْ عَلَيَّ فِي رِزْقِي.[1] ایک روایت میں یہ دعا بھی ہے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي.[2]

21 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفید بالوں کو نہ اکھاڑو کیونکہ یہ قیامت کے دن مومن کے لئے نور ہوں گے۔[3]



اللہ رب العزت ہم سب کو ان ہدایات وسنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین





1 المسند للامام ابی یعلی الموصلی، ج۵،ص: ۳۹.لم اجد هذه الزيادة بقوله واوسع علی فی رزقی. 2 اسوہ رسول اکرم،ص: ۱۲۰. 3 السنن للامام ابی داود، کتاب الترجل،باب فی نتف الشیب،ص: ۱۵۲۸،رقم: ۴۲۰۲.

باب۔۱۴

سلام کے متعلق ہدایات اور سنتیں

عن ابی هريرة رضی اللہ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتدخلون الجنة حتى تؤمنوا ولاتؤمنوا حتى تحابوا أولاادلكم على شيء إذافعلتموه تحاببتم افشوا السلام بينكم.[1] ترجمہ:.....حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس وقت تک بہشت میں داخل نہیں ہو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا جب تک تم آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تم کو ایک ایسی بات نہ بتلاؤں جب تم اس پر عمل کرو تو تمہارے درمیان محبت بڑھے اور وہ بات یہ ہے کہ سلام کو رواج دو۔ (یعنی آپس میں آشنا و نا آشنا سب کو سلام کرو)۔

دنیا کی ہر مہذب قوم میں اس کا رواج ہے کہ جب آپس میں ملاقات کریں تو کوئی کلمہ آپس کی مونست اور اظہار محبت کے لئے کہیں۔ لیکن موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی سلام جتنا جامع ہے کوئی دوسرا ایسا جامع نہیں کیونکہ اس میں صرف اظہار محبت ہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ حق محبت بھی ہے کہ اس سلام میں یہ دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام آفات وآلام سے سلامت رکھیں۔ پھر دعا بھی صرف زندہ رہنے کی نہیں بلکہ حیات طیبہ کی دعا ہے یعنی تمام آفات وآلام سے محفوظ رکھنے کی۔ اسی کے ساتھ اس کا بھی اظہار ہے کہ ہم اور تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ ایک دوسرے کو کوئی نفع بغیر خدا کی مرضی کے نہیں پہنچا سکتا۔ اس معنی کے اعتبار سے یہ کلمہ ایک عبادت بھی ہے اور مسلمان بھائی کو معبود حقیقی اللہ رب العزت کی یاد دلانے کا ذریعہ بھی ہے۔

امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں امام ابن عیینہ کا یہ قول نقل کیا ہے: أتدری ماالسلام؟یقول أنت آمن منی یعنی تم جانتے ہو کہ سلام کیا چیز ہے؟ سلام کرنے والا یہ کہتا ہے کہ تم مجھ سے مامون ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تحیہ یعنی السلام علیکم ایک عالمگیر جامعیت رکھتا ہے۔ سلام میں ان پانچ امور کا عظیم فائدہ مستور ہے: 1. اس میں اللہ کا ذکر بھی ہے 2. تذکیر بھی 3. اپنے مسلمان

1 الصحیح للامام مسلم، کتاب الآداب، باب السلام، ج: ۲، ص: ۲۱۱۔

بھائی سے اظہار محبت بھی 4. اس کے لئے بہترین دعا بھی 5. اس سے معاہدہ بھی کہ میرے ہاتھ اور زبان سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ کاش مسلمان اگر اس کلمہ کو رسم کی طرح ادا نہ کریں بلکہ اس کی حقیقت کو سمجھ کر اختیار کریں تو شاید پوری قوم کی اصلاح کے لئے یہی کافی ہو جائے۔

سلام کی عظمت

1 حدیث پاک میں ہے جسے بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو پیدا فرمانے کے بعد ان سے فرمایا جاؤ اور اس (فرشتوں کی) جماعت کو (جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی) سلام کرو اور سنو وہ کیا جواب دیتے ہیں وہ جو جواب دیں وہ تیرا اور تیری اولاد کا جواب ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام گئے اور فرشتوں کی جماعت کو مخاطب کر کے **السلام علیکم** کہا، فرشتوں نے جواب میں کہا **وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ**۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ فرشتوں نے "**ورحمۃ اللہ**" کا لفظ زیادہ کیا۔[1]

2 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب اللہ تعالیٰ کے فرشتے خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے سلام کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ فرمایا: ﴿**ولقد جاءت رسلنا ابراھیم بالبشری قالوا سلمًا قال سلم**﴾ [2]

3 ایک مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب پیغمبر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جب وہ لوگ آپ کے پاس آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ ان کو السلام علیکم سے خطاب فرمائیں۔ فرمایا: ﴿**واذا جاءک الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ**﴾ [3] اور جب وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ (ان کو بشارت سنانے کے لئے) یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے (یعنی **السلام علیکم**) (اور مزید انہیں یہ بھی کہہ دیجئے کہ) تمہارے رب نے (اپنے فضل و کرم سے) رحمت کرنا (اور تم کو نعمتیں دینا) اپنے ذمے مقرر کر لیا ہے۔

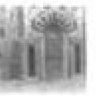
4 اور جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہونے کے لئے جائیں گے تو وہاں کے محافظ فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے بطور اعزاز و اکرام کے یوں کہیں گے ﴿**سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین**﴾ [4] کہ **السلام علیکم** تم مزے میں رہو سو اس (جنت) میں ہمیشہ

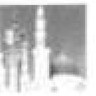
---

1 الصحیح للامام مسلم، کتاب الاداب، باب السلام، ج:۲، ص:۲۱۱. 2 پارہ:۱۲، سورۃ ھود، الآیۃ:۶۹. 3 پارہ:۷، سورۃ الانعام، الآیۃ:۵۴. 4 پارہ:۲۴، سورۃ الزمر، الآیۃ:۷۳.

رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔

5 سورۃ الواقعہ میں جنتیوں کے عیش وآرام اور جنت کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے آگے فرمایا: ﴿لایسمعون فیھالغوا ولاتأثیما الاقیلا سلما سلما﴾ [1] وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات۔ بس ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔ ﴿والملائکة یدخلون علیھم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار﴾ [2] ﴿تحیتھم فیھا سلام﴾ [3] یہ دلیل ہے سلام کے جنتیوں کے اعزاز واکرام کی۔





6 اور سب سے بڑا اعزاز واکرام جنتیوں کے لئے وہ وقت ہوگا جب رب العالمین کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا: ﴿سلام قولا من رب رحیم﴾ [4] یعنی حق تعالیٰ فرمائیں گے: السلام علیکم یا أھل الجنة. [5]



ان حوالہ جات کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد تک اور آخری بڑی نعمت رب کی رضا اور سلام فرمانے تک ہر موقع پر سلام کا طریقہ ''السلام علیکم'' ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی سلام بنائے گئے ہیں ان کی نہ کوئی شرعی حیثیت ہے اور نہ اجر وثواب۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے باہم سلام کے رواج دینے کی بڑی تاکید فرمائی اور متعدد روایات میں جو کتب احادیث میں کثرت سے منقول ہیں سلام کے فضائل وبرکات اور اجر وثواب بیان فرمائے اور محبت کا ذریعہ بیان فرمایا جیسا کہ حدیث بالا میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ نیز ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اسلام کے اعمال میں سب سے افضل کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو خواہ تم اس (سلام کیے جانے والے) کو پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے۔ [6]

سلام میں پہل کرنا اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے

ایک حدیث میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ [7]

---

1 پارہ: ۲۷، سورۃ الوقعة، الآیة: ۲۵، ۲۶. 2 پارہ: ۱۳، سورۃ الرعد، الآیة: ۲۳، ۲۴. 3 پارہ: ۱۱، سورۃ یونس، الآیة: ۱. 4 پارہ: ۲۳، سورۃ یس، الآیة: ۵۸. 5 السنن للامام ابن ماجه، کتاب السنة، باب فیما انکرت الجھمیة، ج: ۱، ص: ۲۲۵، رقم: ۱۸۹ 6 الصحیح للامام مسلم، کتاب الآدب، باب السلام، ج: ۲، ص: ۱۲۱، رقم: ۴۲۲۹. 7 مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، ج: ۳، ص: ۹، رقم: ۴۶۲۵.

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بڑا بخیل ہے وہ شخص جو سلام میں بخل کرے۔[1]

طوالت کے خوف سے صرف چند روایات نقل کی ہیں ورنہ سلام کے بارے میں صحاح ستہ میں احادیث کا ذخیرہ موجود ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو اثر ہوا اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اکثر بازار میں صرف اس لئے جایا کرتے تھے کہ جو مسلمان ملے اس کو سلام کر کے عبادت کا ثواب اور اللہ کا قرب حاصل کریں کچھ خرید و فروخت مقصود نہ ہوتی تھی۔[2]

سلام اور اس کے آداب

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو سلام اور اس کے آداب بھی بتلائے ہیں فرمایا: ﴿و اذا حييتم بتحية فحيوا بأحسن منها او ردوها﴾[3] اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں سلام کا جواب دو یا ویسے ہی الفاظ کہدو۔ اسلام سے قبل عرب والوں کی یہ عادت تھی کہ جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو حیاک اللہ، انعم اللہ صباحا، انعم اللہ بک عینا، وغیرہ الفاظ سے سلام کیا کرتے تھے، اسلام نے اس طرزِ تحیۃ کو بدل کر "السلام علیکم" کہنے کا طریقہ جاری کیا جس کے معنی ہیں تم ہر تکلیف و رنج اور مصیبت سے سلامت رہو۔

قرآن مجید میں یہ ارشاد فرمایا: کہ تمہیں سلام کیا جائے تو اس کا جواب اس سے بہتر الفاظ میں دو یا کم از کم ویسے ہی الفاظ کہدو۔ مثلاً کسی نے آ کر کہا "السلام علیکم" تو آپ جواب دیں وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ اگر کسی نے سلام میں تینوں الفاظ کہد یئے تو جواباً صرف ایک کلمہ وعلیکم کہ دیا جائے تو وہ بھی ادا بالمثل کے حکم میں حکم قرآنی "او ردوھا" کی تعمیل کے لئے کافی ہے (اگر تین کلمہ کے جواب میں تینوں الفاظ کہدیں تب بھی صحیح ہے)۔[4]

سلام کے متعلق آداب اور سنتیں

1. ابتدائے سلام تو اکثر علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

---

1 الموطأ للامام مالک، کتاب الآداب، باب السلام، ج: ۲، ص: ۱۶۷، رقم: ۴۶۶۵.

2 الموطأ للامام مالک، کتاب الآداب، باب السلام، ج: ۲، ص: ۱۶۷، رقم: ۴۶۶۴.

3 پارہ: ۵، سورۃ النساء، الآیۃ: ۸۶. 4 معارف القرآن، ج: ۲، ص: ۵۰۰.

نے فرمایا کہ ابتداء سلام کرنے میں تو اختیار ہے لیکن سلام کا جواب دینا فرض ہے۔ ایک روایت میں فرمایا سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہے۔[1] یہ جو حکم ہوا کہ سلام کا جواب دینا واجب ولازم ہے۔ اس سے چند حالات مستثنیٰ ہیں جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اگر اس کو کوئی سلام کرے تو اس پر جواب دینا لازم نہیں بلکہ مفسد نماز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص خطبہ دے رہا ہو، تلاوت میں مشغول ہو، اذان یا اقامت کہہ رہا ہو، دینی کتابوں کا درس دے رہا ہو، وضو کر رہا ہو یا انسانی ضروریات کھانا، پینا استنجا وغیرہ میں مشغول ہو اس کو اس حالت میں سلام کرنا جائز نہیں اور اس کے ذمہ جواب دینا بھی لازم وواجب نہیں۔

2 سلام کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ زبان سے السلام علیکم کہے (اگر دور سے سلام کریں تو ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے زبان سے بھی السلام علیکم کہیں) ورنہ یہود ونصاری کا طریقہ کہلائے گا جو خلاف سنت ہے۔[2]

3 جب کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو اولاً سلام کریں اور پورا سلام کرنا یہ ہے کہ سلام کے بعد مصافحہ بھی کریں اور پھر اس کی خیریت پوچھیں (عورتیں عورتوں سے مصافحہ کر سکتی ہیں)۔[3]

4 قرآن وحدیث میں سلام کا طریقہ صرف لفظ السلام علیکم ہی بتایا گیا ہے اس کے علاوہ کوئی لفظ مسنون نہیں۔

5 جب کوئی شخص اپنے گھر جائے تو اپنے گھر والوں کو سلام کرے کہ اس سے اس کے اور اس کے سب گھر والوں کے لئے برکت ہوگی۔[4]

6 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلام سے پہلے سلام کرنا چاہیے۔[5] فائدہ! معلوم ہوا کہ کسی بھی طرح بات شروع ہو خواہ فون پر کیوں نہ ہو السلام علیکم سے کلام کی ابتداء کریں اور ہیلو وغیرہ غیر اسلامی کلمات کہنے سے اجتناب کریں۔

7 جو شخص سواری پر سوار ہو اس کو چاہیے کہ پیادہ چلنے والوں کو خود سلام کرے اور جو چل رہا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور جو لوگ تعداد میں قلیل ہوں وہ کسی بڑی جماعت پر گزریں تو ان کو چاہیے کہ سلام میں ابتدا کریں۔[6] بخاری کی ایک روایت میں فرمایا چھوٹا (کمسن) سلام کرے

---

1 بیھقی: کتاب الاداب باب السلام، ج:۲، ص:۱۶۷، رقم:۲۶۶۲۔ 2 ترمذی: کتاب الاداب باب المصافحة والمعانقة، ج:۲، ص:۱۶۴، رقم:۲۶۴۹۔ 3 ترمذی: کتاب الاداب باب المصافحة والمعانقة، ج:۲، ص:۱۷۰، رقم:۲۶۸۱۔ 4 ترمذی: کتاب الاداب باب السلام، ج:۲، ص:۱۶۵، رقم:۲۶۵۲۔ 5 ترمذی: کتاب الاداب باب السلام، ج:۲، ص:۱۶۵، رقم:۲۶۵۳۔ 6 مسلم: کتاب الاداب باب السلام، ج:۲، ص:۱۶۲، رقم:۲۶۳۲۔

بڑے کو۔

8 بچوں کو بھی سلام کرنا سنت ہے۔[1]

9 یہود و نصاریٰ (اور دیگر کافروں) کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ اگر یہود و نصاریٰ (اور دیگر کافر غیر مذہب کے لوگ) جب تم کو سلام کریں تو تم ان کے جواب میں وعلیکم کہو (یعنی تم پر بھی)۔[2]

10 جب کوئی کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور اگر بیٹھنے کی ضرورت ہو تو بیٹھ جائے۔ اور پھر جب چلنے لگے تو دوبارہ سلام کرے اس لئے کہ پہلی مرتبہ کا سلام دوسرا سلام کرنے سے بہتر نہیں ہے۔ (یعنی دونوں سلام حق اور مسنون ہیں)۔[3]

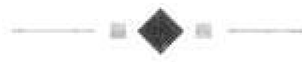
11 ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر اور تیرے باپ پر سلامتی ہو۔[4]

12 ایک مسلمان بھائی سے بار بار ملاقات ہو تو ہر مرتبہ سلام کرنا چاہیے اور جس طرح اول ملاقات کے وقت سلام مسنون ہے اسی طرح رخصت کے وقت بھی سلام مسنون ہے اور ثواب ہے۔[5]

13 کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے کہ جب وہ ملیں تو یہ ایک طرف منہ پھیر لے اور دوسرا دوسری طرف اور دونوں میں اچھا وہ ہے جو سلام کی ابتدا کرے۔[6]

14 نماز کے آخر میں جب آدمی سلام پھیرے تو دائیں طرف سلام پھیرتے وقت یہ نیت کرلے کہ میرے دائیں جانب جتنے مسلمان اور فرشتے ہیں ان سب پر سلامتی بھیج رہا ہوں اور اسی طرح بائیں جانب بھی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو ان سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 مسلم: کتاب الاداب باب السلام، ج: ۲، ص: ۱۲۲، رقم: ۴۱۳۴. 2 مسلم کتاب الاداب باب السلام، ج: ۲، ص: ۱۲۲، رقم: ۴۱۳۵، ۴۱۳۷. 3 ترمذی: کتاب الاداب باب السلام، ج: ۲، ص: ۱۲۲، رقم: ۴۲۲۰. 4 ابوداؤد: کتاب الاداب باب السلام، ج: ۲، ص: ۱۲۵، رقم: ۴۲۵۵. 5 ابوداؤد کتاب الاداب باب السلام، ج: ۲، ص: ۱۲۵، رقم: ۴۲۵۰.
6 بخاری: کتاب الاداب باب ماینهی عن التهاجر والتقاطع، ج: ۲، ص: ۱۲۲۱.

مصافحہ و معانقہ کے متعلق سنتیں

عن قتادة قال قلت لأنس كانت المصافحة في اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال نعم...... حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا مصافحہ کا دستور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں تھا؟ انہوں نے فرمایا ہاں ۔[1]

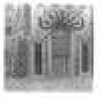
سلام کے ساتھ عموماً مصافحہ بھی ہوتا ہے اور کبھی معانقہ بھی ۔ آج کے دور میں ایک طرف انگریزوں کی طرف سے رواج چلا کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہیے ۔ دوسری طرف بعض حلقوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ مصافحہ تو ایک ہاتھ سے کرنا سنت ہے دونوں ہاتھوں سے کرنا سنت نہیں ۔ یہ خیال سراسر غلط ہے اس لئے کہ حدیث میں مفرد کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے اور تثنیہ کا بھی ۔ لیکن کسی حدیث میں واضح طور پر کہیں نہیں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا ۔ جب کہ کئی روایتوں میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کا ذکر موجود ہے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے التحیات اس طرح یاد کرائی کہ ''كفي بين كفيه'' یعنی میرے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہتھیلوں کے درمیان تھے ۔[2]

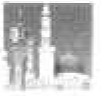
صحیح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مصافحہ کے بیان پر جو باب قائم کیا ہے اس میں حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا بیان کیا ہے ۔[3] اگر کوئی شخص ایک ہاتھ سے مصافحہ کر لے تو جائز ہو جائے گا لیکن طریقہ وہ اختیار کرنا چاہیے جو سنت سے زیادہ قریب ہو اور جس طریقہ کو علماء فقہاء اور بزرگان دین نے سنت سے زیادہ قریب سمجھ کر اختیار کیا ہو ۔

---

1 الصحيح للامام البخاري: كتاب الآداب، باب المصافحة، ج:۲، ص: ۹۲۶، رقم: ۶۲۶۳.
2 بخاري: كتاب الاستئذان، باب المصافحة، ص: ۹۲۶. 3 بخاري: كتاب الاستئذان باب الاخذ باليدين، ص: ۹۲۶.

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک مرتبہ انتہائی درجہ سرور وفرحت کے ساتھ فرمایا کہ میں نے ان ہاتھوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا میں نے کبھی کسی قسم کی حریر یا ریشم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں دیکھی۔ان کے شاگرد نے شوق سے عرض کیا کہ میں بھی ان ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں جن ہاتھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا۔[1] فائدہ! حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کے ان الفاظ سے (کہ میں نے ان ہاتھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا) بات بالکل واضح ہو رہی ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا ہی سنت ہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جنھوں نے دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے اور ظاہر ہے کہ مصافحہ کا بھی بار ہا موقع ملا ہوگا تو حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ قول قابل حجت ہے۔







مصافحہ کرنے سے متعلق ہدایات

1 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصافحہ کیا کرو اس سے کینہ دور ہوتا ہے اور ہدیہ وتحفہ (ایک دوسرے کے پاس) بھیجا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے اور دشمنی جاتی رہتی ہے۔[2]

2 حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے جب کوئی کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کرے یا کسی دوست سے ملے تو کیا وہ (اس کی تعظیم وتکریم) کے لئے سر جھکائے؟۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ نہیں۔اس شخص نے کہا کہ کیا اس سے معانقہ کرے (یعنی اس سے گلے ملے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔اس شخص نے پھر پوچھا کہ کیا اس کے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر مصافحہ کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (ترمذی) زرین رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا اور زیادہ نقل کیا ہے: مگر وہ بھائی یا دوست سفر سے آیا ہو تو معانقہ کر سکتا ہے۔[3]

3 جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے اور ابوداؤد کی روایت کے یہ الفاظ ہیں جب دو مسلمان باہم ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ کی حمد کریں اور بخشش چاہیں تو ان کو بخش دیا جاتا ہے۔[4]

---

1 مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب فضائل سید المرسلین، ج: ۳، ص: ۲۵۷، رقم: ۵۷۸۷. 2 مالک: کتاب الاداب باب السلام، ج: ۲، ص: ۱۷۱، رقم: ۳۲۹۳. 3 مشکوۃ المصابیح: کتاب الاداب باب المصافحۃ والمعانقۃ، ج: ۲ ص: ۱۷۰، رقم: ۴۶۸۰. 4 ابوداؤد: کتاب الاداب باب المصافحۃ، ج: ۲، ص: ۱۶۹، رقم: ۴۶۷۹.

معانقہ کا ثبوت

4 حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر گھسیٹتے ہوتے (جوش محبت سے) دروازے پر پہنچے ان سے معانقہ کیا (یعنی گلے لگایا) اور پیشانی پر بوسہ دیا۔[1] دوسرا قصہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ حبشہ سے واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔[2] فائدہ! ان مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ جب آپس میں مقیم ہونے کی صورت میں ملاقات ہو تو سلام کے ساتھ ساتھ مصافحہ کرنا چاہیے اور گر کوئی عزیز یا دوست سفر سے آیا ہو تو سلام کے ساتھ ساتھ معانقہ بھی کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب آپس میں ملاقات کیا کرتے تھے تو مصافحہ کیا کرتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تو آپس میں معانقہ کیا کرتے تھے۔[3]

5 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تو آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے اس وقت تک نہ کھینچتے تھے جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لے۔ فائدہ! معلوم ہوا کہ مصافحہ میں جلد بازی نہ کریں بلکہ شگفتگی کے ساتھ مصافحہ کرنا چاہیے۔

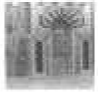
6 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث بالا میں یہ وصف بھی بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کے وقت اپنا چہرہ مبارک اس وقت تک نہیں پھیرتے تھے جب تک کہ سامنے والا اپنا چہرہ نہ پھیر لے۔ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس سنت پر عمل کرنے میں بڑا مجاہدہ ہے لیکن انسان کی اپنی طرف سے یہی کوشش ہونی چاہیے کہ جب تک ملاقات کرنے والا خود ملاقات کر کے رخصت نہ ہو اس وقت تک اپنا چہرہ اس سے نہ پھیرے۔ البتہ کہیں مجبوری ہو جائے تو دوسری بات ہے۔[4]

7 اپنے کسی عزیز یا کسی دوست کا پیشانی پر بوسہ لینا بھی سنت ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے

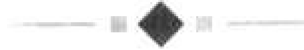
---

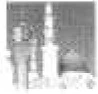
1 ترمذی: کتاب الاداب باب المعانقة، ج:۲،ص:۱۷۰،رقم: ۲۶۸۲. 2 ابوداؤد: کتاب الاداب باب المعانقة، ج:۲،ص:۱۷۰،رقم:۲۶۸۶. 3 اسوہ رسول اکرم ص:۳۳۱. 4 السنن للامام ابن ماجه، کتاب الادب، باب اکرام الرجل جلیسه، ص:۲۶۵۰.

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے نواسے) حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ کا بوسہ لیا اس وقت آپ کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ تعالی عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا جو شخص (اولاد یا اللہ کی مخلوق پر) مہربانی یا شفقت نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔[1]



اللہ تعالی ہم سب کو ان سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین







1 مسلم: کتاب الاداب باب المصافحة والمعانقة، ج: ۲، ص: ۱۲۹، رقم: ۳۲۷۸.

باب ۔١٦

مجلس ومحفل کے متعلق آداب وسنتیں

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنهما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه ثم یجلس فیه ولکن تفسحوا وتوسعوا ...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی شخص کو اپنے بیٹھنے کے لئے اس کی جگہ سے کھڑا نہ کرے لیکن (مجلس میں آنے والے کے لئے) تھوڑا سا کھسک جاؤ اور جگہ دو۔[1]

قرآن مجید میں ایک مقام پر انسانوں کو نیک اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ جیسی صحبت اختیار کرے گا ویسے ہی اثرات اس کی زندگی پر مرتب ہونگے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

اچھے کی صحبت تجھے اچھا بنادے گی اور برے کی صحبت برا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یاایها الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین﴾[2] اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور رہو سچوں کے ساتھ۔ یعنی اللہ کے نافرمان لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیے، مثلاً شرک وبدعات کی مجلس یا لغویات قسم کی مجلس یا جس مجلس میں انبیاء علیہم السلام یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کسی قسم کی تبرابازی ہو یا گانوں وغیرہ کی محفل یا خلاف سنت کوئی بھی محفل ہو اس سے بچنا چاہیے اور صادقین کی صحبت اختیار کرنا چاہیے۔ یہاں صادقین کا لفظ اختیار فرما کر نیک بندوں کی پہچان بھی بتلا دی کہ صالح صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جس کا ظاہر وباطن یکساں ہو، نیت وارادے کا بھی سچا ہو، قول کا بھی سچا ہو، عمل کا بھی سچا ہو۔ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے سے یہی صفات حاصل ہوں گی۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ

---

1 الصحیح للامام البخاری: کتاب الاداب، باب القیام، ج: ۲، ص: ۱۷۲، رقم: ۶۲۹۶۔

2 پارہ: ۱۱، سورۃ التوبۃ، الآیۃ: ۱۱۹۔

تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی جن صفات کو بیان فرمایا ہے ان میں ایک صفت یہ بھی بتلائی، فرمایا: ﴿والذین لایشھدون الزور﴾ [1] یعنی یہ لوگ جھوٹ اور باطل کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے۔ سب سے بڑا باطل اور جھوٹ شرک و کفر ہے اس کے بعد عام جھوٹ اور گناہ کے کام ہیں۔

مجلس زور (جھوٹ) کی تشریح

مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ایسی مجلسوں میں شرکت سے گریز کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد مشرکین کی عیدیں اور میلے ٹھیلے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن حنیفہ نے فرمایا کہ اس سے مراد گانے بجانے کی محفلیں ہیں۔ حضرت عمر بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے حیائی اور ناچ رنگ کی محفلیں مراد ہیں۔ زہریؒ اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ شراب پینے پلانے کی مجالس مراد ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں یہ ساری ہی مجالس زور کی مصداق ہیں۔ اللہ کے نیک بندوں کو ایسی محفلوں سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ لغو باطل (مجلسوں) کا بالقصد دیکھنا بھی اس کی شرکت کے حکم میں ہے۔[2]

آگے فرمایا ﴿واذامروا باللغو مروا کراماً﴾ [3] یعنی اگر لغو اور بیہودہ مجلسوں پر کبھی ان کا گزر اتفاقاً ہوجائے تو وہ سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتفاقاً ایک روز کسی بیہودہ اور لغو مجلس پر گزر ہوا تو وہاں ٹھہرے نہیں گزرتے چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ ابن مسعود کریم ہوگئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں بیہودہ مجلس و محفل سے کریموں و شریفوں کی طرح گزر جانے کا حکم ہے۔[4]

مجلس کے آداب

جائز اور نیک مجلس کے آداب کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یاایھا الذین امنوا إذاقیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم وإذاقیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بماتعملون خبیر﴾ [5] اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم

---

1 پارہ: ۱۹، سورۃ الفرقان، الآیۃ: ۷۲. 2 معارف القرآن ج۶، ص: ۵۰۷. 3 پارہ: ۱۹، سورۃ الفرقان، الآیۃ: ۷۲. 4 معارف القرآن، جلد ششم، صفحہ: ۵۰۷. 5 پارہ: ۲۸، سورۃ المجادلۃ، الآیۃ: ۱۱.

جگہ کھول دیا کرو اور اللہ تعالیٰ تم کو (جنت میں) کھلی جگہ دے گا اور جب (کسی ضرورت سے) کہا جائے کہ (مجلس سے) اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو اور اللہ تعالیٰ (اس حکم کی اطاعت سے) تم میں سے ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں سے) ان لوگوں کے جن کو علم (دین) عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا۔

مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اگر امیر مجلس یا اس اس کی طرف سے مقرر کردہ منتظم کسی کو اس کی جگہ سے اٹھ جانے کے لئے کہیں تو ادبِ مجلس یہ ہے کہ ان سے مزاحمت نہ کریں اپنی جگہ سے اٹھ جائیں کیونکہ بعض اوقات خود صاحب مجلس کسی ضرورت سے خلوت اختیار کرنا چاہتے ہیں یا کچھ لوگوں سے کوئی راز کی بات کہنا چاہتے ہیں یا بعد میں آنے والے حضرات کے لئے اس کے سوا کوئی انتظام نہیں کر پاتے کہ بعض بے تکلف لوگوں کو مجلس یا محفل سے اٹھا دے جن کے متعلق معلوم ہو کہ ان کو کوئی نقصان مجلس سے اٹھنے میں نہیں ہوگا، یہ دوسرے وقت میں استفادہ کرسکیں گے۔ البتہ صاحب مجلس یا منتظم کے لئے یہ لازم ہے کہ طریقہ ایسا اختیار کریں کہ اٹھنے والا اپنی خفت نہ سمجھے اور اس کو ایذاء نہ پہنچے۔[1]

مجلس و محفل کے متعلق ہدایات و سنتیں

1 جو شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر کہیں چلا جائے (کسی ضرورت کے لیے) پھر واپس آجائے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔[2]

2 حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ اگر کہیں جانے کی ضرورت پیش آتی اور پھر واپس آنے کا ارادہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر کوئی کپڑا یا جوتا وغیرہ چھوڑ جاتے اس سے آپ کے اصحاب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کا علم ہو جاتا اور وہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں واپسی کا ارادہ ہو تو اپنی جگہ پر کوئی چیز چھوڑ جائیں یا کسی سے کہہ جائیں تاکہ واپسی پر پریشانی نہ ہو۔[3]

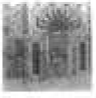
3 دو بیٹھے ہوئے آدمیوں کے درمیان جدائی نہ ڈالیں یعنی پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوئے

---

1 معارف القرآن ،ج:۸،ص:۳۳۹. 2 الصحیح للامام مسلم، کتاب الآداب، باب القیام، ج:۲، ص: ۱۷۲، رقم: ۴۲۹۷. 3 الصحیح للامام مسلم کتاب السلام، باب اذاقام من مجلسه ثم عاد، ج: ۷، ص: ۱۰، رقم: ۵۸۸۱.

آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھیں الا یہ کہ اجازت دے دیں۔[1]

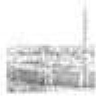
4 اہل مجلس کو چاہیے کہ بعد میں آنے والوں کو جگہ دینے کی کوشش کریں اور بعد میں آنے والوں کے لئے یہ ہدایت ہے کہ وہ کسی کو اپنی جگہ سے نہ اٹھائیں۔[2]



5 بعد میں آنے والوں کے لئے ادب یہ ہے کہ پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں میں اگر جگہ نہ ہوتو گھسنے کے بجائے کسی کنارے پر بیٹھ جائیں جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں تین آنے والے شخصوں کا ذکر ہے کہ ان میں سے ایک شخص مجلس میں جگہ نہ پانے کی وجہ سے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف فرمائی۔[3]



6 جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر باتیں کرتے تو کثرت سے آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے تھے (یعنی آسمان کے عجائبات دیکھ کر قدرت الٰہی کی طرف توجہ فرماتے)۔



7 ہر وہ اجتماع یا مجلس جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو وہ اجتماع یا مجلس قیامت کے دن حسرت وافسوس کا باعث ہوگی۔[4]

ایک روایت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ کسی نشست کے بعد اٹھیں اور اس نشست میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو تو وہاں سے ان کا اٹھنا مردار گدھے کی مانند ہے۔ (گویا وہاں سے جو لوگ اٹھے مردار کھا کے اٹھے) اور ان پر حسرت اور افسوس ہے (احمد ابوداؤد)۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر مجلس ومحفل کے اختتام پر یہ دعا پڑھ لیں تو چھوٹی موٹی بھول چوک کا کفارہ ادا ہوجائے گا:

سبحانک اللھم وبحمدک اشھدان لااله الاأنت استغفرک واتوب إلیک۔[5]

8 خوش طبعی کرنا اور اس میں سچ بولنا اور محفل میں کسی کو رسوانہ کرنا بھی مسنون ہے۔

9 اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے بچانا۔

10 کشادہ روئی اور حسن اخلاق کے ساتھ ملنا جلنا۔

11 اپنے ملنے والوں کے حالات کا استفسار کرنا۔

12 اچھی بات سن کر اس کی اچھائی اور بری بات سن کر اس کی برائی کو سمجھنا۔

13 کسی قوم کا سربرآوردہ آدمی آئے تو اس کے ساتھ عزت سے پیش آنا۔

---

1 ابو داؤد: کتاب الاداب باب القیام، ج:۲، ص:۴۷۳، رقم:۴۷۰۳۔ 2 مسلم: کتاب الاداب باب القیام، ج: ۲ ص: ۲۷۱، رقم:۴۶۹۲۔ 3 الصحیح للامام البخاری، کتاب العلم، باب من قعدحیث ینتھی به المجلس، ص: ۹، رقم:۲۲۔ 4 السنن للدارمی باب کفارۃ المجلس، ج:۸، ص: ۳۰۷۔ 5 السنن للامام النسائی، کتاب السھو، باب نوع اخرمن الذکربعدالتسلیم، ج:۵، ص: ۱۸۱۔

۱۴. مجلس و محفل میں جو جگہ مل جائے اسی جگہ بیٹھ جانا۔

۱۵. مجلس و محفل میں اٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ کرتے رہنا۔ (کم از کم) ایک بار درود شریف پڑھنا۔

۱۶. دین کی بات سن کر دوسرے مسلمان تک پہنچانا۔

۱۷. بات کا نرمی سے جواب دینا۔[1]

۱۸. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اپنے سے کمتر اور دین میں اپنے سے برتر پر نظر رکھنے کو فرماتے تھے۔

۱۹. جب تین افراد باہم اکٹھے ہوں تو تیسرے ساتھی کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں، ہاں جب سب لوگوں کے ساتھ مجلس میں ہوں تو گنجائش ہے۔ تاکہ تیسرا ساتھی کبیدہ خاطر نہ ہو جائے۔[2]

۲۰. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین مجلس وہ ہے جو کشادہ جگہ منعقد کی جائے۔ یعنی جتنے آدمی مدعو ہوں، جگہ اس سے زیادہ فراخ تلاش کی جائے۔

۲۱. حلقہ کے بیچ میں نہ بیٹھا جائے ایسے شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک نے ملعون قرار دیا ہے۔

فائدہ! اگر کسی بزرگ کو یا کسی معزز کو بیچ میں بیٹھنے کی دعوت دی جائے یہ دوسری بات ہے، ورنہ خود دوسروں پر پھلانگتے ہوئے حلقہ کے درمیان میں آکر بیٹھنا علامت تکبر اور علامت بد تمیزی ہے۔ اگر کچھ لوگ حلقہ کے بیچ میں بیٹھے ہیں اور ہر ایک کا ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہے تو کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ اس طرح درمیان میں آکر بیٹھ جائے کہ لوگوں کا آمنا سامنا ختم ہو جائے۔ اسی لئے حلقہ کے بیچ میں خود آکر بیٹھنے کی سخت ممانعت فرمائی گئی ہے۔

۲۲. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو الگ الگ ٹکڑیاں بنائے بیٹھے دیکھا تو فرمایا: مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہیں الگ الگ بیٹھے دیکھ رہا ہوں۔

فائدہ! بعض دوسری حدیثوں میں یہ اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اس ظاہری تفریق سے دل پر اثر پڑتا ہے اور مل کر بیٹھنے میں جوڑ اور محبت پیدا ہوتی ہے۔

۲۳. اس طرح نہ بیٹھنا کہ کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ حصہ سائے میں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات اور سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



---

1 مشکوۃ المصابیح، ج:۳/۹۹۔ 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب الاستیذان، باب لایتناجی اثنان، ج:۵، ص:۲۱۸.

باب۔۱۷

گفتگو کے متعلق آداب اور سنتیں

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم إِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکلمة من رضوان الله لا یلقی لها بالا یرفع الله بها درجات وان العبد لیتکلم بالکلمة من سخط الله لا یلقی لها بالا یهوی بها فی جهنم ......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ لی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بندہ بعض وقت زبان سے ایسی بات نکالتا ہے جس سے اللہ تعالی خوش ہو جاتے ہیں لیکن وہ بندہ اس حیثیت سے واقف نہیں ہوتا اور اللہ تعالی اس بات کے بدلہ میں اس کے درجات کو بلند کر دیتا ہے، اور بعض اوقات بندہ ایسی بات کہتا ہے جس سے اللہ رب العزت ناراض ہو جاتے ہیں اور وہ اس سے واقف نہیں ہوتا اور وہ بات اس کو جہنم میں لے جاتی ہے۔[1]

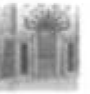
آدمی کو چاہیے کہ زبان کو بے لگام نہ چھوڑ دے بلکہ اس کی حفاظت کرے کیونکہ بعض اوقات زبان سے ایسے الفاظ بھی نکل سکتے ہیں جو چند لمحات کے اندر دوست کو دشمن اور اپنے کو بیگانہ بنادیتے ہیں۔یہی زبان اپنے مالک کو لوگوں کی نظروں سے گرادیتی ہے۔اس زبان کی تخلیق بھی عجیب وغریب ہے،غور کیا جائے تو یہ اللہ رب العزت کی ایک عظیم نعمت ہے اگر اسے صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو یہ بلندئ درجات کا سبب بنتی ہے ورنہ خسارے میں ڈال دیتی ہے۔

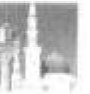
قدرت نے زبان کو سریع العمل مشین بنایا ہے

یہ زبان دل کی باتوں کی ترجمانی کرتی ہے، مافی الضمیر کی تمام ترعکاسی اس پراسرار اور خودکا رمشین کے ذریعہ ہوتی ہے۔اس کے حیرت انگیز طریقہ کار کو دیکھو کہ دل میں ایک مضمون آیا دماغ نے اس پرغور کیا اس کے لئے عنوان اور الفاظ تیار کیے۔وہ الفاظ اس زبان کی مشین سے نکلنے لگے۔ یہ اتنا بڑا کام کیسی سرعت کے ساتھ ہورہا ہے کہ سننے والے کو یہ احساس بھی نہیں ہوسکتا کہ ان الفاظ کے زبان پر آنے میں اس کے پیچھے کتنی مشینریوں نے کام کیا۔تب یہ کلمات زبان پر آئے ہیں

1 الصحیح للامام البخاری: کتاب الاداب باب حفظ اللسان، ج: ۲،ص: ۱۸۹، رقم: ۲۸۱۳.

اور قادر مطلق نے زبان کی معاونت کے لئے ہونٹ بھی لگا دیئے جس سے آواز اور حروف کی ممتاز شکلیں بنتی ہیں۔ شاید قدرت نے زبان کو ایسی سریع العمل مشین بنایا ہے کہ آدھے منٹ میں اس سے ایسا کلمہ بھی بولا جا سکتا ہے جو اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچا دے جیسے کلمہ ایمان۔ یا دنیا میں دشمن کی نظر میں محبوب بنا دے جیسے قصور کی معافی اور اسی زبان سے اتنے ہی وقفہ میں ایسا کلمہ بھی بولا جا سکتا ہے جو اس کو جہنم میں پہنچا دے جیسے کلمہ کفریہ اس کے بڑے سے بڑے دوست کو دشمن بنا دے جیسے گالی گلوچ وغیرہ۔ جس طرح زبان کے منافع بیشمار ہیں اس کی ہلاکت آفرینی بھی اسی انداز کی ہے۔ گویا یہ ایک تلوار ہے جو دشمن پر بھی چل سکتی ہے اور خود اپنا گلا بھی کاٹ سکتی ہے اس لئے حق تعالیٰ جل شانہ نے اس تلوار کو دو ہونٹوں کے غلاف میں مستور کیا ہے۔ اس لئے اس کے استعمال میں سوچ سمجھ کر کام لیں۔ بے موقع اس کو ہونٹوں کے میان سے نہ نکالیں۔[1]







ترمذی میں حضرت ابو سعید سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روایت مرفوعاً منقول ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ آدم کا بیٹا (انسان) جب صبح کرتا ہے تو جسم کے سارے اعضاء زبان کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر اس لئے کہ ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو ٹھیک رہے گی تو ہم ٹھیک رہیں گے اگر تو نے کج روی اختیار کی تو ہم بھی کج رو ہوں گے۔[2]

گفتگو سے متعلق آداب اور سنتیں

1. جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔[3]
2. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص زبان اور شرمگاہ کی (حفاظت) کی ذمہ داری دے گا میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری دوں گا۔[4]
3. ایک حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جہنم سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی (صدقہ کر کے) ہو سکے اور اگر کسی کو یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعہ (جہنم سے بچے)۔
4. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیز تیز اور

---

1 معارف القرآن: ج:۸،ص:۷۵۱۔ 2 مشکوۃ المصابیح: کتاب الاداب، باب حفظ اللسان، ج:۲،ص:۱۹۳،رقم:۴۸۳۸۔ 3 الصحیح للامام البخاری: کتاب الاداب باب حفظ اللسان، ج:۲،ص:۱۸۹،رقم:۴۸۱۲۔ 4 بخاری: کتاب الاداب باب حفظ اللسان، ج:۲،ص:۱۸۹،رقم:۴۸۱۲۔

مسلسل بات نہیں کرتے تھے، جس طرح تم (میں سے بعض لوگ) مسلسل بولتے چلے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے کہ اگر کوئی گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔[1]

5 بات کا نرمی سے جواب دینا چاہیے۔[2]

6 اگر کسی مسئلہ کے بیان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مصروف گفتگو ہوتے اور قبل اس کے کہ سلسلہ کلام ختم ہو کوئی شخص دوسرا سوال پیش کر دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سلسلہ تقریر کو بدستور جاری رکھتے ایسے معلوم ہوتا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ہی نہیں جب گفتگو ختم کر لیتے تو سائل سے اس کا سوال معلوم کرتے اور اس کا جواب دیتے۔[3]

7 جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع میں ہوتے تو بوقت گفتگو کبھی ادھر رخ کر کے تخاطب فرماتے اور کبھی ادھر۔ گویا حلقہ میں سے ہر شخص بوقت گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھ لیتا۔[4]

8 جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جلیس (ساتھ بیٹھنے والے) اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے آ کر بیٹھ گئے ہوں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت ہوتے تب وہ بولتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی بات پر نزع نہ کرتے تھے۔

9 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو شخص بولتا اس کے فارغ ہونے تک سب خاموش رہتے۔ اہل مجلس میں سے ہر شخص کی بات رغبت کے ساتھ سنی جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ملنے والوں کے بارے میں استفسار فرماتے اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ پوچھتے رہتے تا کہ مظلوم کی نصرت اور مفسدوں کا انسداد ہو سکے۔[5]

10 کسی جاہل یا مخالف سے لغو و بیہودہ بات سنے تو اس کا جواب دینے کے بجائے السلام علیکم کہہ کر اپنی راہ لے لینی چاہئے۔ امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سلام کی دو قسمیں ہیں ایک سلامِ تحیہ جو مسلمان باہم ایک دوسرے کو کرتے ہیں، دوسرا سلام مسالمت و متارکت یعنی اپنے حریف کو یہ کہہ دینا کہ ہم لغو بات کا کوئی انتقام تم سے نہیں لیتے۔ یہاں **سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین** سے یہی مراد ہے۔

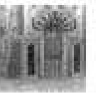
---

1 مشکوۃ المصابیح، ۳، ص:۸۵. 2 نشر الطیب. 3 نشر الطیب. 4 نشر الطیب. 5 اسوۃ رسول اکرم ا بحوالہ نشر الطیب.

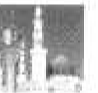
11 چغل خور جنت میں نہ جائیں گے۔[1]

12 سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت لے جاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق وفجور ہے اور فسق وفجور جہنم میں لے جاتا ہے۔[2]

13 جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (حفاظت کرنے والے) فرشتے اس کی جھوٹ کی بو سے میلوں دور چلے جاتے ہیں۔[3]



14 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم قیامت کے دن بدترین لوگوں میں سے ان کو پاؤ گے جو دومنہ رکھنے والے ہوں گے، ان کے پاس جائیں گے تو ان کی سی بات کہیں گے اور ان کے پاس جائیں گے تو ان کی سی بات کہیں گے۔[4]



ایک روایت میں ہے کہ اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ (مشکوٰۃ بحوالہ دارمی) یہ دونوں صورتیں الگ الگ بھی ہوسکتی ہیں۔ اور ایک ساتھ بھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔



15 خوش طبعی کرنا اور اس میں سچ بولنا سنت ہے۔[5]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گفتگو کرے اور جھوٹ بولے اس لئے کہ لوگوں کو ہنسائے افسوس ہے اس پر، افسوس ہے اس پر۔[6]

16 جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی۔[7]

17 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو مبالغہ کے ساتھ تعریفیں کرتے ہوں (یعنی جھوٹی تعریف کرتے ہوں) تو ان کے منہ میں آگ ڈال دو۔ (یعنی ان سے منہ پھیر لو)۔[8]

18 کوئی شخص کسی پر نہ تو فسق کی تہمت لگائے اور نہ کفر کی، اس لئے کہ اگر وہ شخص ایسا نہیں ہے یعنی وہ فاسق یا کافر نہیں ہے تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ پڑتا ہے۔[9]

19 مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور مسلمان کو مارنا کفر ہے۔[10]

---

1 مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب باب السلام، ج ۳، ص: ۴۵۔ 2 مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب باب السلام، ج ۳، ص: ۴۵۔ 3 مشکاۃ ۳/ ۵۰۔ 4 مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، ج: ۳ص: ۴۵۔ 5 نشر الطیب۔ 6 مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، ج: ۳ص: ۴۸۔ 7 مشکاۃ کتاب الآداب، باب السلام، ج: ۳ ص: ۴۸۔ 8 مشکاۃ، کتاب الاداب، باب السلام من ستۃ الی الثامنۃ۔ 9 الصحیح للامام مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النھی عن السباب بالجار، ص: ۲۰۰۰، رقم: ۲۵۸۷۔ 10 الصحیح للامام البخاری، کتاب الامارۃ، باب ما ینھی عن السباب، جلد: ۵، ص: ۲۲۴۷، رقم: ۵۶۹۸۔

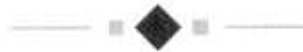
20 اگر دو شخص ایک دوسرے کو برا کہیں تو برا کہنے کا گناہ اس پر ہوگا جس نے پہل کی وہ ظالم ہے اور دوسرا مظلوم جب تک وہ حد سے آگے نہ بڑھے۔[1]

21 اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین آدمی وہ ہوں گے جن کو لوگ ان کی برائی کی وجہ سے ڈر کر چھوڑ دیں۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جن کی فحش گوئی سے ڈر کر لوگ ان سے دور دور رہیں۔[2]

22 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعن کرنے والا، نہ فحش بکنے والا اور نہ ہی زبان دراز ہوتا ہے۔[3]

23 اگر کسی عورت کو جس کا لڑکا فوت ہو گیا ہو یا گم ہو گیا ہو کوئی شخص اسے تسلی اور دلاسہ دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں خلعتِ فاخرہ پہنائیں گے۔ (یعنی کسی بھی غمزدہ مسلمان بھائی کو تسلی دینا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے)۔[4]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات و سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الایمان، باب خوف المومن ان یحبط ان عمله، ج: ۱، ص: ۴۷، رقم: ۴۸، تحقیق دکتور دیب البغاء. 2 مشکاة ج: ۳، ص: ۵۵. 3 مشکاة ۳/ ۵۰
4 مشکاة، کتاب الجنائز، باب دفن المیت ج: ۱، ص: ۳۹۰.

باب۔۱۸

چھینک اور جمائی کے آداب اور سنتیں

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم قال ان الله يحب العطس ويكره التثاؤب فاذا عطس احدكم وحمدالله كان حقاً علی كل مسلم سمعه ان يقول له يرحمك الله فاماالتثاؤب فانما هومن الشيطان فاذا تثاءب احدكم فليرده مااستطاع فان احدكم إذاتثاءب ضحك منه الشيطان رواه البخاری وفی رواية لمسلم فان احدكم اذاقال ''هآء'' ضحك الشيطان منه.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ رب العزت چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو برا سمجھتے ہیں تم میں سے جس شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو ہر مسلمان جو چھینک سنے اس کو چاہیے کہ وہ جواب میں یرحمک اللہ کہے اور جمائی شیطان کا فعل ہے تم میں سے جس شخص کو جمائی آئے تو چاہیے کہ جس حد تک ممکن ہو اس کو روکے اس لئے کہ جب کسی کو جمائی آتی ہے تو شیطان (دیکھ کر) ہنستا ہے۔[1]

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم میں سے جب کوئی ''ھا'' کرتا ہے (یعنی منہ کھول کر جمائی لیتا ہے) تو شیطان ہنستا ہے۔ کیونکہ چھینک آنے کے ذریعہ ایسی رطوبت اور بخارات دماغ سے نکل جاتے ہیں جو اگر نہ نکلیں تو کسی تکلیف یا بیماری کا باعث بن جائیں اس لئے صحت اور اعتدال کی حالت میں چھینک کا آنا گویا اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے اس لئے ہدایت فرمائی گئی کہ جس کو چھینک آئے وہ الحمدللہ کہے۔[2]

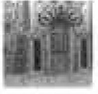
چھینکنے سے دماغ ہلکا ہوجاتا ہے اور حواس میں صفائی آجاتی ہے جو باعث سکون وانشراح ہوجاتی ہے۔ طاعت میں نشاط اور حضور قلب میسر ہوتا ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اسی لئے حدیث بالا میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چھینکنے کو پسند فرماتے ہیں۔ دوسری ہدایت حدیث مبارکہ میں یہ

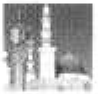
---

1 بخاری: کتاب الاداب باب العطاس، ج:۲، ص:۱۷۷، رقم:۲۳۲؍۴. 2 معارف الحدیث، ج:۴، ۲۸۰.

فرمائی کہ جو کوئی اس کے پاس ہو اس پر حق ہے کہ جواب میں یرحمک اللہ کہے۔

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ چھینکنے والا یرحمک اللہ کہنے والے کے جواب میں یہ دعائیہ کلمات کہے: **یھدیکم اللہ ویصلح بالکم۔** (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت سے نوازے اور تمہارے حالات درست فرمائے) ذرا غور کیجئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم وہدایت نے ایک چھینک کو اللہ رب العزت کی کتنی یاد، رحمتوں اور مسلمان بھائیوں کی باہم محبت کا وسیلہ بنا دیا۔ **اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک۔**





علماءِ احناف فرماتے ہیں کہ جواب میں یرحمک اللہ کہنا واجب علی الکفایہ ہے۔ یعنی حاضرین میں سے ایک بھی اگر جواب میں یرحمک اللہ کہہ دے تو سب کے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائے گا اور بعض اکابر علماء کا یہ قول ہے کہ الحمد للہ کے جواب میں تمام حاضرین پر لازم ہے کہ سب یرحمک اللہ کہیں اور افضل یہی ہے۔ جبکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ واجب یا سنت اس صورت میں ہے کہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے اور حاضرین سنیں ورنہ جواب لازم نہیں ہے۔ چنانچہ چھینکنے والے کو چاہیے کہ الحمد للہ آواز سے کہے تاکہ جواب کا مستحق ہو۔[1] تیسری بات حدیث بالا میں یہ فرمائی کہ جمائی شیطان (کے اثر) سے ہے لہذا جہاں تک ہو سکے جمائی روکنا چاہیے۔ کیونکہ جمائی عبادت میں کسل وسستی اور نیند وغفلت کا باعث بنتی ہے اور شیطان ان چیزوں سے خوش ہوتا ہے اس لئے جمائی کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور ہنسنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی حالت میں نمازی کو دیکھ کر شیطان خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے عبادت میں کسل اور سستی پیدا ہو جاتی ہے جو شیطان کا عین منشاء ہے۔



چھینکنے اور جمائی کے متعلق آداب اور سنتیں

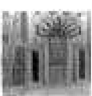
1. جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا چاہیے۔[2]
2. چھینک سننے والے کو چاہیے کہ وہ یرحمک اللہ کہے۔[3]
3. اگر کوئی شخص چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے کے جواب میں یرحمک اللہ کہے تو چھینکنے والا اس کے جواب میں "**یھدیکم اللہ ویصلح بالکم**" کہے۔[4]

---

1 مظاھر حق، ج:۴، ص:۴۰۸۔ 2 بخاری، کتاب الاداب باب العطاس والتثاؤب، ج: ۲، ص: ۱۷۷، رقم: ۴۷۳۳۔ (۳) بخاری، کتاب الاداب باب العطاس والتثاؤب، ج: ۲، ص: ۱۷۷، رقم: ۴۷۳۳۔ 3 بخاری، کتاب الاداب باب العطاس والتثاؤب، ج: ۲، ص: ۱۷۷، رقم: ۴۷۳۳۔ 4 مسلم، کتاب الاداب باب العطاس والتثاؤب، ج: ۲، ص: ۱۷۷، رقم: ۴۷۳۵۔

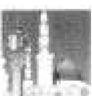
4 جب چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو اس کے لئے یرحمک اللہ نہ کہا جائے۔[1]

فائدہ! بعض آدمیوں کو چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہنے کا پتہ نہیں ہوتا تو اس نشست میں کسی کو معلوم ہو تو اس کو چاہیے کہ چھینکنے والے کو بتائے کہ چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے، یہ سنت ہے پھر وہ اسی وقت الحمد للہ کہہ دے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔



5 جب چھینک آئے تو اپنے منہ کو ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانک لے اور آواز کو پست رکھے۔[2]

6 تین بار اپنے مسلمان بھائی کو چھینک کا جواب دے اس سے زیادہ چھینکیں آئیں تو پھر وہ زکام ہے۔[3] صحیح مسلم میں ہے ایک شخص کو دو بار چھینک آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو زکام ہے۔ ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ چھینکنے پر فرمایا کہ اس کو زکام ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوا اگر کسی کو نزلہ زکام کی وجہ سے بار بار چھینک آئے تو ہر دفعہ یرحمک اللہ کہنا ضروری نہیں (ایک دفعہ کہہ لے)۔[4]





7 چھینکنے والا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ'' بھی کہہ سکتا ہے اور ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' بھی کہہ سکتا ہے۔[5]

8 چھینکنے والا الحمد للہ آواز سے کہے تاکہ حاضرین سنیں اور جواب کا مستحق ہو۔[6]

9 اگر نماز کی حالت میں چھینک آجائے تو الحمد للہ نہیں کہنا چاہیے اگر بھولے سے کہہ دیا تو کوئی حرج نہیں اگر کسی کی چھینک سن کر یرحمک اللہ کہا تو نماز جاتی رہی۔[7] اگر نماز میں قیام کی حالت میں جمائی آئے تو بائیں ہاتھ کے بجائے دائیں ہاتھ سے منہ بند کریں۔

10 جب جمائی آئے تو حتی الامکان اس کو روکے یعنی منہ بند کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہونٹ بھینچ لئے جائیں اور نچلا ہونٹ دانتوں میں پکڑ لیا جائے۔[8]

11 جب جمائی آئے تو ہاتھ رکھ کر منہ بند کر لے کیونکہ شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔[9]

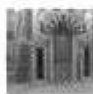
اس طرح منہ کھلے گا بھی نہیں اور مکروہ آواز بھی پیدا نہیں ہوگی اور چہرے کی ہیئت بھی زیادہ نہیں بگڑے گی۔ اگر جمائی نہ روکی جائے تو شیطان کو وسوسہ اندازی کا زیادہ موقع ملتا ہے۔

---

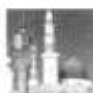
1 بخاری، کتاب الاداب، باب العطاس والتثاؤب، ج:۲، ص:۱۷۷، رقم ۴۷۳۳ 2 ترمذی، کتاب الاداب باب العطاس، ص:۱۷۸، رقم:۴۷۳۵۔ 3 ابوداؤد، کتاب الاداب باب العطاس، ص:۱۷۹، رقم:۴۷۴۳۔ 4 مشکاۃ ۳ / ۲۵۔ 5 ابوداؤد، کتاب الاداب باب العطاس، ص:۱۷۸، ۱۷۹، رقم:۴۷۳۹، ۴۷۴۱۔ 6 مظاہر حق، ج:۴، ص:۴۰۹۔ 7 بہشتی زیور، ص:۱۰۹۔ 8 مظاہر حق، ج:۴، ص:۴۱۱۔ 9 مسلم، کتاب الاداب باب التثاؤب، ج:۲، ص:۱۷۷، رقم:۴۷۳۷۔

12 بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جمائی روکنے کی بہتر ترکیب یہ ہے کہ جب جمائی آئے تو فوراً دل میں یہ خیال پیدا کرلینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جمائی نہیں آئی محض اس خیال سے انشاء اللہ جمائی رک جائے گی۔[1]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین









1 مظاہر حق، ج:۴، ص:۴۰۷۔

باب ۔۱۹

وعدہ کے متعلق ہدایات و سنتیں

عن جابر قال لما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجاء ابابکر مال من قبل العلاء بن الحضرمی، فقال ابوبکر من کان لہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دین او کانت لہ قبلہ عدۃ فلیأتنا قال جابر فقلت وعدنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعطینی ھکذا وھکذا فبسط یدیہ ثلث مرات قال جابر فحثانی حثیۃً فعددتھا فاذا ھو خمسمائۃ وقال خذ مثلیھا ......

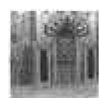
ترجمہ...... حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خلیفہ اول) کے پاس (بحرین کے گورنر) علاء بن حضرمی کی جانب سے مال آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ جس شخص کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض ہو یا کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ (دینے کا) وعدہ فرمایا ہو وہ ہمارے پاس آئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اتنا اور اتنا مرحمت فرمائیں گے یعنی تین بار دونوں ہاتھ بھر کر اشارہ کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو ایک دونوں ہاتھ کا ایک لپ بھر کر (زرِ نقد) دیا، میں نے شمار کیا تو پانچ سو تھے۔ پھر فرمایا پانچ سو پانچ سو دو مرتبہ (یعنی ایک ہزار) اور گن لو۔[1]

ایفائے عہد کی تاکید

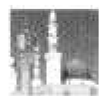
ایفائے عہد یعنی وعدہ پورا کرنا اسلامی اخلاق و آداب کا ایک بنیادی تقاضا ہے جس سے معاشرے میں اعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں قرآن و حدیث میں بار بار تاکید آئی ہے۔ حدیث بالا میں ایک اہم ہدایت ہے کہ جو شخص اپنا وعدہ پورا کرنے سے قبل وفات

1 بخاری ومسلم، کتاب الاداب باب الوعد، ج:۲، ص:۱۹۸، رقم:۴۸۷۸۔

پا جائے تو اس کا جانشین اس کا وعدہ پورا کرے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے جو وعدہ فرمایا تھا اسے جانشین اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے پورا فرمایا۔



ترمذی شریف میں ایک روایت حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری جماعت کو تیرہ عدد جوان اونٹنیاں دینے کا حکم فرمایا تھا چنانچہ ہم ان اونٹنیوں کو لینے گئے تو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی۔ چنانچہ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں تیرہ اونٹنیاں دینے کا حکم فرمایا۔



قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے، فرمایا: ﴿یاایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود﴾ ......ترجمہ...... یعنی اے ایمان والو اپنے معاہدوں کو پورا کرو۔[1] اس میں پہلے "یاایھا الذین امنوا" سے خطاب فرما کر مضمون کی اہمیت کی طرف متوجہ کر دیا کہ اس میں جو حکم ہے وہ عینِ ایمان کا تقاضہ ہے اس کے بعد حکم فرمایا" اوفوا بالعقود" کہ اپنے مابین کیئے گئے وعدوں کی پاسداری کرو۔



امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معاہدات کی جتنی قسمیں ہیں سب اس لفظ کے حکم میں داخل ہیں اور پھر فرمایا کہ اس کی ابتدائی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ معاہدہ جو انسان کا رب العلمین کے ساتھ ہے مثلاً ایمان لانا، فرمانبرداری بجالانا اور حلال وحرام کی پابندی کرنا یہ ایک عہد ہے، دوسرا وہ عہد ہے جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ مان لی۔ تیسرا وہ عہد ہے جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہے اور اس تیسری قسم میں وہ تمام معاہدات شامل ہیں جو دو شخصوں یا دو جماعتوں یا دو حکومتوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ حکومتوں کے بین العالمی معاہدات یا باہمی سمجھوتے، جماعتوں کے باہمی عہد و میثاق اور دو انسانوں کے درمیان ہر طرح کے معاملات نکاح، تجارت، شراکت، اجارہ اور ہبہ وغیرہ کے تمام معاہدات میں جو جائز شرطیں باہم طے ہو جائیں اس آیت کی رو سے ان کی پابندی ہر فریق پر لازم وواجب ہے اور جائز کی قید اس لئے لگائی کہ خلاف شرع شرط لگانا یا اس کا قبول کرنا کسی کے لئے جائز نہیں۔[2] خلاف شرع عہد و پیمان ختم کرنا ہر فریق پر واجب ہے۔[3]

---

1 پارہ: ۶، سورۃ المائدۃ، الآیۃ: ۱۔ 2 معارف القرآن، ج: ۳، ص: ۱۲۔ 3 معارف القرآن تحت تفسیر قولہ تعالیٰ واوفوا بالعقود۔

عہد شکنی کی مذمت

جس قوم میں عہد شکنی کی عادت پھیل جاتی ہے اس میں خون ریزی بڑھ جاتی ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اس میں موتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ چار باتیں جس میں ہوں گی وہ منافق ہے یا جس میں ان چاروں میں سے ایک بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک اس کو چھوڑ نہ دے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں۔

1. جب بات کرے جھوٹ بولے۔[1]
2. جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔[2]
3. جب معاملہ کیا جائے تو دھوکہ دہی کرے۔
4. جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔[3]

صحیح بخاری شریف ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھیں تو خیانت کرے۔[4]

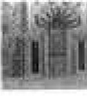
وعدے کے متعلق ہدایات اور سنتیں

1 حضرت عبداللہ بن ابی حماد بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز خریدی، کچھ رقم باقی رہ گئی۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ آپ اس جگہ ٹھہریں میں لے کر حاضر ہوتا ہوں لیکن میں بھول گیا۔ تین دن کے بعد مجھے یاد آیا میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ مجھ کو دیکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تو نے مجھ کو بڑی زحمت میں مبتلا کیا کہ میں تین روز سے تیرا یہاں انتظار کررہا ہوں۔ (ابوداؤد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنا وعدہ پورا کرنے کے واسطے تھا۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمادیا ہوگا کہ میں بھی تمہارا یہاں انتظار کررہا ہوں۔ بقیہ لینے کا انتظار نہیں تھا۔ وہ تو اس کے پاس جاکر بھی مل سکتا تھا۔ اس میں تعلیم ہے امت کو وعدہ پورا کرنے کی۔

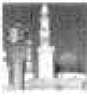
---

1 بخاری، کتاب الایمان باب علامات النفاق، ج: ۱، ص: ۳۰، رقم: ۵۵. 2 بخاری، کتاب الایمان باب علامات النفاق، ج: ۱، ص: ۳۰، رقم: ۵۵. 3 بخاری، کتاب الایمان باب علامات النفاق، ج: ۱، ص: ۳۱، رقم: ۵۵. 4 بخاری، کتاب الایمان باب علامات النفاق، ج: ۱، ص: ۳۱، رقم: ۵۵.

2 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی اپنے کسی بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی یہ نیت ہو کہ وہ وعدہ پورا کرے گا اور اگر کسی سبب سے وہ اس کو پورا نہ کر سکے اور وعدہ پر نہ آئے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔[1]



3 معاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ دو فریقوں کے درمیان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عہد ہوا۔ اگر یہ خلاف شرع نہ ہو تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی فریق پورا نہ کرے تو دوسرے کو حق ہے کہ عدالت میں مرافعہ کر کے اس کو پورا کرنے پر مجبور کرے۔



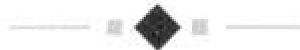
4 اگر کوئی شخص کسی سے یک طرفہ وعدہ کر لیتا ہے تو اس کا پورا کرنا بھی سنت واجب ہے مگر یک طرفہ وعدہ کو عدالت کے ذریعہ جبراً پورا نہیں کرا سکتا۔ ہاں کسی سے وعدہ کر کے بلا عذرِ شرعی خلاف ورزی کرے گا تو وہ گناہ گار ہوگا۔



5 حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ لو آؤ میں تمہیں (ایک چیز) دوں۔ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری والدہ سے پوچھا کہ تم نے اس کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ میں اس کو ایک کھجور دینا چاہتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) ان سے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔[2]

6 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ جب وہ کوئی وعدہ کرتے تو انشاء اللہ کہہ لیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لفظ عسیٰ فرماتے تھے (یعنی امید ہے)۔[3]

اللہ رب العزت ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 ترمذی، کتاب الآداب باب الوعد، ج: ۲، ص: ۱۹۹، رقم: ۴۸۸۱. 2 مشکوۃ شریف ابوداؤد. 3 مظاہر حق، ج: ۴، ص: ۴۹۱.

باب ۔۲۰

طعن و تشنیع کی مذمت، ہدایات، اوراجتناب کی سنتیں

عن ابی ھریرۃقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلمقال اللہ یؤذینی ابن ادم یسب الدھر وانا الدھر بیدی الامر اقلب اللیل والنھار ......

ترجمہ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے، وہ جو زمانہ کو برا کہتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں۔ سب تصرفات میرے قبضہ میں ہیں اور شب وروز کی گردش میرے ہی حکم سے ہوتی ہے۔[1]

وقت اور زمانہ کو برا کہنا جہالت ہے

جاہلوں کی عادت ہے کہ وہ انسانوں کی اپنی پیدا کی ہوئی پریشانیوں اور مصیبتوں کو برائی کی صورت میں زمانہ اور وقت کے سرتھوپ دیتے ہیں اور اپنی زبان سے اس طرح کے الفاظ نکالتے ہیں: زمانہ خراب ہے۔ بہت برا وقت ہے۔ اس طرح وقت اور زمانہ کو برا کہنا نہایت غلط ہے، کیونکہ زمانہ اور وقت تو کچھ بھی نہیں ہے اصل متصرف حق تعالیٰ کی ذات ہے جس کے قبضہ میں رات دن کی گردش ہے اور اسی رات دن کی گردش کا نام زمانہ اور وقت ہے اگر زمانہ اور وقت کو متصرف سمجھ کر برا کہا جاتا ہے تو متصرف چونکہ اللہ تعالیٰ ہیں اس لئے وہ برائی حق تعالیٰ کی طرف جاتی ہے۔[2]

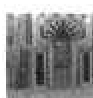
کسی مذہب کے اصول باطلہ کی معقول طریقہ سے تنبیہ کرنا جداگانہ چیز ہے۔ لیکن کسی قوم کے پیشواؤں اور معبودِ باطلہ کی نسبت بغرض تحقیر وتوہین سب وشتم کرنا ممنوع ہے۔ ورنہ وہ جواب میں تمہارے معبود حق اور بزرگوں کی بے ادبی کریں گے اور جہالت سے انہیں گالیاں دیں گے۔

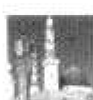
قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدوا بغیر علم﴾ ...... ترجمہ...... اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش

1 بخاری، کتاب الایمان، ج: ا، ص: ۲۵، رقم: ۲۲۔ 2 مظاہر حق، ج: ا: ۱۰۲۔

کرتے ہیں اللہ کے سوا، پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ تعالیٰ کو بے ادبی سے بدون سمجھے۔[1]

یعنی تم تبلیغ و نصیحت کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے اب جو کفر و شرک یہ لوگ کریں اس کے یہ خود ذمہ دار ہیں۔ تم پر اس کی کچھ ذمہ داری نہیں۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ تم اپنی جانب سے ان کے لئے مزید کفر و لعنت کا سبب نہ بنو۔ مثلاً تردید یا بحث و مناظرہ کے سلسلہ میں تم غصہ ہو کر ان کے معبودان باطلہ اور مقتداؤں کو سب و شتم کرنے لگو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جواب میں تمہارے معبود برحق اور مقتداؤں کی بے ادبی کریں گے اور جہالت سے انہیں گالیاں دیں گے۔ اس صورت میں اپنے واجب التعظیم معبود اور قابل احترام بزرگوں کی اہانت کا سبب تم بنے۔ لہٰذا اس سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہیے۔ کسی مذہب کے اصول و فروع کی معقول طریقہ سے بغرضِ اصلاح غلطیاں ظاہر کرنا یا اس کی کمزوری اور رکاکت پر تحقیقی و الزامی طریقوں سے متنبہ کرنا الگ چیز ہے، لیکن کسی قوم کے پیشواؤں اور معبودانِ باطلہ کی نسبت بغرض تحقیر و توہین دل خراش الفاظ کا نکالنا قرآن و سنت نے کسی وقت بھی جائز نہیں رکھا۔[2]







اس کا یہ مطلب بھی نہیں لیا جا سکتا کہ برائی کو برائی کہنا ہی بند کر دیا جائے اصلاحِ احوال کیلئے عمدہ اور نرم رویئے کے ساتھ حق بات کہنا اپنی جگہ بجائے خود ایک فرض ہے۔

کسی کو برا نہ کہنے کے متعلق تنبیہات اور سنتیں

1 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اگر کوئی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔[3]

2 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ وہ رحمت بھی لاتی ہے اور عذاب بھی پس تم اسے برا نہ کہو ہاں تم اللہ تعالیٰ سے اس کی بھلائی طلب کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے نقصان کی پناہ مانگو۔[4]

3 اصولِ اسلام اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ کوئی دن یا رات اپنی

---

1 پارہ: ۷، سورۃ الانعام، الآیۃ: ۱۰۸۔ 2 تفسیر عثمانیؒ، ص: ۱۸۸۔ 3 بخاری، کتاب الاداب باب البر والصلۃ، ج: ۲، ص: ۳۰۵، رقم: ۲۹۱۶۔ 4 ابوداؤد، کتاب الصلوۃ باب فی الروح، ج: ۱، ص: ۲۹۱، رقم: ۱۵۱۶۔

ذات میں منحوس نہیں ہے۔ قرآن کریم میں مذکور قومِ عاد پر جو آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل ہوا کا شدید طوفان آیا، ان ایام کو منحوس فرمانے کا حاصل یہ ہے کہ یہ دن اس قوم کے حق میں ان کی بداعمالیوں کے سبب منحوس ہو گئے تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دن سب کے لئے منحوس ہوں۔[1]

4 بعض جاہل لوگ ماہِ صفر میں شادی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقریبات کرنا برا خیال کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ صفر کا مہینہ نامبارک اور منحوس ہے۔ اس وہم پرستی کا دین سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ دور جاہلیت کا نظریہ ہے۔

5 بعض لوگ ماہِ صفر کی یکم تاریخ سے لے کر تیرہ تاریخ تک کے ایام کو بطور خاص منحوس جانتے ہیں اور صفر کی نحوست، مصیبت اور بیماری وغیرہ سے بچنے کیلئے چاندی کے چھلے، تعویذات اور ہاتھوں میں کالے دھاگے باندھتے رکھتے ہیں یہ خالص وہم پرستی ہے۔

6 بعض لوگ بالخصوص مزدور لوگ کام نہیں کرتے، مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں اور ہر مزدور کو عیدی اور مٹھائی دی جاتی ہے اور بعض لوگ اس دن چھٹی کرنے کو ثواب سمجھتے ہیں اور مشہور ہے کہ اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل صحت فرمایا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں ایک شعر بھی بنایا ہوا ہے۔

آواز آئی آخری چہار شنبہ آیا ہے
غسل صحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔

7 ماہ صفر کے منحوس ہونے کے متعلق جو روایت پیش کی جاتی ہے، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الموضوعات الکبیر'' میں فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ موضوع ومن گھڑت روایت سے استدلال کرنا سراسر جہالت ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیماری کا اڑ کر لگنا کوئی چیز نہیں۔ بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ (جیسے ہمارے معاشرے میں بد شگونی اور بدفالی کی بہت سی صورتیں مروج ہیں جو سب ہی غیر معتبر اور قابل ترک) یونہی الو کی نحوست کی کوئی حقیقت نہیں اور صفر کی نحوست کوئی چیز نہیں۔ (یہ محض اوہام ہیں)۔[2]

8 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر مرغوب ہوا تو تناول فرمالیا

---

1 معارف القرآن، ج: ۷، ص: ۲۴۴۔ 2 صحیح بخاری، کتاب الطب باب الفال، صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوی، باب الفال والطیرۃ ج: ۲، ص: ۱۵۱، رقم: ۵۷۸۴۔

اگر نا مرغوب ہوا تو کھانا چھوڑ دیا۔[1]

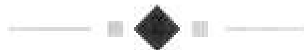
9 جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے متعلق بات بری معلوم ہوتی تو یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔[2]

10 آپ نے فرمایا: کہ کسی مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور کسی مسلمان کو ناحق مارنا کفر ہے۔[3]

11 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس نے کسی بد دین منافق کے شر سے کسی بندہ مومن کی حمایت کی تو اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک فرشتہ مقرر فرمائیں گے جو اس کے گوشت کو آتش دوزخ سے بچائے گا اور جس کسی نے کسی مسلمان بندے کو بدنام کرنے اور کرانے کے لئے اس پر کوئی الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے پل پر قید کر دیں گے اس وقت تک کے لئے کہ وہ اپنے الزام کی گندگی سے پاک ہو جائے۔

فائدہ! مطلب یہ ہے کہ کسی بندہ مومن کو بدنام اور رسوا کرنا، اس پر الزام لگانا اور اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا ایسا سنگین اور سخت گناہ ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا اگرچہ مسلمانوں میں سے ہو جہنم کے ایک حصہ پر (جس کو حدیث میں جسر جہنم کہا گیا ہے) اس وقت تک قید رکھا جائے گا جب تک کہ جل بھن کر اپنے اس گناہ کی گندگی سے پاک صاف نہ ہو جائے۔ جیسا کہ سونا اس وقت تک آگ پر رکھا جاتا ہے جب تک کہ اس کا میل کچیل صاف نہ ہو جائے۔

اللھم احفظنا و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا



1 مسلم، کتاب الاطعمۃ، ج: ۲، ص: ۹۱، رقم: ۴۱۷۲۔ 2 ترمذی، کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۴۷، رقم: ۲۹۵۔ 3 مسلم، کتاب الاداب باب حفظ اللسان، ج: ۲، ص: ۱۹۰، رقم: ۴۸۱۴۔

مریض کی عیادت کے متعلق ہدایات اور سنتیں

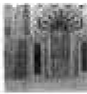
عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسلم اذا عاد اخاہ المسلم لم یزل فی خرفۃ الجنۃ حتی یرجع ......ترجمہ......حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جب اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ بہشت کی میوہ خوری میں (مصروف) رہتا ہے یہاں تک کہ وہ واپس نہ آجائے۔[1]

کسی مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت

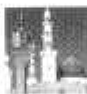
اسلام میں کسی مریض بھائی کی عیادت کرنا اور اگر وہ مدد کا طلب گار ہو تو حتی الوسع اس کی مدد کرنا نہایت اجر و ثواب اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی قیامت کے روز (بندے سے) فرمائیں گے کہ اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی؟ بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ تو تو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے (اور بیماری سے پاک ہے!) اللہ تعالی فرمائیں گے کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے؟ اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی! کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اس بیمار بندے کی عیادت کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کھانا کس طرح کھلاتا تو تو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے (کسی کا محتاج نہیں، اور تو کھانے پینے سے پاک ہے)۔ اللہ تعالی فرمائیں گے کیا تجھے یاد نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اس کھانے کو میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہیں پلایا؟ بندہ عرض کرے گا کہ اے

1 مسلم، کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۵، رقم: ۱۵۲۷.

میرے پروردگار! میں تجھے پانی کس طرح پلاتا؟ تو تو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے (تجھے پانی کی ضرورت ہے اور نہ کسی دوسری چیز کی حاجت) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس پانی کو میرے پاس پاتا۔[1]



فائدہ! اس حدیث میں ذکر کی گئی تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت یعنی عیادت اور بعد کی دونوں صورتوں میں یہ فرق ملاحظہ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مریض کی عیادت کے بارے میں فرمائیں گے کہ اگر تو مریض کی عیادت کرتا تو مجھے اس مریض کے پاس پاتا۔ اور اگر کھانا کھلاتا یا پانی پلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ یعنی مریض کے پاس میں تیری پیشوائی کیلئے خود موجود ہوتا جبکہ کھانا پانی کا ثواب میرے پاس پاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھوکے کو کھانا کھلانے اور پیاسے کو پانی پلانے سے مریض کی عیادت کرنا بدرجہا افضل ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ جب کوئی مسلمان کسی بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو وہ جب تک کہ بیمار کی عیادت اور مزاج پرسی سے فارغ ہو کر نہ آجائے تو برابر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے فیض یاب ہوتا رہتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اپنی انسانی اور اخلاقی ہمدردی و مروت کی بناء پر جنت اور جنت کی میوہ خوری کا مستحق ہو جاتا ہے۔[2]





بیماری پر صبر کی فضیلت

مریض کو چاہیے کہ مرض کو برا نہ کہے، بلکہ صبر کرے کیونکہ بخار بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔[3] ایک حدیث مبارکہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو محبوب (آنکھوں) کے بارے میں آزماتا ہوں اور (اس کو نابینا کر دیتا ہوں اور) وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے بدلے میں اسے جنت دیتا ہوں۔[4] اسی طرح ہر تکلیف کا خدا کے یہاں نہایت اجر و ثواب ہے حتیٰ کہ مؤمن کو کانٹا چبھتا ہے تو اس کا بھی خدا کے ہاں اجر و ثواب لکھا جاتا ہے جبکہ بندہ جزع فزع کرنے کے بجائے صبر کرے۔[5]

---

1 بخاری، کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۴، رقم: ۱۵۲۸. 2 مظاہرحق، ج: ۲، ص: ۲۹. 3 مسلم، کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۴، رقم: ۱۵۴۳. 4 بخاری، کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۷، رقم: ۱۵۴۹. 5 بخاری، کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۵، رقم: ۱۵۳۷.

عیادت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور سنتیں

1. عیادت کے واسطے جانے کے لئے وضو کرنا سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا اور ثواب کے ارادے سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اس کو دوزخ سے ساٹھ برس (کی مسافت کے) بقدر دور کر دیا جاتا ہے۔[1]

2. مریض کے جسم پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا سنت ہے: اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔[2]

3. قرآنی آیتیں پڑھ کر دم کرنا سنت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے اور اپنا ہاتھ (جہاں تک پہنچتا) پھیرتے۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں مبتلا تھے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں معوذتین پڑھ کر دم کرتی تھی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم فرمایا کرتے تھے۔[3] مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم معوذتین پڑھ کر اس پر دم فرمایا کرتے تھے۔ معوذتین قرآن کریم کی آخری دو سورتوں کے نام ہیں۔[4]

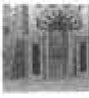
4. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان کی عیادت کرتا ہے اور سات مرتبہ یہ کہتا ہے: اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ ...... ترجمہ ...... میں اللہ رب العزت سے جو عرش عظیم کا مالک ہے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفا دے۔ تو اللہ تعالی اسے شفایاب فرما دیتے ہیں بشرطیکہ اس کا وقت نہ آ گیا ہو۔[5]

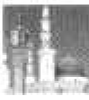
5. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس کی زندگی کے بارے میں اس کا غم دور کرو، اس لئے کہ یہ (تسلی اگرچہ) کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی۔ مگر مریض کا دل خوش ہوتا ہے۔[6]

---

1 ابوداؤد، کتاب الجنائز باب عیادة المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۸، رقم: ۱۵۵۲۔ 2 مسلم، کتاب الجنائز باب عیادة المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۶، رقم: ۱۵۳۰۔ 3 الصحیح للامام البخاری، کتاب الطب، باب مسح الراقی الوجع بیمینه، ص: ۴۹۱، رقم: ۵۷۵۰۔ 4 کتاب الجنائز باب عیادة المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۵، رقم: ۱۵۳۲۔ 5 ابوداؤد، کتاب الجنائز باب عیادة المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۸، رقم: ۱۵۵۳۔ 6 ترمذی، کتاب الجنائز باب عیادة المریض، ج: ۱، ص: ۳۰۱، رقم: ۱۵۷۲۔

6 صحیح بخاری میں بروایت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوا بھیجا۔اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سعد رضی اللہ تعالی عنہ اور ابی ابن کعب رضی اللہ تعالی عنہ تھے۔ پیغام تھا کہ میری بچی بستر مرگ پر پڑی ہے اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کہلوایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جو چاہے دے جو چاہے لے۔ ہر چیز اس کے ہاں متعین ومعلوم ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مصیبت پر اجر کے امیدوار رہو اور صبر کرو۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے دوبارہ قسم دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ پھر (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی) آپکی گود میں اٹھا کر رکھی گئی اور وہ جان کنی کے عالم میں تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے،اس پر حضرت سعد رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رحمت ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے انہیں بندوں پر رحم کرتا ہے جو خود بھی رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔[1]







7 بہترین عیادت وہی ہے جس میں عیادت کرنے والا جلد اٹھ کھڑا ہو۔کہیں زیادہ دیر بیٹھنے سے مریض پریشان نہ ہو جائے یا گھر والوں کے کام میں خلل نہ پڑے،ہاں اگر مریض کو ضرورت ہے تو وہ دوسری بات ہے۔[2]

8 شہد کے متعلق صحیح بخاری میں فرمایا گیا:''شفاء اللناس ''اس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ کلونجی کے متعلق صحیح بخاری میں فرمایا گیا کہ کلونجی میں ہر بیماری کے لئے دوا ہے سوائے سام کے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت۔[3]

9 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفا تین چیزوں میں ہے پچھنے لگوانے میں،شہد پینے اور آگ داغنے میں اور میں اپنی امت کو آگ

---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الجنائز،باب قول النبی یعذب المیت ببکاء اهله علیه، (پاره: ۱۴. سورة النحل ،الآية: ۶۹. 2 کتاب الجنائز باب عيادة المريض، ج: ۱، ص: ۳۰۳، رقم: ۱۵۹۱. 3 بخاری، کتاب الطب، ج: ۱، ص: ۱۴۳، رقم: ۱۵۲۰

داغنے سے منع کرتا ہوں۔[1]

10 علاج کے دوران نقصان پہنچانے والی چیزوں سے پرہیز کرنا سنت ہے۔ بیمار پرسی رات میں بھی جائز ہے جو لوگ اسے منحوس کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

11 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کے پاس اس کی مزاج پرسی کرنے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم، جب اس آدمی کے پاس پاس جاتے جس کی مزاج پرسی کرنا ہوتی تو فرماتے: لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی یعنی کوئی ڈر نہیں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔[2]

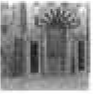
اللہ رب العزت ہم سب کو ان سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1 بخاری، کتاب الطب والرقی، ج: ۲، ص: ۱۴۲، رقم: ۴۵۱۶. 2 الصحیح للامام البخاری،، کتاب الجنائز باب عیادة المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۴، رقم: ۱۵۲۹.

باب ۔۲۲

قسمیں کھانے کے متعلق ہدایات و سنتیں



عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بابائکم من کان حالفاً فلیحلف باللہ او لیصمت ترجمہ ...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے منع فرماتے ہیں کہ تم اپنے باپوں کی قسمیں کھاؤ! جس شخص کو قسم کھانا ہو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔[1] صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں فرمایا نہ بتوں کی قسم کھاؤ نہ اپنے باپوں کی قسم کھاؤ۔[2]





غیر اللہ کی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے

بلاضرورت بات بات پر قسم کھانے میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ قسم کھانے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے جہاں تک ممکن ہو سچی بات پر بھی قسم نہیں کھانی چاہیے۔ الّا یہ کہ کوئی شدید مجبوری ہو تو اس صورت میں صرف اللہ تعالیٰ یا اس کی کسی صفت کی قسم کھانا جائز ہے۔ قرآن مجید کی قسم بھی اس لئے جائز ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اللہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ بہرصورت غیر اللہ کی قسم کھانا سخت گناہ ہے۔ اور یہ امر بھی قابل غور ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے قسم ہوتی ہی نہیں۔ مثلاً رسول اللہ کی قسم، کعبہ کی قسم، اپنی آنکھوں کی قسم، اپنی جوانی کی قسم، تمہاری جان کی قسم وغیرہ تمام قسمیں باطل ہیں۔ اس طرح کی قسم کھا کر پھر اس کے خلاف کرے تو کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں منقول ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤں اور پھر اس کو توڑ دوں اس کو اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ کسی غیر اللہ کی قسم کھاؤں اور اس کو پورا کروں۔ ہاں جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات کا

---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب لاتحلفوا بابائکم، ج: ۲، ص: ۹۸۳، رقم: ۶۲۷۰۔ 2 الصحیح للامام مسلم، کتاب العتق، باب الایمان والنذور، ج: ۱، ص: ۲۲۵، رقم: ۳۴۰۷۔

سوال ہے تو اس کو سزاوار ہے کہ وہ اپنی عظمت وجلالت کے اظہار کے لئے اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔[1]

قسم کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا: ﴿لایؤاخذکم اللّٰہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بماعقدتم الایمان فکفارته اطعام عشرة مسکین من اوسط ماتطعمون اھلیکم اوکسوتھم اوتحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام ذلک کفارة ایمانکم اذاحلفتم واحفظوا ایمانکم کذلک یبین اللّٰہ لکم ایته لعلکم تشکرون﴾...... ترجمہ...... اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہارے قسموں میں لغو قسم پر، لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو (آئندہ بات پر) مستحکم کر دو (اور پھر اس کو توڑ دو) سو اس کا کفارہ (یہ ہے کہ) دس محتاجوں کو کھانا دینا اوراوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان کو کپڑا دینا (اوسط درجہ کا) یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا اور جس کو (ان تینوں میں ایک بھی) مقدور نہ ہو تو (اس کا کفارہ) تین دن کے (متواتر) روزے ہیں۔ یہ کفارہ ہے تمہاری (ایسی) قسموں کا جب کہ تم قسم کھالو (اور پھر اس کو توڑ دو) اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تا کہ تم (اس نعمت یعنی مصالح خلق کی رعایت کا) شکر کرو۔[2]

قسمیں کھانے کی چند صورتیں اور ان کے متعلق احکام

اس آیت میں قسم کھانے کی چند صورتوں کا بیان ہے۔ اول یہ کہ اگر کسی گزشتہ واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے اس کو اصطلاح فقہاء میں یمین غموس کہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے کوئی کام کرلیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور پھر جان بوجھ کر قسم کھالے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ یہ جھوٹی قسم سخت گناہ کبیرہ اور موجب وبال دنیا وآخرت ہے مگر اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ توبہ واستغفار لازم ہے اس لئے اس کو اصطلاح فقہاءِ میں یمین غموس کہتے ہیں۔ غموس کے معنی غرق کے ہیں۔ یہ قسم انسان کو گناہ اور وبال میں غرق کردینے والی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی گزشتہ واقعہ پر قصداً سچ سمجھ کر قسم کھائے اور واقع میں غلط ہو۔ مثلاً کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص آگیا ہے۔ اس پر اعتماد کر کے اس نے قسم کھالی کہ وہ آگیا ہے پھر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ اس کو یمینِ لغو کہتے ہیں۔ اسی طرح بلاقصد زبان سے لفظ قسم نکل

1 بہشتی زیور، ص: ۲۷۱. 2 پارہ: ۷، سورة المائدہ، الآیة: ۸۹.

جائے تو اس کو بھی یمینِ لغو کہا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ نہ اس پر کفارہ ہے نہ گناہ۔ تیسری صورت قسم کی یہ ہے کہ آئندہ آنے والے وقت میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اس کو یمین منعقدہ کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں اس پر گناہ بھی ہوتا ہے۔[1]

قسم سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند ہدایات اور سنتیں

1 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس طرح قسم کھایا کرتے تھے: لاو مقلب القلوب قسم ہے دلوں کے پھیرنے والے کی۔[2] یہ حدیث مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھانا جائز ہے۔[3]

2 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم کھائے اور اپنی قسم میں یہ لفظ ادا کرے کہ میں لات وعزّیٰ کی قسم کھاتا ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے اور جو شخص اپنے کسی دوست سے کہے کہ آؤ ہم دونوں جوا کھیلیں تو اس کو چاہیے کہ وہ صدقہ خیرات کرے۔[4]

تنبیہ! اس سے معلوم ہوا کہ جب محض جوا کھیلنے کی دعوت دینے کا کفارہ یہ ہے کہ صدقہ خیرات کرے اگر واقعۃً کھیلے گا تو اس کا کس قدر گناہ زیادہ ہوگا۔ ''وہ لا الہ الا اللہ کہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے۔ اس حکم کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اگر لات عزیٰ (یا کسی اور بت وغیرہ) کے نام کسی نومسلم کی زبان سے سہواً نکل جائے تو اس کے کفارہ کے طور پر کلمہ طیبہ پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فان الحسنٰت یذھبن السیئات. بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔ پس اس صورت میں غفلت وسہو سے توبہ ہوگی۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر زبان سے لات وعزیٰ یا کسی اور بت کے نام تعظیم کے قصد سے نکلے ہوں تو یہ صراحۃً ارتداد اور کفر ہے لہذا اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ تجدید ایمان کے لئے کلمہ طیبہ پڑھے اس صورت میں کفر سے توبہ ہوگی۔[5]

3 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قسم تم میں سے کوئی شخص قسم کھا کر اس پر اصرار کرے جو اس کے اہل وعیال کے متعلق ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زیادہ گناہ گار بناتا ہے بہ

---

1 معارف القرآن، ج:۳، ص:۲۲۲. 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب العتق باب الایمان والنذور، ج:۱، ص:۲۲۵، رقم:۶۰۲،۳۴. 3 مظاہر حق، ج:۳، ص:۴۸۸. 4 الصحیح للامام مسلم، کتاب العتق، باب الایمان، ج:۱، ص: ۲۲۵، رقم:۳۴۰۹. 5 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۴۸۹.

نسبت اس کے کہ وہ اس قسم کو توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے جو اس پر فرض کیا گیا ہے۔[1]
صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھائے اور پھر وہ یہ سمجھے کہ (اس کے خلاف کرنا) قسم پوری کرنے سے بہتر ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کفارہ ادا کر دے جو اس پر فرض کیا گیا ہے۔ یعنی قسم توڑ دے۔[2]

4 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری قسم اس وقت صحیح ہوتی ہے جب تمہارا ساتھی تمہیں سچا سمجھے۔[3]

5 جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔[4]

فائدہ! مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے غیر اللہ کی قسم اس کی تعظیم کے اعتقاد کے ساتھ کھائی اس نے شرک کا ارتکاب کیا کیونکہ اس طرح اس نے اس تعظیم میں غیر اللہ کو شریک کیا جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔[5]

6 قرآن مجید پر رقم رکھنا (قسم کی نیت سے) خلاف ادب ہے۔

7 اگر ایک آدمی یہ بولے کہ میں کافر ہوں اگر میں نے یہ کام کیا۔ اور وہ کام آدمی پھر کرے تو اس سے کافر نہیں ہوتا البتہ ان الفاظ سے قسم ہو جاتی ہے اس لئے قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے اور ایسی گندی قسم کھانا بڑا گناہ ہے اس لئے ایسے شخص کو اپنی اس قسم پر توبہ کرنی چاہیے۔

8 سودا بیچنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھانا جیسے کہ آج کل عام دکانداروں کی عادت بن گئی ہے بہت ہی برا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن تاجر بدکاروں کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے سوائے اس تاجر کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور غلط بیانی سے باز رہے۔[6]

9 کسی نے قسم کھا کر کہا تیرے گھر کبھی نہ کبھی ضرور آؤں گا پھر آنے کا اتفاق نہیں ہوا تو جب تک زندہ ہے قسم نہیں ٹوٹی مرتے وقت قسم ٹوٹ جائے گی اس کو چاہیے کہ اس وقت وصیت کر جائے کہ میرے مال میں سے قسم کا کفارہ دے دینا۔[7]

10 عربی میں قسم کے لئے تین حروف ہیں 1۔ و 2۔ ب 3۔ ت۔ مثلاً یوں کہا جائے واللہ، باللہ

---

1 الصحیح للامام مسلم، کتاب العتق باب الایمان، ج: ۱، ص: ۲۲۶، رقم: ۳۴۱۴۔
2 الصحیح للامام مسلم، کتاب العتق باب الایمان، ج: ۱، ص: ۲۲۶، رقم: ۳۴۱۳۔ 3 مسلم، کتاب العتق باب الایمان، ج: ۱، ص: ۲۲۶، رقم: ۳۴۱۵۔ 4 مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان والنذور، الفصل الاول، ج: ۲ ص: ۲۷۸، رقم: ۳۴۱۹۔ 5 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۴۹۵۔ 6 آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۴۔ 7 بہشتی زیور، ص: ۱۷۴۔

اور تا اللہ۔ ان تینوں کا مفہوم یہ ہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں اور عربی میں لعمر اللہ کہنا بھی قسم ہے۔ نیز عہد اللہ یا میثاق اللہ کی قسم کھاتا ہوں، حلف کرتا ہوں اور اشہد (یا شہادت دیتا ہوں) یہ سب بھی قسمیں ہیں۔[1]

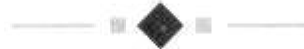
قسم کا کفارہ توڑنے سے پہلے دینا جائز نہیں

11 قسم کا کفارہ جس کی تفصیل آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں قسم توڑنے سے پہلے دے دینا جائز نہیں۔ (اگر پہلے دے دیا اور قسم بعد میں توڑی تو کفارہ پھر سے دینا ہوگا)

12 کافر کی قسم میں کفارہ واجب نہیں ہوتا اگر چہ وہ اسلام لانے کے بعد اس قسم کو توڑے جو حالتِ کفر میں کھائی تھی۔

13 بچے، سوئے ہوئے شخص اور دیوانے کی قسم چونکہ سرے سے واقع ہوتی ہی نہیں اس لئے ان پر قسم توڑنے کا کفارہ بھی واجب نہیں ہے۔[2]

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے نام کی حرمت کا پاس رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۴۸۲۔ 2 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۴۸۱۔

باب ۔۲۳

نذرونیاز کے متعلق ہدایات اور سنتیں

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من نذر ان یطع اللہ فلیطعه ومن نذر فلایعصه ترجمہ...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایسی نذر مانے جس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کی اطاعت کرے (یعنی اس نذر کو پورا کرے) اور جو شخص ایسی نذر مانے جس سے اللہ تعالیٰ کی معصیت ہوتی ہو تو وہ اس (نذر کو پورا کر کے اللہ) کی معصیت نہ کرے۔[1] نذر منت کو کہتے ہیں یعنی کسی ایسی چیز کو اپنی اوپر واجب کر لینا جو واجب نہیں تھی ۔ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ اے اللہ رب العزت! اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں چار روزے رکھوں گا۔ تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ نذر ماننا صحیح ہے اور ہر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے جس سے گناہ لازم نہ آتا ہو۔

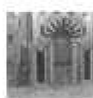
نذر ماننے کی چار شرطیں

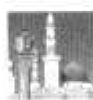
اول شرط یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کیلئے نذر ماننا جائز نہیں۔ نذر صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے۔ لہذا اگر کسی شخص نے انبیاء علیہ السلام میں سے کسی نبی یا اولیاء اللہ میں سے کسی ولی اللہ کی یا کسی بھی غیر اللہ کی نذر مانی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا یعنی اس نذر کو پورا کرنا اس شخص پر لازم نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ میں منت مانتا ہوں کہ اگر میرا بچہ تندرست ہو گیا تو میں فلاں پیر کے نام پہ بکرا ذبح کروں گا یا فلاں پیر کی قبر پر خیرات کروں گا۔ نیز اگر وہ شخص اس نذر کی چیز کو اپنی اسی نیت کے ساتھ کسی آدمی کو دے تو اس آدمی کو وہ چیز لینا جائز نہیں۔ اگر وہ کھانے کی چیز ہو تو اس کا کھانا حلال نہیں اگر وہ چیز کوئی ذبح کیا ہوا جانور ہو تو وہ مردار کے حکم میں ہے۔ بلکہ اگر لوگ اس کو بسم اللہ کر کے کھائیں تو یہ بھی کفر کا سا گناہ ہوگا۔ ہاں اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لئے نذر مانے اور پھر نذر کی ہوئی چیز کو لوگ کھائیں تو یہ جائز ہے اور اگر اس کا ثواب کسی میت کو بخشیں تو یہ بھی جائز ہے۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب العتق باب فی النذور، ج: ا، ص: ۲۲۸، رقم: ۳۴۲۷۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جو چیز اپنی طرف سے نذر مانی جائے وہ ایسی ہونی چاہیے جس کی مثل شرعی طور پر واجب ہو (جیسے نماز، حج، زکوۃ، روزہ وغیرہ) اسی لئے اگر کوئی شخص مریض کی عیادت کی نذر مانے (مثلاً یوں کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو فلاں مریض کی عیادت کروں گا) تو اس کی نذر صحیح نہیں ہوگی کیونکہ مریض کی عیادت ایسی جنس سے ہے جو شرعاً واجب نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ نذر نفل نماز یا نفلی حج یا نفل قربانی یا نفل روزے یا نفلی صدقہ کی ہی درست ہوگی۔





تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کی نذر مانی جائے وہ فی الحال یا آئندہ اس پر واجب نہ ہو جیسے نماز پنجگانہ۔ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں پانچوں نمازیں پڑھوں گا یا رمضان کے روزے رکھوں گا یہ نذر صحیح نہیں، کیونکہ یہ تو اس پر پہلے ہی فرض ہیں۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جو نذر مانی جائے وہ گناہ نہ ہو۔ مثلاً یوں کہنا کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو مولی مشکل کشا کا روزہ رکھوں گا یا یوں کہنا کہ فلاں کے مزار پر چادر چڑھاؤں گا یا یوں کہنا کہ اگر میری شادی ہوگئی تو اپنی دلہن کو لے کر فلاں کے مزار پر سلامی دینے جاؤں گا وغیرہ۔ اور یہ چوتھی شرط درحقیقت دوسری اور تیسری شرط کے ضمن میں بھی شامل ہے۔[1]



قرآن مجید میں نذر کے متعلق ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وما انفقتم من نفقة او نذرتم من نذر فان الله يعلمه وماللظلمين من انصار﴾ اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے اور بے جا کام کرنے والوں کا (قیامت میں) کوئی ہمراہی (حمایتی) نہ ہوگا۔[2]

یعنی جو کچھ خیرات کی جائے تھوڑی یا بہت، بھلی نیت سے یا بری نیت سے، چھپا کر کی جائے یا لوگوں کو دکھا کر کی جائے الغرض کسی طرح کی بھی منت مانی جائے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو پورا علم ہے سب کا۔ اور جو لوگ انفاق مال اور نذر میں حکم الٰہی کے خلاف کرتے ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں اللہ تعالیٰ جو چاہے ان پر عذاب کرے۔

نذر کے متعلق ہدایات اور سنتیں

1 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نذر (عین گناہ یا) گناہ کا باعث ہو اس کو پورا کرنا جائز نہیں (مثلاً یوں کہنا کہ اگر میری فلاں حاجت پوری ہوگئی تو میں ناچ گانے کی محفل کراؤں گا یا قوالی کو اپنے اوپر واجب کرتا ہوں) اور نہ اس چیز کی نذر پوری کرنا جائز ہے جس کا وہ مالک نہ ہو

1 بهشتي زيور، ص: ۱۷۰ ۔ 2 پاره: ۳، سورة بقرة، الآية: ۲۷۰ ۔

(یعنی کسی دوسرے کی چیز کو یا کسی دوسرے کے غلام کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینے کو یا آزاد کرنے کو اپنے اوپر واجب کرنا۔[1]

2 نذر کی جن باتوں کو پورا کرنا ناممکن ہو اس کو پورا نہ کریں۔ مثلاً نذر مانے کہ میں ہمیشہ کھڑا رہوں گا یا ہمیشہ بیٹھا رہوں گا یا ہمیشہ خاموش رہوں گا۔ ایسی نذر کو پورا کرنے کی کوشش بھی جائز نہیں۔[2]

3 حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نذر کے بارے میں جو ان کی ماں نے مانی تھی لیکن وہ اس کو پورا کرنے سے پہلے مرگئی تھی پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فتویٰ دیا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے اس نذر کو (جو اس نے مانی تھی) پورا کرے۔[3] فائدہ! اگر کسی شخص نے نذر مانی اور اس کو پورا کرنے سے پہلے مرگیا تو اس کے بارے میں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس شخص کے وارث پر اس نذر کو پورا کرنا واجب نہیں جب کہ وہ نذر غیر مالی ہو اگر نذر مالی ہو اور اس میت نے کچھ ترکہ نہ چھوڑا ہو تب بھی واجب نہیں البتہ مستحب ہوگا۔ ہاں اگر مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ میرے ترکہ میں سے میری فلاں نذر کو پورا کردینا تب وارثوں پر اس نذر کو اس کے مال کے ایک تہائی حصہ میں سے پورا کرنا واجب ہوگا۔[4]

4 نذر کا کفارہ قسم کے کفارہ جیسا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی چیز کا نام لیے بغیر نذر مانے مثلاً صرف یوں کہے کہ میں نذر مانتا ہوں تو اس پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر وہ نذر میں بلا تعین عدد کے روزے کی نیت کرے مثلاً کہے کہ میں اس کام کے پورا ہونے پر روزے رکھوں گا تو اس پر تین روزے رکھنا واجب ہوں گے اور اگر نذر میں صدقہ کی نیت کرے تو صدقہ فطر کی مانند دس مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہوگا۔[5]

5 منت (نذر) پوری کرنا کام ہونے کے بعد ضروری ہے نہ کہ پہلے۔ اگر منت کام ہونے سے پہلے پوری کرلی اور کام بعد میں ہوا تو اس منت کو دوبارہ پورا کرنا لازم ہوگا۔

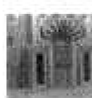
6 نذر کی تمام چیزوں کا یہی حکم ہے کہ ان کو غریب غرباء پر تقسیم کیا جائے یا کسی دینی ادارہ میں دیا جائے۔ نذر ماننے والا اور اس کے اہل وعیال نہ خود کھا سکتے ہیں اور نہ کھاتے پیتے لوگوں کو

---

1 مظاهر حق،ج:٣،ص:٤٩٩. 2 مظاهر حق،ج:٣،ص:٥٠٠. 3 السنن للامام النسائی،ابواب الایمان والنذور،باب من مات وعليه نذر.ص: ٢٣٣٩، رقم:٣٨٤٨.
4 مظاهر حق،ج:٣،ص:٥٠٢. 5 مظاهر حق،ج:٣،ص:٥٠٣.

کھلا سکتے ہیں ورنہ نذر پوری نہ ہوگی۔

7 قرآن مجید ختم کروانے کی منت لازم نہیں ہوتی۔[1]



8 کسی نے اگر چار روزے رکھنے کی نذر مانی اور فقط اتنا ہی کہا کہ چار روزے رکھوں گا تو اختیار ہے چاہے ایک ساتھ رکھے یا الگ الگ کر کے پورے چار کر لے۔ اگر ایک ساتھ رکھنے کی نیت کی تھی تو ایک ساتھ رکھنے ہوں گے۔ اگر بیچ میں ایک دو چھوٹ گئے تو پھر سے رکھنے ہوں گے۔



9 کسی نے اگر آٹھ رکعت پڑھنے کی نذر مانی تو اختیار ہے کہ چاہے دو دو کر کے پڑھے یا چار چار کر کے۔ ہاں چار چار رکعت کی نیت کی تھی تو پھر دو دو سے نہیں پڑھ سکتا۔ اگر پڑھ لی تو نذر پوری نہ ہوگی۔



10 اگر کسی نے نذر مانی کہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھوں گا یا کلمہ پڑھوں گا تو نذر ہوگی اور پڑھنا واجب ہوگا اور اگر یہ نذر مانی ایک ہزار مرتبہ سبحان اللہ یا لاحول پڑھوں گا تو نذر نہیں ہوگی اور پڑھنا واجب نہیں ہوگا۔

11 اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ فلاں مسجد جو ٹوٹی پڑی ہے بنواؤں گا یا فلاں پل بنواؤں گا تو یہ نذر بھی صحیح نہیں اور نہ ہی اس پر کچھ واجب ہوگا۔[2]

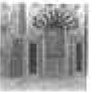
12 نذر اور منت ایک ہی چیز ہے البتہ نیاز فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے کتنے ہی معنی ہیں ان میں سے ایک معنی یہ بھی ہیں ''بخشش وہدیہ''۔

نیاز کا بیان

اگر کوئی شخص کسی زندہ بزرگ کی خدمت میں کوئی چیز بطریق نیاز یعنی عطیہ وہدیہ اور تحفہ کے طور پر پیش کرے تو وہ نیاز جائز ہے اور اس بزرگ کو وہ چیز استعمال کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی مرحوم بزرگ کی نیاز اس معنی میں جائز ہے کہ اس سے کسی بزرگ کا تقرب یا حاجت براری کی نیت نہ ہو بلکہ اس کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہو اور اس کا ثواب اس بزرگ کو پہنچانا ہو تو یہ نیاز بھی جائز ہے۔ لیکن اگر کسی کی نیاز سے مراد یہ ہو کہ یہ نیاز فلاں بزرگ کی خوشنودی کیلئے کی جارہی ہے۔ تو یہ کسی طرح جائز نہیں۔

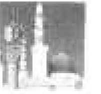
1 اگر نیاز دینے والے نے کسی وفات پائے ہوئے بزرگ کو صدقہ کا ثواب پہنچانے کی نیت سے نیاز کی ہو تو اس چیز کو کھانا صرف فقراء کے لئے جائز ہے مستطیع لوگوں کے لئے جائز نہیں۔

1 بهشتی زیور، ص: ۱۷۱۔ 2 بهشتی زیور، ۱۷۱۔

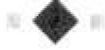


2 اگر نیاز دینے والے نے عام مسلمانوں کے حق میں صدقہ کا ثواب پہنچانے کی نیت کی ہوتو اس صورت میں اس چیز کو کھانا ہر ایک کے لئے جائز ہے خواہ وہ مستطیع ہو یا فقیر ہو۔

3 اگر کسی وفات پائے ہوئے بزرگ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے یا اس بزرگ سے حاجت براری کی شرط کے ساتھ نیاز کی تو نا جائز ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔



اللہ رب العزت ہم سب کو ان ہدایات اور سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین





باب ۔۲۴

غیبت کے متعلق ہدایات اور سنتیں

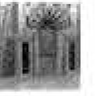
عن ابی هریرة رضی اللّٰه‌عنه ان رسول اللّٰه‌صلی اللّٰه علیه وسلم قال اتدرون ما الغیبة قالوا اللّٰه ورسوله اعلم قال ذکرک اخاک بمایکره قیل افرأیت ان کان فی اخی ماقول؟ قال فقد اغتبته وإن لم یکن فیه ماتقول فقد بهته ترجمہ......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے) فرمایا: کہ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کا ذکر اس طرح سے کرو جس کو وہ (سنے تو) ناپسند کرے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے) پوچھا گیا اگر میرے بھائی کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا میں نے ذکر کیا ہے تب بھی اس کو غیبت کہا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ برائی اس کے اندر موجود ہو جس کا تو نے ذکر کیا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو پھر تو نے اس پر (غیبت سے بڑھ کر) بہتان لگایا۔[1]

غیبت یعنی پیٹھ پیچھے کسی کا کوئی عیب بیان کرنا نہ صرف ایک گناہ ہے بلکہ سماجی اور معاشرتی طور پر بھی نہایت بری حرکت ہے۔ لیکن حیرت ناک بات یہ ہے کہ دوسرے گناہوں کی بہ نسبت یہ گناہ لوگوں میں زیادہ پھیلا ہوا ہے۔ ایسے لوگ بہت ہی قلیل ہوں گے جو اس برائی سے بچے ہوئے ہوں۔ ورنہ خواص تک کا یہ لذیذ ترین مشغلہ ہے۔

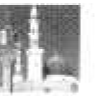
باہمی حقوق وآداب معاشرت کے متعلق تین چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ 1۔ بدگمانی 2۔ تجسس 3۔ غیبت۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا: ﴿یاایها الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولایغتب بعضکم بعضا ایحب أحدکم أن یأکل لحم أخیه میتا فکرهتموه واتقوا اللّٰه ان اللّٰه‌تواب

1 مسلم، کتاب الاداب باب الغیبة والشتم، ج:۲، ص:۱۹۲، رقم:۴۸۲۸۔

رحیم﴾ ترجمہ……اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور (کسی کے عیب کا) سراغ نہ لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے۔ کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تو تم برا سمجھتے ہو (تو کسی بھائی کی غیبت بھی اسی کے مشابہ ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہو (غیبت چھوڑ دو توبہ کرو) بے شک اللہ تعالیٰ بڑا قبول کرنے والا مہربان ہے۔[1]



یہ آیت باہمی حقوق اور آداب معاشرت کے متعلق احکام پر مشتمل ہے اس میں تین چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔



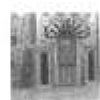
ظن……جس کے معنی گمان غالب کے ہیں۔ آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ہر گمان گناہ نہیں تو یہ ارشاد سننے والوں پر اس کی تحقیق واجب ہوگئی کہ کون سے گمان گناہ ہیں اور کون سے نہیں۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ظن سے مراد اس جگہ تہمت ہے۔ یعنی کسی شخص پر بغیر کسی قوی دلیل کے کوئی الزام عیب یا گناہ کا الزام لگانا۔ امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی رکھے کہ وہ مجھے عذاب ہی دے گا یا مصیبت ہی میں رکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے مایوس رکھے تو یہ حرام ہے۔ ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لایموتن أحدکم الاھو یحسن باللہ.[2] ترجمہ……تم میں سے کسی کو اس کے بغیر موت نہ آنی چاہیے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان ہو۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انا عند ظن عبدی بی.[3] یعنی اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ اب اس کو اختیار ہے کہ میرے ساتھ جو چاہے گمان رکھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن فرض ہے اور بدگمانی حرام ہے۔ اسی طرح ایسے مسلمان جو ظاہری حالت میں نیک دیکھے جاتے ہیں ان کے متعلق بلا کسی قوی دلیل کے بدگمانی حرام ہے اور جو احکام ایسے ہیں کہ ان میں کسی ایک جانب گمان رکھنا شرعاً ضروری ہے وہاں ظن غالب پر عمل کرنا واجب ہے۔ جیسے باہمی منازعات ومقدمات کے فیصلہ میں ثقہ گواہوں کے مطابق فیصلہ دینا کیونکہ حاکم اور قاضی جس کی عدالت میں مقدمہ دائر ہے اس پر اس کا فیصلہ دینا واجب وضروری ہے اور اس خاص معاملے کے لئے کوئی نص



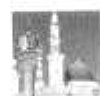
---

1 پارہ: ۲۶، سورۃ الحجرات، الآیۃ: ۱۲، تفسیر عثمانی، ص: ۶۸۲۔ 2 الصحیح للامام مسلم، کتاب صفۃ الجنۃ ونعیمھا، باب الامر بحسن الظن باللہ، ص: ۱۱۶۷، رقم: ۷۲۲۹۔
3 مشکاۃ المصابیح، ج: ۲، ص: ۱۰۔

قرآن وحدیث میں موجود نہیں تو ثقہ آدمیوں کی گواہی پر عمل کرنا اس کے لئے واجب ہے۔ اگر چہ احتمال وہاں بھی ہے کہ شاید کسی ثقہ آدمی نے اس وقت جھوٹ بولا ہو اس لئے اس کا سچا ہونا صرف ظن غالب ہے اور اسی پر عمل واجب ہے۔ اسی طرح جہاں سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو اور کوئی ایسا آدمی بھی نہ ہو جس سے معلوم کر سکیں وہاں اپنے ظن غالب پر عمل ضروری ہے۔ اسی طرح کسی شخص



پر کسی چیز کا ضمان دینا واجب ہوا تو اس ضائع شدہ چیز کی قیمت میں ظن غالب ہی پر عمل کرنا واجب ہوگا اور ظن مباح ایسا ہے جیسے نماز کی رکعتوں میں شک ہو جائے کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو اس وقت



اپنے ظن غالب پر عمل کرنا جائز ہے اور اگر وہاں ظن غالب کو چھوڑ کر عمل یقینی پر عمل کرے یعنی تین رکعت قرار دے کر چوتھی پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے اور ظن مستحب ومندوب یہ ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ نیک گمان رکھے کیونکہ اس پر ثواب ملتا ہے۔



تجسس...... دوسری چیز تجسس ہے یعنی کسی کے عیب کی تلاش اور سراغ لگانا، یہ ناجائز ہے۔ ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، فرمایا: ''مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کی جستجو نہ کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب کی تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرتا ہے اور جس کے عیب کی تلاش اللہ تعالیٰ خود کرے اس کو اس کے گھر کے اندر بھی رسوا کر دیتا ہے۔

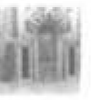
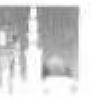
بیان القرآن میں ہے کہ چھپ کر کسی کی باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہے۔ البتہ اگر کسی سے تکلیف پہنچنے کا احتمال ہو اور اپنی یا کسی دوسرے مسلمان کی حفاظت کی غرض سے تکلیف پہنچانے والے کی خفیہ تدبیروں اور ارادوں کا تجسس کرے تو جائز ہے۔

غیبت...... تیسری چیز غیبت ہے یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا جس کو وہ سن کر تکلیف محسوس کرتا اگر چہ وہ سچی بات ہو۔ اس آیت مقدسہ میں ظن، تجسس اور غیبت تین چیزوں کی حرمت کا بیان ہے۔ مگر غیبت کی حرمت کا زیادہ اہتمام فرمایا کہ اس کو کسی مردہ مسلمان کا گوشت کھانے سے تشبیہ دے کر اس کی حرمت اور خست ودنائت کو واضح فرمایا۔

غیبت سے بچنے کے متعلق ہدایات اور سنتیں

1 ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس نے کسی بددین منافق کے شر سے کسی بندۂ مومن کی حمایت کی مثلاً کسی شریر بددین نے کسی مومن مسلمان پر کوئی الزام لگایا یا اس کو برا بھلا کہا اور کسی باتوفیق مسلمان نے اس کی مدافعت کی تو اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک فرشتہ

مقرر فرمائیں گے جو اس کے جسم کو آتش دوزخ سے بچائے گا اور جس نے کسی مسلمان کو بدنام کرنے اور اس کو لوگوں کی نظروں سے گرانے کے لئے اس پر کوئی الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے پل پر قید کر دیں گے اس وقت تک کے لئے کہ وہ اپنے الزام کی گندگی سے پاک ہو جائے۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میں کسی شخص کی نقل  اتاروں اگر چہ میرے لئے ایسا اور ایسا ہی کیوں نہ ہو (یعنی اگر کوئی مجھے بے حساب مال وزر بھی دے تو بھی میں کسی کی نقل اتارنا گوارا نہ کروں)۔ کسی کی نقل اتارنا خواہ قولی ہو یا فعلی جیسے کسی  لنگڑے کی چال بنا کر چلنا جس سے اس کی تحقیر ہوتی ہو حرام اور غیبت محرمہ میں داخل ہے۔[2]

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اگر اپنے کسی مسلمان بھائی کی غیبت سنے تو وہ اپنے غائب بھائی کی  طرف سے مدافعت کرے۔ لیکن اگر اس کی مدافعت پر قدرت نہ ہو تو کم از کم اس کے سننے سے پرہیز کرے کیونکہ غیبت کا قصداً سننا بھی ایسا ہی ہے جیسے کہ خود غیبت کرنا۔[3]

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یہ کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ایک شخص زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے اور غیبت کرنے والے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی۔ اس سے بھی معاف کرانا ضروری ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ غیبت ایک ایسا گناہ ہے جس میں حق تعالیٰ کی بھی نافرمانی ہے اور حق العبد بھی ضائع ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے بھی توبہ کرنا چاہیے اور جس کی غیبت کی گئی ہو اس سے بھی معاف کرانا ضروری ہے۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ غیبت کی خبر جب تک صاحب غیبت کو نہ پہنچے اس وقت تک وہ حق العبد نہیں ہوتی اس لئے اس سے معافی کی ضرورت نہیں۔ مگر جس شخص کے سامنے غیبت کی تھی اس کے سامنے اپنی تکذیب یا اپنے گناہ کا اقرار کرنا ضروری ہے۔

اگر وہ شخص جس کی غیبت کی گئی وہ مر گیا اور اس کا اتہ پتہ نہیں تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاءِ مغفرت کرے اور یوں کہے **اللّٰھم اغفرلنا**

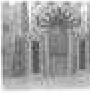
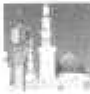
---

1 ابو داؤد، کتاب الاداب باب الشفقة والرحمة على الخلق، ج:۲،ص:۲۱۵، رقم:۴۹۸۲
2 ابو داؤد، کتاب الاداب باب الشفقة، ج:۲،ص:۲۱۴، رقم:۴۹۸۰ 3 ابو داؤد، کتاب الاداب باب الغيبة، ج:۲،ص:۱۹۸، رقم:۴۸۷۴

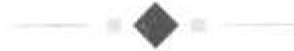
وله..... یا اللہ ہمارے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔

7 بچے، مجنون اور کافر ذمی کی غیبت بھی حرام ہے کیونکہ ان کو ایذاء دینا بھی حرام ہے اور کافر حربی اگرچہ ان کو ایذاء دینا حرام نہیں مگر وقت ضائع کرنے کی وجہ سے غیبت مکروہ ہے۔

8 بعض روایات سے ثابت ہے کہ آیت میں جو غیبت کی عام حرمت کا حکم ہے اس سے بعض حالات مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً کوئی شرعی صورت لاحق ہو جیسے کسی ظالم کی شکایت کسی ایسے شخص کے سامنے کرنا جو اسکے ظلم کو دفع کر سکے (یا حکومت کو اطلاع کرنا) یا کسی کی اولاد بیوی کی شکایت اس کے باپ اور شوہر سے کرنا جو ان کی اصلاح کر سکے۔ نکاح کے مشورے کے وقت کسی کا نسب یا صحیح حال بیان کرنا یا کوئی مسلمان کسی سے امانت و شرکت وغیرہ کا کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہے تو اس مسلمان کو نقصان سے محفوظ رکھنے کے لئے اس شخص کا اصل حال بیان کرنا یا کسی واقعہ کے متعلق فتویٰ حاصل کرنے کے لئے صورت واقعہ کا اظہار کرنا یا کسی معاملے کے متعلق مشورہ لینے کے لئے اس کا حال ذکر کرنا وغیرہ۔ ان سب میں امرِ ضروری یہ ہے کہ کسی کی برائی اور عیب ذکر کرنے سے اس کی تحقیر مقصود نہ ہو بلکہ کسی ضرورت و اصلاح اور مجبوری سے ذکر حقیقتِ حال بیان کی گئی ہو تو جائز ہے۔[1]


اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 معارف القرآن، ج: ۸، ص: ۱۲۳، مظاہر حق، ج: ۴، ص: ۴۶۵، ۴۶۴۔

باب ۔۲۵

ہنسی اور مزاح کے متعلق ہدایات اور سنتیں

عن عائشة قالت مارأيت النبيصلى الله عليه وسلم مستجمعاً ضا حكاًحتى أرى منـه لهواته انماكان يتبسم ترجمہ......ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ کھل گیا ہو اور) مجھے آپ (کے تالو یا حلق کا) کو نظر آیا ہو بلکہ (اکثر و بیشتر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسا مسکرانے کی حد تک رہتا تھا۔[1] سنن ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ ایک دن صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (لیکن اس خوش طبعی میں بھی) میں سچی بات کہتا ہوں۔[2]

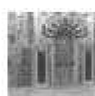
ہنسی و مذاق مستحب ہے

ہنسی اور مذاق جس میں کسی کی دل شکنی اور ایذا رسانی کا پہلو نہ ہو بلکہ مخاطب کی دلبستگی و خوش وقتی اور آپس میں محبت و موانست کے جذبات کو مستحکم کرنا ہو تو یہ چیز سنت مستحبہ ہے۔ بعض لوگ سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اتنے کہ خوش طبعی اور ظرافت ان سے کوسوں دور رہتی ہے اور بعض خوش طبع بنتے ہیں تو اس قدر کہ تہذیب و اخلاق ان سے کوسوں دور بھاگ جاتی ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور عمل سے ایک خاص معیار ہمیں اپنے سامنے رکھنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف نبی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے احترام رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و تلقین میں مصروف رہتے تھے تو دوسری طرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ایک بے تکلف دوست اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے بھی میل جول رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی اور ظرافت کی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان مبارک

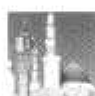
---

1 الصحيح للامام البخارى، كتاب الادب، باب التبسم والضحك، ص: ۵۱۴، رقم: ۲۰۹۲
2 مشكاة المصابيح، كتاب الاداب، باب السلام، ج: ۳، ص: ۵۹.

سے سن لیجئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مذاق فرماتے ہیں؟ یعنی خوش طبعی فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں مگر میں اس خوش طبعی میں بھی سچی بات کہتا ہوں۔ اس کے مقابلہ میں ہمارا آج کل کا مذاق وہ ہے جس میں جھوٹ، غیبت، بہتان، طعن و تشنیع اور بے حد مبالغوں سے کام لیا گیا ہو۔



مزاح اور مسخرہ پن میں فرق



یہ بات معلوم ہونا چاہیے کہ عربی میں لفظ مزاح کا اطلاق اس خوش طبعی اور مذاق پر ہوتا ہے جس میں کسی کی دل شکنی اور ایذا کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ اس کے برعکس جس خوش طبعی اور مذاق کا تعلق دل شکنی اور ایذا رسانی سے ہو اس کو مسخرہ پن کہتے ہیں اور یہ مسخرہ پن ناجائز ہے علماء کرام لکھتے ہیں کہ وہ مزاح اور ظرافت ممنوع ہے جس میں حد سے تجاوز کیا جائے اور اسی کو عادت بنالیا جائے، کیونکہ ہر وقت مزاح و ظرافت میں مبتلا رہنا بہت زیادہ ہنسنے اور قہقہہ لگانے کا باعث ہوتا ہے اور یہ قلب و ذہن کو قساوت اور بے حسی میں مبتلا کر دیتا ہے اور ذکر الٰہی سے غافل کر دیتا ہے۔ نیز مہماتِ دین میں غور وفکر اور پیش قدمی سے باز رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کی شخصیت بری طرح متاثر اور مجروح ہوتی ہے۔ اس کا کوئی دبدبہ قائم رہتا ہے اور نہ اس کی عظمت اور وقار باقی رہتا ہے۔ اس کے برخلاف جو مزاح و ظرافت حد کے اندر اور کبھی کبھار ہو تو وہ صرف مباح ہے بلکہ صحت، مزاج اور نشاط کی علامت ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح و ظرافت کو اختیار فرماتے تھے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد مخاطب کی دل بستگی و خوش وقتی اور محبت و موانست کے جذبات پیدا کرنا ہوتا تھا۔[1]



ہنسی مزاح کے متعلق ہدایات اور سنتیں

1 حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی اور شخص کو مسکراتے نہیں دیکھا۔[2]

2 حضرت جریر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھ کو منع نہیں فرمایا اور جب بھی آپ مجھ کو دیکھتے مسکرا دیتے۔[3]

---

1 مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، ج:۳، ص:۵۹، ۶۰، رقم: ۴۸۸۴، ۴۸۸۵، ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۴۸۸۸، ۴۸۸۹، ۴۸۹۰. 2 مشکوۃ المصابیح، کتاب الفضائل، باب فضائل سیدالمرسلین، ج:۳، ص:۲۶۷. 3 مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، ج:۳، ص:۲۸.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہنسا کرتے تھے؟ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں...... حالانکہ ان کے دلوں میں پہاڑ سے بڑا ایمان تھا۔ جن کے ایمان کی پختگی ورفعت کا قرآن مجید میں کئی مقام پر ذکر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی تصدیق وتعریف بیان فرمائی۔ حضرت بلال بن سعید تابعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس حال میں بھی پایا ہے کہ وہ (دن میں تیر اندازی کی مشق کے وقت) تیر کے نشانوں کے درمیان دوڑا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی باتوں پر ہنسا کرتے تھے۔ مگر جب رات آتی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہوجاتے۔ (شرح السنہ مشکوۃ) ان تینوں روایات کا حاصل یہ ہے کہ بہت زیادہ کھل کھلا کر ہنسنا قہقہہ لگانا دل کو غافل کردیتا ہے اور نور ایمان میں خلل ڈالتا ہے (ہاں کبھی اتفاق ہو تو وہ دوسری بات ہے) البتہ مسکرانے کی حد تک ہنسنا مستحب ہے۔[1] اگر آپ کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں اور چہرے پر مسکراہٹ ہو تو یہ چہرے کی رونق بھی ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی جب مسکرانے کا موقع آتا تو مسکرایا کرتے تھے مگر اہل غفلت اور دنیا دار لوگوں کی طرح نہیں۔ بلکہ ہنسنے کی حالت میں بھی شرعی آداب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے اور اپنے ایمان کو کامل درجہ پر قائم رکھتے اور جب رات آتی تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دنیا کے سارے کام کاج آرام وراحت چھوڑ کر خوفِ الٰہی کے غلبہ سے روتے گڑگڑاتے اور مناجات میں مصروف ہوجاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کا ایک جانور مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دونگا! اس شخص نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنتی ہے۔[2]

تفسیر مظہری نے بحوالہ بیہقی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے۔ میرے پاس ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا میری رشتہ

1 مشکوۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب السلام، ج:۳، ص:۲۸۔ 2 مشکوۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب السلام، ج:۳، ص:۲۹۔

کی ایک خالہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مزاح کے فرمایا: لاتدخل الجنة عجوز...... جنت میں کوئی بڑھیا نہ جائے گی۔ یہ بیچاری سخت غمگین ہوئی۔ بعض روایات میں ہے کہ رونے لگی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تسلی دی اور اپنی بات کی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ جس وقت یہ جنت میں جائے گی تو بوڑھی نہ ہوگی، بلکہ جوان ہوکر داخل ہوگی اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿انا انشأنھن انشاءً فجعلنھن ابکارا﴾...... (وہ عورتیں جو دنیا میں بوڑھی یا بدشکل تھیں ان کے متعلق فرمایا کہ) ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا (یعنی) ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔[1]

نیز جنت کی عورتوں کی تخلیق اس شان کی ہوگی کہ وہ ہر صحبت ومباشرت کے بعد پھر کنواری جیسی ہوجائیں گی۔[2]

6 حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ شہر سے باہر رہنے والا ایک شخص (یعنی دیہاتی) جس کا نام زاہر بن حرام رضی اللہ تعالی عنہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور ہدیہ شہر کے باہر سے کچھ چیزیں لایا کرتا تھا (جیسے پھل سبزی وغیرہ)۔ جب وہ مدینہ سے باہر جاتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ کچھ شہر کا سامان کردیا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اس کے بارے میں) فرماتے کہ زاہر رضی اللہ تعالی عنہ ہمارا باہر کا گماشتہ ہے (کہ وہ ہمارے لئے باہر کی چیزیں لاتا ہے) اور ہم اس کے شہر کے گماشتہ ہیں (کہ ہم اس کو شہر کی چیزیں دیتے ہیں) نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زاہر رضی اللہ تعالی عنہ سے محبت رکھتے تھے۔ ویسے وہ ایک بدصورت شخص تھا ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (بازار میں) تشریف لے گئے تو (دیکھا کہ) وہ اپنا سامان تجارت بیچ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے جاکر اس کی اس طرح آنکھیں بند کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ زاہر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ چھوڑ دو مجھے کون ہے یہ شخص؟ (پھر زاہر رضی اللہ تعالی عنہ نے کن انکھیوں سے دیکھ کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور (حصول برکت کے لئے) اپنی پشت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے رگڑنے لگا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمانا شروع کیا کہ کوئی ہے جو غلام خریدے؟۔ زاہر رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ قسم ہے اللہ کی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو ناکارہ پائیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو تم

1 پارہ: ۲۷، سورة الواقعة، الآية: ۳۵، شرح السنة، كتاب الاداب باب المزاح، ج: ۲، ص: ۲۰۰، رقم: ۳۸۸۸. 2 معارف القرآن، ج: ۸، ص: ۲۷۶.

ناکارہ نہیں ہو۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے حضرت زاہر رضی اللہ تعالی عنہ کو ازارہ مذاق غلام سے تعبیر کیا اور حقیقت کے اعتبار سے یہ جھوٹ بھی نہیں کیونکہ وہ اللہ کے غلام تھے۔[2]

7 حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم چمڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اندر آ جاؤ۔ میں نے (مزاح کے طور پر) عرض کیا یا رسول اللہ پورے کا پورا اندر آ جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سارے جسم کو اندر لے آؤ۔ حدیث کے راوی عثمان بن عاتکہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے کہ عوف بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ فقرہ اس لئے کہا تھا کہ خیمہ چھوٹا تھا۔[3] فائدہ! اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اس طرح محبت وشفقت کا تعلق رکھتے تھے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے تکلفی کے موقع پر ظریفانہ بات بھی کر لیتے تھے۔[4]

8 حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے دو کانوں والے!۔[5] فائدہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کو دو کانوں والے کے ذریعے مخاطب فرمایا اس میں خوش طبعی اور ظرافت بھی تھی اور ان کے تئیں اس کی تعریف وتوصیف کا اظہار بھی مقصود تھا کہ تم نہایت فہیم وذکی ہو اور تم سے جو بات کہی جاتی ہے اس کو تم اچھی طرح سنتے ہو۔[6]

اللہ رب العزت ہم سب کو ان ہدایات وسنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



---

1 مشکوۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب السلام، ج:۳، ص:۵۹، رقم:۴۸۸۹. 2 مظاہر حق، ج:۴، ص:۴۹۲. 3 السنن للامام ابی داود، کتاب الادب، باب فی المزاح، ص:۱۵۸۹، رقم:۵۰۰۰. 4 مظاہر حق، ج:۴، ص:۴۹۲. 5 السنن للامام ابی داود، کتاب الادب، باب فی المزاح، ص:۱۵۸۹، رقم:۵۰۰۲. 6 مظاہر حق، ج:۴، ص:۴۹۴.

باب ۔۲٦

مخلوق خدا پر شفقت و رحمت کے متعلق ہدایات و سنتیں

عن جریر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرحم اللہ من لایرحم الناس ترجمہ ...... حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔[1]

محبت وشفقت معاشرے کے لئے ہر وقت کی ضرورت ہے اور انسان جہاں بھی جائے وہاں اس کی ضرورت محسوس کرے گا۔ گھر، بازار اور سفر میں جہاں جہاں اللہ تعالی کی مخلوق کے ساتھ محبت وشفقت سے پیش آئے گا وہاں اس کی قدر ومنزلت بھی بڑھے گی اور اللہ تعالی کی خوشنودی بھی حاصل ہوگی ۔ محبت وشفقت جذبہ ہمدردی ایسی نعمت ہے جو بیگانہ کو اپنا اور دشمن کو دوست بنادیتی ہے جبکہ خودغرضی بے مروتی ایسی چیز ہے جو اپنوں کو بھی بیگانہ بنادیتی ہے اور معاشرے میں اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی ۔ آپ جس سے بھی ملیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر محبت وشفقت اور خندہ روی کے ساتھ ملیں تو اخروی درجات کی بلندی اور اللہ تعالی کا قرب حاصل ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ رحمت وشفقت کے جذبات اللہ تعالی کا بہترین عطیہ ہیں۔ اگر وہ کسی کے دل سے رحمت وشفقت، محبت ومروت اور ہمدردی کے جذبات کو نکال دے تو پھر کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس شخص کے دل کو ان جذبات کی دولت عطا کرے۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالی ہے: ﴿والف بین قلوبهم لو انفقت مافی الارض جمیعا ماالفت بین قلوبهم ولکن اللہ الف بینهم انه عزیز حکیم﴾ ترجمہ ...... اور الفت ڈالی ان کے دلوں میں، اگر تو خرچ کردیتا جو کچھ زمین میں ہے سارا (تب بھی) نہ الفت ڈال سکتا ان کے دلوں میں۔ لیکن اللہ تعالی نے الفت ڈالی ان کے دلوں میں بے شک وہ زورآور ہے، حکمت والا۔[2]

اس آیت کریمہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطاب کیا گیا کہ اللہ تعالی ہی کی ذات ہے جس نے اپنی خاص مدد سے اور مسلمانوں کی جماعت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید

---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن، ج:٦، ص:٢٦٨٦، رقم:١٩٤١، دیب۔ 2 پارہ: ١٠، سورۃ الانفال، الآیۃ:٦٣۔

اور نصرت فرمائی۔ اسی کے ساتھ اس آیت میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ مختلف لوگوں کے دلوں کو جوڑ کر ان میں الفت و محبت پیدا کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں صرف اسی ذات کا کام ہے جس نے سب کو پیدا کیا۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کے قلوب میں باہمی الفت و محبت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ اس کے انعام کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ حصول انعام کے لئے اس کی اطاعت و رضا جوئی شرط ہے۔ جماعتوں اور افراد کے درمیان وحدت و اتفاق ایک ایسی چیز ہے جس کے محمود اور مفید ہونے سے کسی مذہب و ملت اور کسی صاحب فکر و نظر کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص جو لوگوں کی اصلاح کی فکر کرتا ہے وہ ان کو آپس میں متفق ہونے پر زور دیتا ہے لیکن یہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضا جوئی سے حاصل ہوتا ہے قرآن کریم نے اس حقیقت کی طرف کئی آیتوں میں اشارے فرمائے ہیں۔ ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصالحت سیجعل لھم الرحمن ودا﴾...... ترجمہ...... جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں محبت و مودت پیدا فرما دیں گے۔[1]

اس فرمان نے الٰہی نے واضح کر دیا کہ دلوں میں حقیقی محبت و مودت پیدا ہونے کا اصلی طریقہ ایمان اور اعمال صالحہ کی پابندی ہے۔ اس کے بغیر اگر کہیں اتحاد و اتفاق مصنوعی طور پر قائم کر بھی لیا جائے تو وہ محض ظاہری طور پر نظر آنے والا بے بنیاد اور کمزور ہوگا۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا﴾...... اس آیت کریمہ میں اختلاف و تفرقہ سے بچنے کی تدبیر بھی بتلائی ہے کہ تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی (یعنی قرآن مجید اور شریعت اسلام) کو مضبوط تھام لو تو سب آپس میں خود بخود متفق ہو جاؤ گے اور باہمی تفرقے ختم ہو جائیں گے۔[2]

شفقت و محبت سے متعلق چند ہدایات اور سنتیں

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے کہ (اے مخاطب) تو مومنوں کو آپس میں الفت و محبت میں ایسا پائے گا جیسا کہ ایک بدن ہے۔ جب بدن کا کوئی عضو دکھتا ہے تو سارے بدن کے اعضاء اس کے دکھ میں شریک

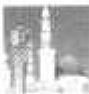
---

1 پارہ: ۱۶، سورۃ مریم، الآیۃ: ۹۶۔ 2 پارہ: ۴، سورۃ آل عمران، الآیۃ: ۱۰۳۔

ہوجاتے ہیں اور سارا جسم بیدار ہوجاتا ہے اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے۔[1] فائدہ! اسی طرح مسلمانوں کو حکم ہے کہ پوری ملت اسلامیہ ایک جسم کی مانند ہوجائے اگر کسی ایک بھی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو سارے مسلمان اس کے دکھ رنج میں شریک ہوں اور سب مل کر اس کی تکلیف ومصیبت کو دور کرنے کی تدبیر کریں۔



2 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم کرے اور نہ اس کو ہلاکت میں ڈالے (مثلاً اس کو کسی دشمن کے ہاتھ پڑنے دے بلکہ اس کی مدد کرے) اور جو شخص کسی مسلمان کی حاجت روائی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کے رنج وغم اور مصیبت ومشکل کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت اور رنج وغم کو دور فرمائیں گے۔ (خصوصاً) روز قیامت اس کی مصیبت اور رنج وغم کو دور فرمائیں گے اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب کو چھپائیں گے۔[2]





3 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو مسلمان مظلوم ہے اس کی مدد تو کرنی چاہیے لیکن ظالم کی کس طرح مدد کرسکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو ظلم سے روکو اور یہی اس کے حق میں تمہاری مدد ہے۔[3]

4 حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا (خواہ وہ یتیم اس کا اپنا ہو یا کوئی غیر) جنت میں اس طرح ہوں گے...... یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کیا اور دونوں کے درمیان تھوڑی سے کشادگی رکھی۔[4]

5 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے یہاں تک کہ وہ بلوغ کی حد تک پہنچ جائیں (یعنی ان کی شادی ہوجائے اور وہ اپنے شوہر کے گھر پہنچ جائیں) تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ایک جگہ ہوں گے جس طرح یہ انگلیاں ہیں یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو

---

1 الصحیح للامام مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المومنین، ج:۴، ص: ۱۹۹۹۔

2 الصحیح للامام البخاری، کتاب المظالم، باب لایظلم المسلم المسلم، ج:۲، ص: ۸۶۲۔

3 الصحیح للامام البخاری، کتاب المظالم، باب اعن اخاک، ج:۲، ص: ۸۶۲، دیب۔

4 الصحیح للامام البخاری، کتاب الادب، باب فضل من یعول یتیما، ج:۵، ص: ۲۲۳۷، دیب۔

انگلیوں کو ملا کر دکھلایا۔[1]

فائدہ! بعض دوسری روایات میں بچیوں کی کمی بیشی کا بھی ذکر ہے مگر مقصد سب کا ایک ہی ہے کہ کہ بچیوں کے ساتھ شفقت ورحمت اوران کی صحیح تربیت اور غلط ماحول سے ان کی حفاظت کرنا ہے جو شخص اس پر عمل کرے گا اسے قیامت کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوگا۔

6 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا (دینی) بھائی ہے کوئی مسلمان کسی مسلمان پر نہ تو ظلم کرے نہ اس کو رسوا ہونے دے اور نہ اس کو حقیر وذلیل سمجھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ کر کے فرمایا پرہیز گاری اس جگہ ہے۔ نیز فرمایا کہ مسلمان کے لئے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تذلیل وتحقیر کرے (کسی مسلمان بھائی کی تذلیل وتحقیر کرنا بجائے خود اتنی بڑی برائی ہے کہ اور کوئی گناہ نہ بھی کرے تو یہی ایک برائی اس کو عذاب میں مبتلا کرنے کیلئے کافی ہے۔) اور مسلمان پر مسلمان کی ساری چیزیں حرام ہیں اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو۔[2]

فائدہ! اکثر لوگ اور خصوصاً دنیا دار جو نفس کی ظلمت وغفلت میں مبتلا ہوتے ہیں عام طور پر فقراء ومساکین اور بے کس مسلمانوں کے ساتھ انتہائی ترش روئی اور حقارت کا معاملہ کرتے ہیں اور نتیجۃً مسلمان کی تذلیل وتحقیر کرنے کا عذاب اپنے سر لیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالی ان لوگوں کو دنیا میں بھی عزت واقبال مندی سے نوازتا ہے اور آخرت میں بھی نجات عطا کرے گا جو اس کے غریب، مسکین، ضعیف اور بے کس بندوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکین وغرباء کی محبت حاصل کرنے کی دعا مانگا کرتے تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کی طرف سے یہ حکم دیا گیا تھا کہ فقراء ومساکین کی ہم نشینی اختیار فرمائیں جیسا کہ سورۂ کہف میں مذکور ہے۔[3]

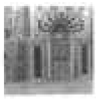
7 حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جوان کسی بوڑھے شخص کی اس کے بڑھاپے کے سبب تعظیم وتکریم کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے بڑھاپے کے وقت کسی ایسے شخص کو متعین فرما دیتے ہیں جو اس کی تعظیم وخدمت کرتا ہے۔[4]

فائدہ! جو لوگ اپنے بڑوں کی تعظیم اور خدمت نہیں کرتے بلکہ تحقیر کرتے ہیں وہ اپنے

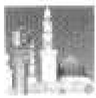
---

1 المسند للامام احمد، مسانید ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج:۲،ص:۳۳۵. 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب المظالم، باب المسلم لا یظلم المسلم، ج:۲،ص:۸۶۲. 3 مظاہر حق، ج:۴، ص:۵۳۷. 4 ترمذی، کتاب الاداب، باب الشفقه، ج:۲، ص:۲۱۳، رقم:۱۹۷۴.

بڑھاپے میں اپنے چھوٹوں کی طرف سے اسی تحقیر و تذلیل اور بے وقعتی سے دو چار ہوتے ہیں۔ مذکورہ ارشادِ گرامی میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کی عمر دراز ہوتی ہے جو اپنے بڑے بوڑھوں کی تعظیم و تکریم کرتا ہے۔ خود اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس کے سلسلہ میں دین اور دنیا کے بڑے بڑے احترام و انعامات سے نوازے گئے۔



اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بڑی نعمت تو یہ عطا فرمائی کہ ان کی حیات بہت طویل ہوئی اور وہ تقریباً ایک سو تین سال تک نہایت صحت و تندرستی اور اطمینان و سکون کے ساتھ اس دنیا میں رہے۔ اللہ



تعالیٰ نے ان کو مال و دولت سے بھی نوازا اور کثیر اولاد کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا۔ حتیٰ کہ ان کے ایک سو لڑکے ہوئے۔[1]



8 حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی اور شہادت کی انگلی ملاتے ہوئے فرمایا: میں اور سیاہ رخساروں والی عورت قیامت کے دن اس طرح ہوں گے۔ اس حدیث کے راوی یزید بن زریع رحمۃ اللہ علیہ نے درمیانی اور شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ جس طرح یہ انگلیاں قریب قریب ہیں اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ عورت قیامت کے دن قریب قریب ہوں گے۔ سیاہ رخسار والی عورت کی تشریح کرتے ہوئے بتایا اس سے مراد ہر وہ عورت ہے جس کا شوہر مر گیا یا اس کو طلاق دے دی گئی ہو اور وہ جاہ و جمال رکھنے کے باوجود یتیم بچوں کی پرورش کے خیال سے دوسرا نکاح نہ کرتی ہو۔ حتیٰ کہ اس کے بچے جوان ہو کر اس سے جدا ہو گئے ہوں یا مر گئے ہوں۔[2]

9 صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے۔[3]

جانداروں کو کھلانا بھی کارِ ثواب ہے

10 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بندہ کسی درخت کا پودا لگائے یا کھیتی (وغیرہ) کرے پھر کوئی انسان یا پرندہ یا چوپایہ اس درخت یا کھیتی میں سے کھائے تو یہ اس بندے کی طرف

---

1 مظاہر حق، ج: ۴، ص: ۵۴۵. 2 ابوداؤد، کتاب الاداب باب الشفقة، ج: ۲، ص: ۲۱۴، رقم: ۴۹۷۸. 3 الصحيح للامام البخاری، کتاب الادب، باب الساعی علی المسکین، ج: ۲، ص: ۲۲۳۷.

سے صدقہ اور باعث اجروثواب ہے۔[1] فائدہ !یعنی انسانوں کے علاوہ تمام جانداروں چرند و پرند کو کھلانا پلانا بھی صدقہ اور کارِ ثواب ہے۔سانپ اور بچھو اور موذی جیسے جانوروں کو مارڈالنے کا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے یہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندوں کے ساتھ خیر خواہی کا تقاضا ہے۔

جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کے بارے میں صحیح بخاری میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص راستہ چل رہا تھا کہ اسے بڑے زور کی پیاس لگی ایک کنواں ملا اور اس نے اس میں اتر کر پانی پیا۔ جب باہر نکلا تو وہاں ایک کتا موجود تھا جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے (مٹی کی) تری کو چاٹ رہا تھا۔اس شخص نے کہا یہ کتا بھی اتنا زیادہ پیاسا معلوم ہوتا ہے جتنا میں تھا۔چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے جوتے میں پانی بھرا اور منہ سے پکڑ کر اوپر لایا اور کتے کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو پسند کیا اور اس کی مغفرت کردی۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک پر بھی اجر ملتا ہے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جاندار کے باب میں اجر (ثواب) ملتا ہے۔[2]

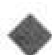
ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاریؓ کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ بھوک سے بلبلا رہا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک کو بلا کر فرمایا اس جانور کے بارے میں تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟

سنگ دلی کا علاج

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سنگ دلی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کر اور غریبوں کو کھانا کھلایا کر۔[3]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان محبت والفت کا مقام ومخزن ہے اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جو مسلمانوں سے محبت والفت نہیں کرتا اور مسلمان اس سے محبت والفت نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو باہمی محبت وشفقت عطا فرمائے۔آمین



1 الصحيح للامام البخاري، كتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، ج: ٢، ص: ٢٢٣٩.

2 بخاري، كتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، ج: ٢ ص: ٢٢٣٨، ديب. 3 مشكوة كتاب الاداب باب الشفقة، ج: ٢، ص: ٢١٧، رقم: ٥٠٠١.

باب ۔ ۲۷

بچوں کی تربیت کے بارے میں ہدایات اور سنتیں

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول اللہ صلی الله علیه وسلم مروا اولادکم بالصلاۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین وفرقوا بینھم فی المضاجع ترجمہ...... حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد مکرم سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو ان کو نماز کی تاکید کرو اور جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز میں کوتاہی کرنے پر ان کو سزا دو اور ان کے بستر بھی الگ الگ کردو۔ [1]

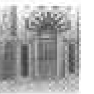
اولاد کے لئے بہترین تحفہ اچھی تربیت ہے

اولاد کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اس کی امانت سمجھ کر اس کی قدر کی جائے۔ حسب استطاعت ان کی ضروریات کا بندوبست کیا جائے۔ ان کو بوجھ نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ان کی ایسی تربیت کریں کہ وہ شائستگی اور اچھے اخلاق و سیرت کے حامل ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی تحفہ حسن ادب اور اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صاحب اولاد کو اس کی اولاد کا یہ حق بتایا ہے کہ وہ بالکل شروع ہی سے اس کی دینی تعلیم و تربیت کی فکر کرے۔ اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو قصوروار ہوگا۔ حدیث بالا میں بھی یہی حکم ہے کہ جب بچے سات برس کے ہوجائیں تو اس وقت سے ان کو نماز کی تاکید شروع کردینی چاہیے تاکہ انہیں نماز کی عادت کم سنی ہی سے ہوجائے اور بچوں کو صحبت بھی اچھی دینا چاہیے کیونکہ بچہ ماحول اور صحبت کا اثر جلدی لیتا ہے۔ بچوں کو صحیح تربیت اور اچھی صحبت دینے کے ساتھ ساتھ ان کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگتے رہنا چاہیے، جیسے حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے یوں دعا مانگی تھی: ﴿رب ھب لی من لدنک ذریة طیبة﴾ ترجمہ...... اے رب عطا کر مجھ کو پاکیزہ اولاد۔ [2] ایک دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں

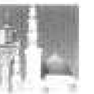
---

1 مشکوۃ المصابیح جلد: ۱، ص: ۱۲۶۔ 2 پارہ: ۳، سورہ آل عمران، الآیة: ۳۸۔

کی تعریف کی ہے جو اولاد اور بیوی کیلئے اور ان کے نیک صالح ہونے کے لئے اپنے پروردگار سے دعائیں کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین﴾ ترجمہ..... یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار لوگ ایسے ہیں جو یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں بیوی بچے ایسے عطا فرما جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔[1] حضرت



حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ یہاں آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد یہ ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول دیکھے۔[2] اگر اولاد و ازواج کی ظاہری صحت و عافیت



اور خوشحالی بھی اس میں شامل کی جائے تو وہ بھی درست ہے۔

دوسری بات حدیث بالا میں یہ ارشاد فرمائی کہ جب وہ بلوغت کے قریب یعنی دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور کہنے سننے کے باوجود نماز نہ پڑھیں تو انہیں سختی اور مار کر نماز پڑھانی چاہیے۔ نیز



جس طرح بچوں کو اس عمر میں نماز کی تاکید کرنا ضروری ہے اسی طرح انہیں نماز کے ارکان و شرائط وغیرہ بھی سکھانے چاہئیں اور ساتھ ساتھ بچوں کو انبیاء علیہم السلام اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلمکے نام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، بیٹے اور بیٹیوں کے نام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامادوں کے نام، خلفاء راشدین کے نام، عشرہ مبشرہ صحابہ کرام کے نام نیز دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام اور ان حضرات کے مختصر حالات وکمالات بتائیں اور بزرگان دین اور مجاہدین اسلام کے حالات اور کارناموں سے بھی روشناس کرائیں۔ تاکہ آگے چل کر یہ چیزیں ان کی زندگی میں رنگ لائیں اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مسرور ہو۔

حدیث بالا کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب بچے اس عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں علیحدہ علیحدہ سلانا چاہیے یعنی اگر دو بھائی بہن یا دو اجنبی لڑکا لڑکی ایک ہی بستر میں سوتے ہوں تو اس عمر میں ان کے بستر الگ الگ کر دینا چاہیے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں دو بہنیں ایک ساتھ سوسکتی ہیں۔[3]

یعنی جب بچے اس عمر کو پہنچیں تو ان کو اخلاقی تباہ کاریوں سے بچانے کے لئے خاص طور پر نگرانی کرنی چاہیے۔ کیونکہ دس سال سے بیس سال تک کی ایسی عمر ہے کہ اگر اس عمر میں بچوں کی صحیح نگرانی ہوئی اور اچھی صحبت ملی اور دینی تربیت دی تو انشاء اللہ آئندہ کی زندگی میں اچھے آثار نمودار ہوں گے اور والدین کے لئے دنیا و آخرت میں آنکھوں کے لئے ٹھنڈک اور قلب کے لئے راحت کا سامان بنیں گے اور اگر غفلت برتی گئی، اچھی صحبت و تربیت نہ دی گئی تو معاملہ

---

1 پارہ: ۱۹، سورۃ الفرقان، الآیۃ: ۷۴۔ 2 معارف القرآن، ج: ۶، ص: ۵۰۹۔ 3 حاشیہ مشکوٰۃ بحوالہ مرقاۃ۔

برعکس ہوگا۔ پھر اولاد پر کنٹرول مشکل ہوگا الا ماشاء اللہ، مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس کو چاہیں ہدایت دیں۔ حدیث بالا کا مدعا یہ ہے کہ ماں باپ پر یہ سب اولاد کے حقوق ہیں اور قیامت کے دن ان سب کے بارے میں باز پرس ہوگی۔[1]

بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں چند ہدایات اور سنتیں

1 جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہیں۔[2] نیز مسلمان بچہ کا پہلا حق یہ ہے کہ پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اذان دی جائے اور آخری حق یہ ہے کہ اس کی وفات پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اس طرح یہ بتلا دیا گیا کہ مسلمان کی زندگی اذان اور نماز کے درمیان کی زندگی ہے اور وہ زندگی بس اس طرح گزرنی چاہیے جس طرح اذان کے بعد نماز کے انتظار اور اس کی تیاری میں گزر جاتی ہے۔[3]

2 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے بچوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرماتے تھے اور تحنیک فرماتے تھے۔ فائدہ! کھجور یا ایسی ہی کوئی چیز چبا کر بچے کے تالو پر مل دیں اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال دیں جو خیر و برکت کا باعث ہو اس عمل کو تحنیک کہتے ہیں۔ کتب حدیث میں تحنیک کے بہت سے واقعات مروی ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ جب بچہ پیدا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی مقبول اور صالح بندے کے پاس لے جائیں اس کے لئے خیر و برکت کی دعا بھی کرائیں اور تحنیک بھی کرائیں۔ یہ ان سنتوں میں سے ہے جن کا رواج بہت ہی کم رہ گیا ہے۔[4]

3 صحیح بخاری میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بچے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ جس کو بچہ عطا فرمائے وہ عقیقہ کرے) لہذا بچہ کی طرف سے قربانی کرو اس کا سر صاف کرادو۔[5] عقیقہ ساتویں روز کیا جائے۔[6] اگر ساتویں روز نہ ہو سکے تو پھر چودھویں روز ورنہ اکیسویں روز۔

4 لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ عقیقہ کے جانور نر ہوں یا مادہ۔[7] اگر وسعت ہو تو دو ورنہ ایک بھی کافی ہے آپ صلی اللہ علیہ

1 معارف الحدیث. 2 الترمذی، جلد۲، ص: ۱۵۲. 3 الترمذی۲/۱۵۲. 4 مسلم، کتاب الاداب، باب استحباب تحنیک المولود، ص: ۱۰۶۱، رقم: ۵۶۱۹. 5 السنن للترمذی، ابواب الاضاحی، ج:۲، ص:۱۶۸. 6 ترمذی. ۱۵۲/۲. 7 ابوداؤد. کتاب العقیقة، ج:۲، ص:۱۱۸.

وسلم نے اپنے نواسے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیقہ کیا تو ایک ایک مینڈھا ذبح کیا۔[1] فائدہ! احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں صورتیں ثابت ہیں یعنی لڑکے کے لئے ایک بکرا بھی اور دو بھی۔ نیز عقیقہ کے جانوروں کے رنگ کی کوئی قید نہیں اور عقیقہ کے جانور کے متعلق بھی وہی شرائط ہیں جو قربانی کے جانور کے متعلق ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تم اپنے آباؤ اجداد کے ناموں کے ساتھ پکارے جاؤ گے۔ لہذا تم اچھے نام رکھا کرو۔[2] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ناموں میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔[3] فائدہ! ان ناموں کے پسندیدہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ اس میں بندے کی عبدیت کا اعلان ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے نام بھی پسندیدہ ناموں میں سے ہیں۔ چنانچہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کا نام ابراہیم رکھا تھا اور اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام بھی پسندیدہ ہیں۔ اس کے علاوہ وہ نام بھی صحیح ہیں جو معنوی لحاظ سے اچھے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہی رہنمائی ملتی ہے کہ باپ کی ذمہ داری ہے کہ بچے کا اچھا نام رکھے یا اپنے کسی بزرگ سے رکھوالے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس کو اللہ تعالیٰ اولاد دے اس کو چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو اچھی تربیت دے۔ پھر جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو اس کے نکاح کا بندوبست کرے اگر شادی کی عمر کو پہنچ جانے پر بھی (اپنی غفلت اور بے پروائی سے) اس کی شادی کا بندوبست نہ کیا اور وہ اس کی وجہ سے حرام میں مبتلا ہو گیا تو اس کا باپ (بھی) اس گناہ کا ذمہ دار ہوگا۔ افسوس کہ ہمارے معاشرے میں اس بارے میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دوسروں کے رسم و رواج کی تقلید میں شادی کو بے حد بوجھل بنالیا ہے۔ اگر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں تو یہ کام اتنا آسان ہو جائے جتنا کہ فقط جمعہ کی نماز کا ادا کرنا۔ پھر نکاح و شادی میں وہ برکتیں حاصل ہوں جن سے ہم بالکل محروم ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بندہ جب مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں (ہیں جنکا ثواب

---

1 ابوداؤد عن ابی الدرداءؓ، کتاب الادب باب فی تغییر الاسماء، ص: ۱۵۸۵، رقم: ۴۹۴۸.
2 ابوداؤد عن ابی الدرداءؓ، کتاب الادب باب فی تغییر الاسما، ص: ۱۵۸۶، رقم: ۴۹۴۰.
3 مشکوۃ المصابیح، ج: ۱، ص: ۴۴.

برابر ملتا رہتا ہے) 1. صدقہ جاریہ، 2. وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے، 3. نیک صالح اولاد جو اس کے لئے دعا گو ہے۔[1]

8 حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صاحبزادے) ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیا اور انہیں بوسہ دیا اور ناک لگائی۔[2]

9 حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ یہ دونوں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔[3]

10 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا (اور ذمہ داری کو پورا کیا) تو یہ بیٹیاں ان کے لئے جہنم سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔

11 حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو بچی تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک پر سوار تھیں پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی جب آپ رکوع کرتے تو انہیں آہستہ سے اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر اٹھا لیتے۔[4] حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے جن کی شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی تھی۔ ان کی بیٹی کا نام امامہ تھا۔ امامہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت محبت فرماتے تھے اور امامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانوس تھی۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ میں ایک زریں ہار آیا تمام ازواج مطہرات اس وقت جمع تھیں اور امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر کے گوشہ میں مٹی سے کھیل رہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہار میں اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا سب کا گمان تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرمائیں گے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ کو بلایا اور اول ان کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے پونچھا پھر وہ ہار ان کے گلے میں ڈالا۔[5]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1 مشکوۃ المصابیح، ج: ۱، ص: ۴۴. 2 بخاری، کتاب العقیقۃ، باب فی تسمیۃ المولود، ج: ۵، ص: ۲۰۸۱. 3 بخاری، کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین، ج: ۳، ص: ۱۳۷۱.
4 بخاری ۱/۱۹۳. 5 سیرۃ مصطفی حصہ سوئم بحوالہ ابن سعد، مسند احمد بسندحسن، عن عائشہؓ.

بچوں کے اچھے نام رکھنے کے متعلق ہدایات اور سنتیں

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمان احب اسماء کم الی اللہ عبداللہ و عبدالرحمن ترجمہ......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تمہارے ناموں میں اللہ جل شانہ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔[1]

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچے کا نام اچھا رکھیں۔ آج کل ناموں کے سلسلہ میں کچھ غلط رواج نکل پڑے ہیں جس کی وجہ سے یہاں نام رکھنے کے متعلق ہدایات وسنتیں نقل کی جاتی ہیں۔ نام رکھنے میں انبیاء علیہم السلام اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں میں سے یا معنوی اعتبار سے اچھے نام منتخب کرنا چاہئیں۔

کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں ان احب اسماء کم الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن یعنی اللہ کے نزدیک تمہارے ناموں میں سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ وعبدالرحمٰن ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ایک حدیث میں فرمایا: سموا باسماء الانبیاء...... یعنی پیغمبروں کے ناموں پر (اپنے بچوں کے) نام رکھو۔[2] چنانچہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کا نام ابراہیم رکھا تھا۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے ایسے نام بھی رکھے ہیں۔ جو معنوی لحاظ سے اچھے ہیں اگرچہ وہ پیغمبروں کے معروف ناموں میں سے نہیں۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادوں کے نام عبداللہ اور قاسم بھی رکھے۔ چنانچہ ابوالقاسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت انہی کے انتساب سے تھی۔

---

1 السنن للامام ابی داود، کتاب الادب، باب التغییر فی الاسم، والصحیح للامام البخاری، کتاب الادب، باب احب الاسماء الی اللہ عزوجل، ص: ۵۲۱، رقم: ۲۱۷۲۔ 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب الادب، باب من سمی باسماء الانبیاء، ص: ۵۲۲۔

نام رکھنے سے متعلق ہدایات اور سنتیں

1 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم برے ناموں کو بدل کران کی جگہ اچھے نام رکھ دیا کرتے تھے۔[1] ایک جماعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس میں ایک شخص تھا جس کو ''اصرم'' کہتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟اس نے کہا مجھ کو اصرم کہتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نہیں) بلکہ آج سے تمہارا نام زرعہ ہے۔اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ نیز انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص،عزیز،عتلہ، شیطان،حکم،غراب،حباب،اور شہاب ناموں کو بدل دیا تھا۔[2]

فائدہ! اصرم...... اصرم کے معنی کاٹنے والا کترنے والا کے ہیں۔یہ نام نامناسب تھا۔

عاص...... عاصی کا مخفف ہے اور نافرمانی پر دلالت کرتا ہے۔جب کہ مومن مسلمان کی یہ صفت نہیں لہذا عاص یا عاصہ نام نامناسب ہے۔

عزیز...... چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسمِ پاک ہے لہذا عبدالعزیز نام رکھنا تو مناسب ہے لیکن صرف عزیز نام ٹھیک نہیں۔

عتلہ...... عتلہ کے معنی ہیں غلظت وشدت جب کہ مومن کو نرم وملائم ہونے کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔

شیطان...... شطن سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور رہنا۔

حکم...... حاکم کا مبالغہ ہے اور حقیقی حاکم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔لہذا عبدالحکم نام تو صحیح ہے لیکن صرف حکم کہنا ٹھیک نہیں۔

غراب...... غراب کوے کو کہتے ہیں اس کے معنی دوری کے ہیں۔

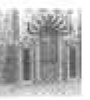
حباب...... حباب شیطان کا نام ہے اور سانپ کو بھی حباب کہتے ہیں۔

شہاب...... شہاب آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں جو فرشتے شیطانوں پر مارتے ہیں۔البتہ شہاب کی اضافت دین کی طرف جائے تو صحیح ہے جیسے شہاب الدین۔[3]

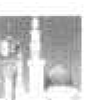
---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الادب ،باب تحویل الاسم الی احسن منہ. ص: ۵۲۲.
2 السنن للامام ابی دواد، کتاب الادب ،باب فی تغییر الاسم القبیح،ص: ۱۵۸۶. 3 مظاہر حق، ج:۴،ص: ۴۲۰.

بعض لوگ پیار و اظہار محبت کی غرض سے اپنے بچوں کے اصلی ناموں کے علاوہ ایک اور عرفی نام رکھتے ہیں۔ مثلاً محمد اسماعیل عرف پیارو، عبدالرحمٰن عرف مانی، عبدالقادر عرف قادو وغیرہ اسی قبیل سے ہیں۔ یہ بات اس حد تک رہ جاتی تو کچھ برا نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ یہی عرفی نام شناخت بن جاتے ہیں یہ سراسر غلط۔ اس سے احتیاط کی ضرورت ہے۔



بعض لوگ خوب صورت اشیاء کے نام بھی بچوں کے لئے رکھتے ہیں، جیسے مشتری، ثریا، قمر، مہر، بدر، گلناز، گل بدن، شمیم، نسیم، کوثر، تسنیم وغیرہ۔ اگرچہ یہ نام برے نہیں مگر ان سے مذہبی تہذیب و اخلاق کی جھلک نظر نہیں آتی۔ البتہ ان منفرد ناموں کو مرکب کر دیا جائے تو مضائقہ نہیں جیسے نسیم احمد، کوثر احمد، شمیم الدین، تسنیم الدین وغیرہ۔





بعض لوگ اپنی اولاد کے لئے اچھے نام تو رکھتے ہیں مگر مقامی زبان میں اس کا ترجمہ کر کے پکارتے اور لکھتے ہیں جو بالکل مہمل اور غلط طریقہ ہے، جیسے تامل ناڈو زبان میں شمس الدین کو کدورن کہہ کر پکارتے ہیں یا عبدالرحمٰن کو تامل زبان میں رگمال لکھتے ہیں یہ بہت بری بات ہے اور مذہب کی خصوصیات سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ یہ غیر اسلامی تہذیب کے اثرات کا نتیجہ ہے۔

بعض لوگ اپنے بچوں کے وہی نام رکھ دیتے ہیں جن مہینوں میں وہ بچے پیدا ہوتے ہیں جیسے رمضان اور شعبان وغیرہ یہ طریقہ بہتر نہیں ہے۔

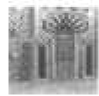
بعض پڑھے لکھے سنجیدہ لوگ بھی غلط ناموں کے عادی ہو گئے ہیں جیسے عبدالنبی، عبدالحسن، عبدالحسین، عبدالمناف، عبدالکعبہ، عبدالعلی وغیرہ نام عام طور پر پائے جاتے ہیں۔ اس طرح ہم لوگ شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لہذا عبد کا لفظ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہی کسی نام کے ساتھ رکھنا چاہیے جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالغفور، عبدالصبور، اور عبدالحکیم وغیرہ اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور سلف صالحین کے ناموں میں سے کوئی نام رکھنا بھی باعث خیر و برکت اور شعار ملت ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور نام رکھنا ہو تو اپنے بزرگوں اور علماء دین سے مشورہ کرنا بہتر ہے۔

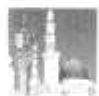
آج کل رسم ختنہ بڑی دھوم دھام سے کی جاتی ہے بعض مسلمان لڑکیوں کے ناک اور کان چھیدتے ہیں۔ بڑی دعوتیں اور تقاریب منعقد کی جاتی ہیں۔ یاد رکھیے ان رسوم کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر بچہ کو فطرت پر پیدا کیا ہے اور وہ فطرت اسلام ہے۔ قرآن کریم میں ہے:



﴿فطرة الله التی فطر الناس علیها لاتبدیل لخلق الله ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون﴾ ...... ترجمہ...... (سب) اللہ کی دی ہوئی فطرت کا اعتبار کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کردہ شیء کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہئے۔ پس سیدھا دین یہی ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یعنی ہر بچہ فطرت اسلام اور اچھی عادات پر پیدا ہوتا ہے۔ لہذا والدین اس کو صحیح ماحول میں رکھ اس کی اصل فطرت اسلام کو مزید پروان چڑھائیں۔ خصوصاً حدِ بلوغت تک پہنچنے تک اس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام رکھیں۔[1]



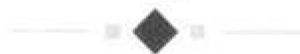


9 بہترین اولاد وہ ہے جو اپنے والدین کی کما حقہ خدمت کرے اور ان کی وفات کے بعد ان کی مغفرت کے لئے دعا کرتے رہیں۔ اسی طرح بہترین والدین وہ ہیں جو اپنی اولاد کو صحیح تعلیم و تربیت دیں۔



10 بچہ کی پیدائش کے وقت والدین اور عزیز واقارب خوش ہوتے ہیں لیکن خود بچہ روتا ہے۔ لیکن جب یہ بچہ بڑا ہو کر اپنی آخری عمر کو پہنچے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ خود تو ہنستا ہوا جائے اور پیچھے رہ جانے والے اس کیلئے رو رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات اور سنتن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 پارہ: ۲۱،سورۃ الروم،الآیۃ: ۳۰.

باب ۔۲۹

والدین اور رشتہ داروں کے متعلق ہدایات اور سنتیں

عن أنس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی الله علیه و سلممن احب أن یبسط له فی رزقه وینسأله فی اثره فلیصل رحمه ترجمہ...... حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت وفراخی ہو اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے (یعنی اس کی عمر میں برکت ہو) تو اس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن وسلوک واحسان کرے۔[1]

ادائیگی حقوق میں فرق مراتب کا لحاظ

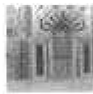
اس دنیا کے معاشرے کی صلاح وفلاح درحقیقت باہمی حقوق کی نگہداشت پر منحصر ہے۔ اور باہمی حقوق میں کس کا کیا رتبہ ہے؟ اس کا معیار قائم کرنا بھی از حد ضروری ہے۔ شریعت اسلامی کا تقاضا ہے کہ انسانوں کی باہمی قرابت ورشتہ داری میں جو فرق مراتب ہے، اس کا لحاظ ضروری ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قرابت کے اعتبار سے والدین کا رشتہ سب سے زیادہ گہرا ہے۔ لہذا حسن سلوک کے سب سے زیادہ مستحق ماں باپ ہیں اور ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: کہ تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر تمہارا وہ عزیز جو نزدیکی کی قرابت رکھتا ہو اور پھر وہ شخص جو ان کے بعد قریبی رشتہ دار ہو۔[2] اس حدیث سے یہ مسئلہ واضح ہوتا ہے کہ کسی شخص پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں ماں کا حصہ باپ سے تین گناہ بڑھا ہوا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

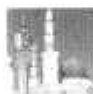
قرآن کریم میں مختلف مقامات پر پروردگار نے ماں باپ کے حقوق کو اپنی عبادت

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب البیوع ،باب من احب ان یبسط فی رزقه، ج:٦، ص: ٢٨٧.
2 مسلم،کتاب الاداب باب البر والصلة، ج:٢،ص:٢٠۵ ،رقم: ٤٩١١.

واطاعت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿ان اشکر لی ولوا لدیک﴾ ترجمہ...... یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرو۔[1] ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت اور توحید کے مضمون کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہے فرمایا: ﴿واعبدوا اللہ ولاتشر کوابہ شیئا وبالوالدین احسانا﴾ ترجمہ...... اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔[2]



یہاں توحید کے فوراً بعد والدین کے حقوق کی ادائیگی کے حکم میں یہ حکمت ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے حقوق کا اہتمام ہوگا وہ والدین کے حقوق کا بھی انتہائی نگہدار اور محافظ ہوگا۔ نیز اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ حقیقت اور اصل کے اعتبار سے تو احسانات وانعامات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں لیکن ظاہری اسباب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ احسانات انسان پر اس کے والدین کے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر اس کے جوان ہونے تک جتنے کٹھن مراحل ہیں وہ سب والدین کے کاندھوں پر عائد ہوتے ہیں۔





قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

والدین کے حقوق کی تاکید کے بعد عام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: وبذی القربی...... اور اہل قرابت کے ساتھ بھی (اچھا معاملہ کرو)۔ جس میں رشتہ داروں کی حسبِ استطاعت مالی اور جانی خدمت بھی داخل ہے اور ان سے ملاقات کرنا اور ان کی خبر گیری رکھنا بھی اس میں شامل ہے۔

یتیم اور مسکین کا حق

تیسرے نمبر پر ارشاد فرمایا: والیتمی والمساکین...... اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ (بھی اچھا سلوک رکھو)۔ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم رشتہ داروں کے فوراً بعد ذکر فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ لاوارث بچوں اور بے کس لوگوں کی امداد واعانت کو بھی ایسا ہی ضروری سمجھیں جیسا اپنے رشتہ داروں کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں۔

پڑوسی کا حق

چوتھے نمبر پر ارشاد فرمایا والجار ذی القربی اور پانچویں نمبر پر والجار الجنب کا خیال

---

1 پارہ: ۲۱ ،سورۃ لقمن،الآیۃ: ۱۴۔ 2 پارہ: ۵ ،سورۃ النساء ،الآیۃ: ۳۶۔



رکھنے کا حکم فرمایا۔[1] اس میں پڑوسیوں کی دو قسمیں بیان فرمائی ایک جار ذی القربی دوسری جار الجنب عام مفسرین نے فرمایا کہ پہلے سے مراد وہ پڑوسی ہے جو تمہارے مکان کے قریب رہتا ہو اور دوسرے سے مراد وہ پڑوسی ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلے پر رہتا ہو اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید، رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، مسلم ہو یا غیر مسلم بہر حال اس کا حق ہے کہ بقدر استطاعت اس کی امداد و اعانت کی جائے اور خبر گیری رکھی جائے۔

ہم نشینی کا حق

چھٹے نمبر میں فرمایا: والصاحب بالجنب اس کے لفظی معنی ''ہم نشین ساتھی'' کے ہیں جس میں رفیقِ سفر بھی داخل ہے جو کسی عام مجلس میں آپ کے برابر بیٹھا ہو اور بعض حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص داخل ہے جو کسی کام اور کسی پیشہ میں آپ کا شریک ہے۔[2]

راہ گیر کا حق

ساتویں نمبر پر ارشاد فرمایا: وابن السبیل اور راہ گیر کے ساتھ بھی اچھا سلوک رکھو، اس سے مراد وہ شخص ہے جو دورانِ سفر آپ کے پاس آ جائے یا آپ کا مہمان ہو جائے۔ چونکہ اس اجنبی شخص کا کوئی تعلق والا یہاں نہیں ہے تو قرآن مجید نے اس کے ساتھ اسلامی بلکہ انسانی حقوق کی رعایت کر کے اس کا حق بھی آپ پر لازم کر دیا۔ بقدر وسعت و استطاعت اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

غلام باندی اور ملازمین کا حق

آٹھویں نمبر پر وماملکت أیمانھم جس سے مراد مملوک اور باندیاں ہیں ان کا بھی یہ حق لازم کر دیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں...... اگرچہ یہ حکم غلام و باندیوں کیلئے ہے لیکن اشتراک علت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی بنا پر یہ احکام نوکروں اور ملازموں کیلئے بھی شامل ہیں۔ ان کا بھی یہی حق ہے کہ مقررہ تنخواہ اور کھانا وغیرہ دینے میں بخل اور ٹال مٹول سے کام نہ لیں اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر کام نہ ڈالیں۔

آخر آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا﴾
ترجمہ...... اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو متکبر ہو اور دوسروں پر اپنی بڑائی جتانے والا ہو۔[3]

---

1 پارہ: ۵، سورۃ النساء، الآیۃ: ۳۶. 2 پارہ: ۵، سورۃ النساء، الآیۃ: ۳۶. 3 پارہ ۵، سورہ نساء ۳۶.

آیت کا یہ آخری جملہ پچھلے تمام ارشادات کا تکملہ ہے کہ پچھلے آٹھ نمبروں میں جن لوگوں کے حقوق کی تاکید آئی ہے اس میں کوتاہی وہ لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں تکبر اور غرور ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔[1]

حسن سلوک سے متعلق ہدایات اور سنتیں

1 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تباہ ہو وہ شخص!، تباہ ہو وہ شخص! تباہ ہو وہ شخص! پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ شخص کون ہے؟ فرمایا: وہ شخص جو اپنے والدین میں سے کسی ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور پھر جنت میں داخل نہ ہو۔ یعنی ان کی خدمت کر کے ان کو راضی نہ کرے تو وہ انتہائی بدقسمت ہے۔ کیونکہ بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔[2]

2 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ رب العزت کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔[3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی رضاعی ماں حلیمہؓ کے لئے اپنی کملی بچھانا

3 ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مقام جعرانہ میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اچانک ایک خاتون آئیں جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ میں نے (ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حسن سلوک دیکھا تو لوگوں سے) پوچھا کہ یہ خاتون کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔[4]

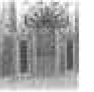
4 اگر ماں باپ نے اولاد کے حق میں کوتاہی بھی کی ہو تب بھی اولاد کے لئے بدسلوکی کرنا موجبِ وبال ہے۔[5]

5 قبیلہ بنوسلمہ کا ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول

---

1 معارف القرآن، ج: ۲، ص: ۱۱۰۱۔ 2 مسلم، کتاب الاداب باب البر والصلة، ج: ۲، ص: ۳۰۴، رقم: ۴۹۱۲۔ 3 مشکاة المصابیح، ج: ۳، ص: ۶۸۔ 4 کتاب الاداب باب البر والصلة، ج: ۲، ص: ۲۰۸، رقم: ۴۹۳۷۔ 5 معارف القرآن، ج: ۲، ۲۳۰۔

اللہ! کیا ماں باپ کے مرنے کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو میرے لئے ابھی کچھ باقی ہے (یعنی زندگی میں ان کے ساتھ نیک سلوک کیا ان کے مرنے کے بعد بھی کوئی ایسی صورت ہے کہ ان سے حسن سلوک کرتا رہوں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ان کے لیے دعا کرنا اور استغفار کرنا اور ان کی وصیت پورا کرنا اور ان کے ناتے داروں سے محض ان کی وجہ سے حسن سلوک کرنا اور ماں باپ کے دوستوں کی عزت کرنا اب بھی باقی ہے۔[1]



6 ماں باپ کی ایسی اطاعت جائز نہیں ہے جس سے دین کی مخالفت اور شرعی احکام و مسائل کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔[2]



7 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم رحمٰن سے نکلا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رحم سے فرمایا کہ جو شخص تجھ کو جوڑے گا (یعنی تیرے حق کو ملحوظ رکھے گا) میں بھی اس کو (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑوں گا اور جو شخص تجھ کو توڑے گا (یعنی تیرا لحاظ نہ کرے گا) میں بھی اس کو توڑوں گا۔ یعنی ایسے شخص کو اپنی رحمت سے دور کردوں گا۔[3]



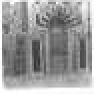
ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (مطلب یہ ہے کہ قطع رحمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ اس گناہ کی گندگی کے ساتھ جنت میں نہیں جا سکے گا ہاں جب اس کو سزا دے کر پاک کردیا جائے گا یا توبہ وغیرہ کرنے سے معاف کردیا جائے گا تو جا سکے گا)۔[4]

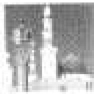
8 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کامل صلہ رحم وہ نہیں ہے جس کے ساتھ صلح رحمی کی جاتی ہے (تو وہ بھی صلہ رحمی کرتا ہے) بلکہ صلح رحمی کرنے والا وہ ہے جو اس حالت میں بھی صلہ رحمی کرے جب دوسرا اس کے ساتھ قطع رحمی (اور حق تلفی) کا معاملہ کرے۔[5]

9 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے تین حق ہیں۔ ایک حق والا وہ پڑوسی ہے جو غیر مسلم ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہیں ہے۔ دو حق والا وہ پڑوسی ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے مسلمان بھی اور رشتہ دار بھی ہے۔

---

1 ابو داؤد، کتاب الاداب باب البر والصلة، ج: ۲، ص: ۲۰۷، رقم: ۴۹۳۶. 2 مظاهر حق، ج: ۴، ص: ۵۳۰. 3 بخاری، کتاب الاداب باب البر والصلة، ج: ۲، ص: ۲۰۵، رقم: ۴۹۲۰. 4 صحیح للبخاری ج: ۵، ص: ۲۲۵۰. 5 بخاری، کتاب الاداب باب البر والصلة، ج: ۲، ص: ۲۰۶، رقم: ۴۹۲۳.







10 ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کسی محلّہ کے لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل وبہتر وہ شخص ہے جو پڑوسیوں کے حق میں بہتر ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات وسنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 معارف القرآن، ج: ۲، ص: ۲۱۳۔

کسب حلال و معاملات کے بارے میں ہدایات و سنتیں

عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی الله علیه وسلم ما أخذ اکل احد طعاما قط خیرا من أن یاکل من عمل ید یه وان نبی اللہ داؤ دعلیه السلام کان یأکل من عمل یدیه ترجمہ...... حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت کی روزی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے۔[1]

ہاتھ کی کمائی سب سے بہتر روزی ہے

کسب یعنی اپنی روزی خود پیدا کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے جو شخص کسی کسب مثلاً تجارت زراعت وغیرہ کا پیشہ اختیار کرے اس پر فرض ہے کہ وہ صرف حلال اور جائز مال کمائے۔ حرام سے کلیۃً اجتناب کرے اور اپنے پیشے و ہنر میں احکام شرعیہ بہر صورت ملحوظ رکھے۔ نیز اپنے پیشہ وغیرہ میں تمام تر محنت وجدوجہد کے باوجود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور اعتماد رکھے کہ رزاقِ مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کسب محض ایک ظاہری وسیلہ کے درجہ کی چیز ہے۔ اپنے پیشہ وکسب کو رزاق نہ سمجھے کیونکہ یہ شرکِ خفی ہے۔

کسب یعنی کمانا، اس کے چار درجہ ہیں

فرض: اتنا کمانا فرض ہے جس سے اپنی اور اہل وعیال کی معاشی ضروریات پوری ہو جائیں۔[2]

مستحب: اس نیت سے کمانا مباح ہے کہ اپنی اور اہل وعیال کی ضروریات سے جو کچھ بچے گا وہ فقراء و مساکین اور مستحق اقرباء پر خرچ کرے گا۔[3]

مباح: ضروریات زندگی سے زیادہ کمانا اس صورت میں مباح ہے جب کہ نیت جائز آسائش

1 بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل والعمل بیده، ج: ۲، ص: ۷۳۰، رقم: ۱۹۹۲۔
2 مظاهر حق، ج: ۳، ص: ۲۸۔ 3 مظاهر حق، ج: ۳، ص: ۲۸۔

کا حصول اور اپنے وقار کو قائم رکھنا مقصود ہو۔ ریا، دکھلاوا اور ناموری مقصود نہ ہو۔[1]

④ حرام: یعنی محض مال و دولت جمع کر کے فخر و تکبر کا اظہار کرنے کے لئے کمانا حرام ہے اگر چہ حلال ذرائع ہی سے کیوں نہ کمایا جائے۔ کمانے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی کمائی کو اپنے اہل و عیال پر اس طرح خرچ کرے کہ نہ اسراف میں مبتلا ہو اور نہ بخل کرے۔[2]

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یاایھاالذین امنوا کلوا من الطیبات مارزقنکم واشکروا للّٰہ ان کنتم ایاہ تعبدون﴾ ...... ترجمہ ...... اے ایمان والو! تم صرف وہی پاکیزہ اور حلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیا اور شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کا اگر تم اس کے بندے ہو۔[3]

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ سب سے بہتر کسب جہاد ہے۔ بشرطیکہ جہاد کے ارادہ کے وقت مال وغنیمت کے حصول کا خیال دل میں قطعاً نہ ہو بلکہ نیت میں اخلاص ہو (کہ جو مال غنیمت حاصل ہو وہ سب سے بہتر رزق ہے) اس کے بعد تجارت کا درجہ ہے۔ تجارت ملکی ہو یا غیر ملکی جو مسلمانوں کی ضروریات کو شامل ہو۔ اس قسم کی تجارت کرنے والا اگر حصولِ منفعت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی خدمت کی نیت بھی رکھے تو اس کی تجارت عبادت کی ایک صورت بن جائے گی۔ تجارت کے بعد زراعت کا درجہ ہے۔ زراعت کا پیشہ بھی دنیاوی منفعت کے علاوہ اجر و ثواب کا ایک بڑا ذریعہ بن سکتا ہے، بشرطیکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر توکل و اعتماد ہو۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ کتابت کا پیشہ بھی بہتر درجہ رکھتا ہے کیونکہ اس پیشہ میں نہ صرف یہ کہ دین کی خدمت ہوتی ہے بلکہ دینی علوم، شرعی احکام، انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کے احوال بھی یاد ہوتے ہیں۔[4]

آج کل تجارت و معیشت کا باب انتہائی وسیع ہو چکا ہے اور مزید سے مزید پھیلتا جا رہا ہے لہذا ایک مسلمان کیلئے بھی کسی خاص تجارت کی کوئی پابندی عائد نہیں ہے بلکہ ہر وہ تجارت و معیشت جو خدا اور رسول کے احکام کے تابع ہو اور ان کی یاد سے غافل نہ کرنے والی ہو جائز ہے۔

جس تجارت و حرفت میں مشغول ہو اور اس سے اس کی ضروریات پوری ہو جاتی ہوں تو اس پر قناعت کرے۔ اس کی موجودگی میں دوسری تجارتوں اور دوسرے کاروبار کے ذریعہ زیادہ کمانے کی حرص نہ رکھے، بلکہ اپنے بقیہ اوقات کو آخرت کی بھلائیوں کو حاصل کرنے میں صرف کرے۔

---

1 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۲۸۔ 2 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۲۸۔ 3 پارہ: ۲، سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۱۷۲۔ 4 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۲۹۔

کیونکہ صرف اس دنیا کی فانی زندگی کی راحت وتعیش کے حصول میں ہمہ وقت لگے رہنا اور آخرت کی ابدی سعادتوں سے بے پرواہ ہو جانا عقل ودانش سے بعید تر بات ہے۔

تجارت وکاروبار سے متعلق ہدایات اور سنتیں

1 حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بازار سے گزرے تو نماز کا وقت ہو گیا لوگوں کو دیکھا کہ دکانیں بند کر کے مسجد کی طرف جارہے ہیں تو فرمایا کہ انہیں لوگوں کے بارے میں قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے: ﴿رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله﴾ ترجمہ...... یعنی وہ لوگ جونہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے۔[1] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کتاب البیوع میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تجارت اور خرید وفروخت کیا کرتے تھے مگر جب اللہ تعالیٰ کا کوئی فرض آپڑتا تو کوئی خرید وفروخت ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کرتی یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زیادہ تر تجارت پیشہ، یا صنعت پیشہ تھے کیونکہ تجارت وبیع کی وجہ سے اللہ جل شانہ کی یاد سے غافل نہ ہونا انہی لوگوں کا وصف ہو سکتا ہے جن کا مشغلہ تجارت وبیع ہو۔[2]

2 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو بیچنے میں اور خریدنے میں اور تقاضا کرنے میں نرمی کرے۔[3]

3 حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی تجارتی زندگی میں زیادہ قسمیں کھانے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ تجارتی معاملات میں زیادہ قسمیں کھانا (ظاہراً تو) کاروبار کو رواج دیتا ہے مگر برکت کھو دیتا ہے۔[4]

فائدہ! یعنی لوگ قسم پر اعتماد کر کے خریداری کی طرف مائل ہوں گے لیکن جس شخص کو زیادہ قسمیں کھانے کی عادت ہوگی تو اس سے جھوٹی قسموں کا صدور ہونے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک تو باطنی طور پر اس کی تجارت کی خیر وبرکت نکل جائے گی دوسرے اس کا اعتبار آہستہ آہستہ اٹھ جائے گا۔

---

1 پارۃ:۱۸،سورۃالنور،الآیۃ:۳۷۔ 2 بخاری، کتاب البیوع باب التجارۃفی،ص:۱۶۱۔ 3 بخاری ومسلم عن جابرؓ، کتاب البیوع باب المساھلة فی المعاملات،ج:۱،ص:۵۱۸،رقم:۲۷۹۰۔ 4 مسلم، کتاب البیوع باب المساھلة فی المعاملات،ج:۱،ص:۵۱۸،رقم:۲۷۹۳۔

4 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ آدمی کو جو ملے گا وہ اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے۔[1]

فائدہ! یہ قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ یہ پیشین گوئی آج کے اس دور میں پوری طرح صادق ہے۔ آج ایسے کتنے لوگ ہیں جو حلال وحرام کے درمیان تمیز کرتے ہیں؟ ہر شخص مال ودولت بٹورنے کی ہوس میں مبتلا ہے۔ مال حلال ہے یا حرام! اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

دعا کے دو بازو ہیں ایک حلال کھانا دوسرا سچ بولنا

5 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ (تمام عیوب سے) پاک ہے۔ اس پاک ذات کی بارگاہ میں صرف وہی (اعمال) مقبول ہوتے ہیں جو (شرعی عیوب سے) پاک ہوں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے اس چیز کا حکم تمام مومنوں کو بھی دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یاایھاالرسل کلوامن الطیبت واعملوا صالحا﴾ ...... ترجمہ...... یعنی اے رسولو! حلال روزی کھاؤ اور نیک اعمال کرو نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿یاایھاالذین امنوا کلوا من الطیبت ما رزقنکم﴾...... ترجمہ...... کہ اے ایمان والو! صرف وہ پاک اور حلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور مثال کے) ایک شخص کا حال ذکر کیا کہ وہ طویل سفر اختیار کرتا ہے پراگندہ بال اور غبار آلودہ حالت میں اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ کھانا اس کا حرام، لباس اس کا حرام، اور پرورش اس کی حرام غذا سے ہوئی۔ پھر کیونکر اس کی دعا قبول ہوسکتی ہے!۔[2] فائدہ! مثلاً ایک شخص حج اور دیگر عبادات کے لئے طویل سفر کرتا ہے اور مقامات مقدسہ جاتا ہے جہاں مانگی جانے والی ہر دعا بابِ قبولیت تک پہنچتی ہے۔ پھر وہ دست سوال اٹھاتا ہے اور سفر کی طوالت ومشقت کی وجہ سے بال پراگندہ اور پورا جسم گردوغبار سے آلودہ ہے۔ یعنی ایک تو وہ عبادت گزار پھر وہ مسافر...... جس کے بارے میں

---

1 بخاری، کتاب البیوع باب من لم یبال، ص: ۱۶۱، رقم: ۲۰۵۹۔ 2 مسلم، کتاب الزکوۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب، ص: ۸۳۸، رقم: ۲۳۴۶۔

حدیث میں ہے کہ اس کی دعا باب قبولیت کو ضرور چھوتی ہے...... مزید یہ کہ اس جگہ دعا مانگ رہا ہے جہاں مانگی جانے والی ہر دعا کی لاج رکھی جاتی ہے، الغرض قبولیت کے سارے آثار موجود ہیں مگر اس شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی، آخر کیوں؟ اس لئے کہ جس ذات سے وہ دعا مانگ رہا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ شخص حرام مال سے پرہیز نہیں کرتا کیونکہ دعا کے دو بازو ہیں۔ (جن کے سہارے وہ باب قبولیت تک پہنچتی ہے) ایک تو حلال کھانا اور دوسرا سچ بولنا۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں کو اختیار حاصل رہتا ہے۔ جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں اور جب بیچنے والا اور خریدنے والا سچ بولتے ہیں اور (اس چیز اور قیمت میں جو عیب و نقص ہوتا ہے اس کو) ظاہر کر دیتے ہیں (تاکہ کسی دھوکہ و فریب کا دخل نہ رہے) تو ان کے خرید و فروخت میں برکت عطا کی جاتی ہے اور جب وہ عیب چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ختم کر دی جاتی ہے۔[2]

حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص احتکار کرے (یعنی گراں فروشی کی نیت سے غلہ کی ذخیرہ اندوزی کرے) وہ گناہ گار ہے۔[3] یعنی ہر ایسی چیز کو جو انسان یا حیوان کی غذائی ضرورت میں کام آتی ہو، گراں بازاری کے حالات میں خرید کر اس نیت سے اپنے پاس روک رکھے کہ جب اور زیادہ گرانی ہوگی تو اسے بیچوں گا۔ یہ احتکار کہلاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تاجر کو رزق دیا جاتا ہے اور احتکار کرنے والا ملعون ہے۔[4] یعنی جو شخص باہر سے غلہ وغیرہ لاتا ہے کہ اسے موجودہ نرخ پر فروخت کرے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے جس میں برکت عطا کی جاتی ہے، برخلاف اس کے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی پریشانیوں اور غذائی قلت سے فائدہ اٹھا کر غلہ وغیرہ کی ذخیرہ اندوزی کرے تو یہ شخص خیر و بھلائی سے محروم ہے اور اسے برکت بھی حاصل نہیں ہوتی۔

سلم ایک طرح کی بیع کا نام ہے۔ جس میں خریدی جانے والی چیز بعد میں لی جاتی ہے اور قیمت پہلے ادا کر دی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورۃ تشریف لائے تو اہل مدینہ پھلوں میں ایک سال، دو سال، تین سال کی بیع سلم کیا کرتے تھے (یعنی پیشگی قیمت دے کر کہہ دیا کرتے تھے کہ ایک سال یا دو سال یا

1 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۳۳. 2 مسلم، کتاب البیوع باب الخیار، ج: ۱، ص: ۵۲۰، رقم: ۲۸۰۲. 3 مسلم، کتاب البیوع باب الاحتکار، ص: ۵۳۵، رقم: ۲۸۹۳. 4 مشکوۃ، کتاب البیوع باب الاحتکار، ص: ۵۳۵، رقم: ۲۸۹۳.

تین سال کے بعد پھل پہنچا دینا) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص کسی چیز کی بیع سلم کرے اسے چاہیے کہ معین وزن اور معین مدت کے لئے سلم کرے۔[1] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ راوی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کے لئے بیع سلم کا معاملہ کرے تو اس چیز کو قبضہ میں کرنے سے پہلے کسی دوسرے کی طرف منتقل نہ کرے۔[2]

چیز جب تک اپنے قبضہ میں نہ آجائے اسے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت نہ کرے اور نہ ہبہ کرے۔اسی طرح اس چیز کو کسی دوسری چیز سے نہ بدلے یعنی جس چیز کی بیع سلم ہوئی ہے معاملہ کے مطابق اسی کو لے اور جب تک اپنے قبضہ میں نہ آجائے اس کے بدلے میں کوئی دوسری چیز لینا، فروخت کرنا یا تبدیل کرنا درست نہیں۔

قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھنے والے کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے

9 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص لوگوں کا مال (بطور قرض کے) لے اور اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالی اس سے وہ مال ادا کرا دیتے ہیں (بایں طور پر کہ یا تو دنیا میں قرض ادا کرنے کی استطاعت مل جاتی ہے۔یا آخرت میں حق دار کو خدا راضی کر دیتا ہے) اور جو شخص لوگوں کا مال لے اور اس کو ضائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی واپسی کا ارادہ نہ ہو) اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیتا ہے۔[3]

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صاحب استطاعت کا (ادائیگی قرض میں) تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو صاحب استطاعت کے حوالہ کیا جائے تو اس حوالہ کو قبول کر لینا چاہیے۔[4]

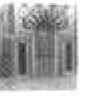
بعض علماء کرام کا قول ہے کہ اس شخص کی گواہی قابل رد ہے جو صاحب استطاعت ہونے کے باوجود بار بار نادھندگی کا ارتکاب کرے اور ادائیگی میں تاخیر کرنا اس کی عادت بن جائے۔
بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ فسق ہے اور حدیث مبارکہ کے دوسرے جز کا مطلب ہے مثلاً کسی شخص کا کسی پر قرض ہو اور وہ قرض دار قرض کی ادائیگی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے سے کہے کہ تم میرا قرض ادا کر دینا اور وہ راضی ہو جائے تو قرض خواہ کو چاہیے کہ وہ قرض دار کی اس بات کو

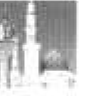
---

1 بخاری، کتاب البیوع باب السلم، ص:۵۳۳۔ 2 ابوداؤد، کتاب البیوع باب السلم، ص:۵۳۵، رقم:۲۸۹۱۔ 3 مظاہر حق، ج:۳، ص:۱۳۳۔ 4 مسلم، کتاب البیوع باب الافلاس، ص:۵۳۷، رقم:۲۹۰۷۔

قبول کرلے تاکہ اس کا مال ضائع نہ ہو۔ یہ حکم استحباب کے طور پر ہے لیکن بعض علماء کا قول ہے کہ یہ حکم بطریق وجوب ہے۔

10 حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے تو اسے چاہیے کہ وہ مفلس و تنگ دست کو اپنا قرض وصول کرنے میں مہلت دے یا اس کو معاف کرے۔ (یعنی اپنا پورا قرض یا جس قدر ممکن ہو معاف کردے)۔[1]





ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے دن) اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دیں گے۔[2]



ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص مفلس و تنگ دست کو مہلت دے تو ادائیگی کا دن آنے تک اس کو ہر دن کے بدلے اس کے قرض کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا رہے گا۔[3]

11 نقد رقم ادھار پر دینا قرضہ حسنہ کہلاتا ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے اور اگر مقروض مجبوری کی بنا پر وقت پر ادا نہ کر سکے تو اسے مزید مہلت دینا قرض کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر قرض پر منافع وصول کرے تو یہ سود ہے اور حرام ہے۔ مسلمانوں کو ہر معاملہ میں صرف دنیا کا نفع ہی مقصود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ آخرت کے نفع کے لئے بھی کچھ کرنا چاہیے۔ کسی ضرورت مند کو قرض حسنہ دینا، تنگ دست کو مہلت دینا اور حسب توفیق معاف کردینا آخرت کا نفع ہے۔ اگر میعادِ قرض پوری ہوجائے اور وہ شخص جس پر قرض ہے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس وقت اگر کوئی شخص مہلت دے دے تو اس کو ہر روز اس کی دگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا: ﴿ وان کان ذو عسـرة فنظرة إلى ميسـرة وأن تصدقوا خير لكم إن كنتم تعلمون ﴾ ترجمہ ...... یعنی اگر تمہارا مقروض تنگ دست ہو اور تمہارا قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو حکم شرعی یہ ہے کہ اس کو فراخی اور آسودگی کے وقت تک مہلت دی جائے اور اگر تم اس کو اپنا قرض معاف ہی کردو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو یقین ہے۔[4] اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں بھی تمہیں اس عمل کی بہتری کا مشاہدہ ہوجائے گا کہ تمہارے مال میں برکت ہوگی۔ برکت کی حقیقت یہ ہے کہ کم مال میں بہت سے کام نکل جائیں گے۔ یہ

---

1 مسلم، کتاب البیوع باب الافلاس، ص: ۵۳۶۔ 2 مسلم کتاب البیوع باب الافلاس، ص: ۵۳۷۔ 3 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۱۲۹، بحوالہ مسند احمد۔ 4 پارہ: ۳، سورۃ بقرۃ، الآیۃ: ۲۸۰۔

ضروری نہیں کہ مال کی مقدار یا تعداد زیادہ ہو جائے۔ یہ مشاہدہ ہے کہ صدقہ خیرات کرنے والوں کے کم مال میں بے شمار برکت ہوتی ہے۔ان کے کم مال سے اتنے کام نکل جاتے ہیں کہ حرام مال والوں کے زیادہ اموال سے وہ کام نہیں نکلتے۔[1]

سود کا وبال

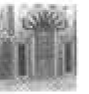
12 قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار أثیم﴾...... ترجمہ...... اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی کفر کرنے والے کو کسی گناہ کرنے والے کو۔[2]

یہ مضمون آخرت کے اعتبار سے تو بالکل صاف ہے، دنیا کے اعتبار سے بھی اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو بالکل کھلا ہوا ہے جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے مگر انجام کار نتیجہ اس کا قلت ہے۔[3] سود کا حرام ہونا اس قدر شدید ہے کہ اس کی مخالفت کرنے پر قرآن مجید میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ سنایا گیا ہے۔[4] قرآن مجید کی سات آیات، چالیس سے زائد احادیث اور اجماع امت سے سود کا حرام ہونا ثابت ہے۔[5] ایک حدیث مبارکہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے پر بھی لعنت فرمائی اور سود دینے والے پر بھی۔ بعض روایات میں سودی معاملہ کی گواہی دینے والے اور اس کا وثیقہ لکھنے والے پر بھی لعنت فرمائی اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ بعض روایات میں شاہد و کاتب پر لعنت اس صورت میں ہے جب کہ ان کو اس کا علم ہو کہ یہ سود کا معاملہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب کسی قوم میں لین دین میں سود کا رواج ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان پر ضروریات کی گرانی مسلط کر دیتا ہے۔[6] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس تک لے گئے۔ پھر ہم آگے چلے تو ایک خون کی نہر دیکھی جس کے اندر ایک آدمی کھڑا ہوا ہے۔ دوسری آدمی اس کے کنارے پر کھڑا ہے۔ جب یہ نہر والا آدمی اس سے باہر آنا چاہتا ہے تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر

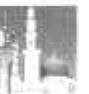
---

1 معارف القرآن، ج: ۱، ص: ۲۴۶۔ 2 پارہ: ۳، سورۃ بقرۃ، الآیۃ: ۲۷۶۔ 3 مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع باب الربا، ج: ۱، ص: ۵۲۴، رقم: ۲۸۲۷۔ 4 پارہ: ۳، سورۃ بقرہ، الآیۃ: ۲۷۹۔ 5 معارف القرآن، ج: ۱، ص: ۲۶۲۔ 6 مشکوۃ المصابیح کتاب البیوع باب الربا، ج: ۱، ص: ۵۲۱، رقم: ۲۸۰۷۔

مارتا ہے۔ جس کی چوٹ سے گر کر پھر وہ وہیں چلا جاتا ہے جہاں کھڑا تھا۔ پھر وہ نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر یہ کنارے والا آدمی یہی معاملہ کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ان دونوں ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ انھوں نے بتایا کہ خون کی نہر میں قید کیا ہوا آدمی سود کھانے والا ہے اور اپنے عمل کی سزا پا رہا ہے۔[1]



فریضۂ زکوٰۃ......معاش مسائل کا حل ہے



فریضہ زکوٰۃ ادا کرنے میں جیسے یہ عظیم الشان فائدہ مضمر ہے کہ قوم کے فقراء و مساکین کی امداد ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے معاشی حالات کو درست کرنے کے لئے بھی یہ فریضہ فکرمند کرتا ہے اور تجارت کی ترغیب کا بھی ایک بہترین ذریعہ ہے۔ کیونکہ ہر انسان جب یہ دیکھے گا کہ نقد سرمایہ کو بند رکھنے کا نتیجہ یہ ہے کہ نفع تو کچھ ہوا نہیں اور سال کے ختم پر چالیسواں حصہ کم ہو گیا تو ضرور اس کو اس طرف توجہ کرنی پڑے گی کہ اس مال کو کسی تجارت پر لگائے اور دوسری طرف چونکہ سود پر روپیہ چلانا جرم ٹھیرا تو تجارت کی یہ صورت نہ رہے گی کہ لاکھوں انسانوں کے سرمایہ سے صرف ایک انسان تجارت کرے، بلکہ ہر مال دار شخص خود تجارت میں آنے کی فکر کرے گا اور جب کہ بڑے سرمایہ دار بھی صرف اپنے ہی سرمایہ سے تجارت کریں گے تو چھوٹے سرمایہ والوں کو تجارت میں وہ مشکلات پیش نہیں آئیں گی جو بینکوں سے سودی روپیہ لے کر بڑی تجارت والے پیدا کر دیتے ہیں۔ اس طرح پورے ملک میں تجارت اور اس کے منافع عام ہوں گے اور اس کے نتیجہ میں ملک کے غرباء اور فقراء کو فائدہ پہنچے گا۔ کسی یورپی ماہر نے صحیح کہا ہے کہ مسلمانوں کا نظام زکوٰۃ ایسی چیز ہے کہ اگر مسلمان اس کے پابند ہو جائیں تو اس قوم میں کوئی مفلس اور مصیبت زدہ نظر نہ آئے۔



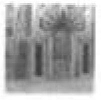
گاہکوں کی خرید و فروخت ناجائز ہے

جیسا کہ بعض اخبار بیچنے والے اور دودھ بیچنے والے جب اخبار اور دودھ گھر گھر پہنچانے کا اپنا کاروبار خوب مستحکم کر لیتے ہیں تو کچھ عرصہ بعد پورے علاقے کو کسی نئے تاجر کے پاس فروخت

---

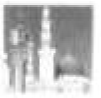
1 قارئین کرام ذرا غور کا مقام ہے کہ آج ہر آدمی مہنگائی کے سیلاب کو رو رہا ہے اگر آج بین الاقوامی سطح پر نہ سہی صرف اپنے ملک کی سطح پر ہم سودی لین دین قطع کر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ حلال کی خیر و برکت آج بھی عود کر آجائیگی ورنہ دنیا میں عسرت تو دیکھ ہی رہے ہیں اور آخرت کا معاملہ تو بہت خطرناک ہے یاد رہے کہ سود کھانے والوں کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلان جنگ کی وعید آئی ہے جسے قطعاً گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم۔ از عبدالصبور علوی

کر دیتے ہیں گویا یہ ایک قسم کی پگڑی ہوتی ہے، یا بعض ٹیوشن پڑھانے والے حضرات جب اچھی خاصی مالیت کے ٹیوشن بنالیتے ہیں تو پھر اسے کسی دوسرے کے ہاں فروخت کر دیتے ہیں۔ ان سب صورتوں سے حاصل ہونے والی رقم حرام ہے۔



جمعہ کی اذان کے وقت کاروبار

15 قرآن کریم میں اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت کی ممانعت فرمائی ہے اس لئے جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید وفروخت اور دیگر کاروبار ناجائز ہے۔ ہاں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد خرید و فروخت جائز ہے۔



حرام کام کی اجرت بھی حرام ہے

16 درزی کا غیر شرعی کپڑے سینا مثلاً مردوں کے لئے خالص ریشمی کپڑے سینا یا ٹائی اور پینٹ سینا وغیرہ یا عورتوں کے لئے مردانہ وضع قطع کے کپڑے سینا یا ایسی ڈیزائننگ کٹنگ کے کپڑے سینا جس سے عریانیت عیاں ہوتی ہو۔ اور ٹائپسٹ کا غلط بیانی والی دستاویز ٹائپ کرنا اور حجام کا لوگوں کی داڑھی مونڈنا وغیرہ۔ یہ سب چیزیں حرام ہیں اور ان کی اجرت بھی حرام ہے۔

کسی کی ناحق زمین غصب کرنا

17 اگر کوئی شخص اپنی زمین کی پیمائش اور نقشہ کی حد سے بڑھ کر اپنے پڑوسی کی زمین میں اپنا مکان تعمیر کر لیتا ہے یا اپنی زمین کو بڑھا لیتا ہے اور اپنے پڑوسی کی زمین کم کر دیتا ہے ایسے شخص کے متعلق حدیث مبارکہ میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کی ایک بالشت زمین پر بھی ناحق قبضہ کر لیا قیامت کے دن سات طبق تک اس زمین کا طوق اس کے گلے میں پہنایا جائے گا۔[1]

امانت

18 امانت کی رقم اگر گم ہو جائے یا چوری ہو جائے تو اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ جس شخص کے پاس امانت رکھی تھی اگر اس نے بعینہ محفوظ رکھی تھی اور اس کی حفاظت میں غفلت نہیں کی تھی تو اس کے ذمہ اس رقم کا ادا کرنا لازم نہیں۔ لیکن اگر اس نے امانت کی رقم محفوظ نہ رکھی بلکہ اسے خرچ کر لیا یا اپنی رقم میں اس طرح ملا لیا کہ دونوں کے درمیان امتیاز نہ رہا یا اس کی حفاظت میں غفلت کی تو ادا

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، ج:۳، ص:۱۱۶۸۔

کرنا لازم ہے۔ کسی سے کوئی چیز عاریتاً لی جائے تو وہ لینے والے کے پاس امانت ہوتی ہے۔ اس کو واپس کرنا لازم ہے اگر واپس نہ کی تو یہ خیانت ہے اور خیانت گناہ کبیرہ ہے۔

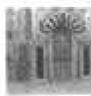
رشوت دینے اور لینے والے کا شرعی حکم

19 رشوت قطعی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے راشی اور مرتشی دونوں پر لعنت فرمائی اور اس پر دوزخ کی وعید سنائی ہے اس لئے رشوت لینا تو ہر حال میں حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور رشوت دینے کی صورتیں ہیں ایک یہ کہ جلب منفعت کے لئے دے یہ حرام ہے اور یہی مصداق ہے ان احادیث کا جن میں رشوت دینے پر وعید آئی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دفعِ ظلم کے لئے رشوت دینے پر مجبور ہو۔ مظلوم اگر دفع ظلم کے لئے رشوت دے کر خونخوار درندوں سے اپنی جان چھڑائے تو اس کے بارے میں فقہاء فرماتے ہیں ممکن ہے اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ عام حالت میں جو رشوت کا لین دین ہے یہ مسئلہ اس سے متعلق نہیں ہے۔ رشوت کا پیسہ حرام ہے اور حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی حرام کما کر اس میں سے صدقہ کرے وہ قبول نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس کی بارگاہ میں صرف وہی (صدقات وغیرہ) قبول ہوتے ہیں جو پاک ہوں۔ حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ مال حرام میں صدقہ کی نیت کرنا یا اس سے کسی کی خدمت کرنا اور اس پر ثواب کی امید رکھنا بڑا سخت گناہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص گندگی جمع کر کے کسی بڑے آدمی کو ہدیہ پیش کرے تو یہ ہدیہ نہیں بلکہ اس کو سنگین گستاخی تصور کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں رشوت، سود، ربا اور ناجائز حرام کی کمائی پیش کرنا بھی سخت ترین گستاخی ہے۔ اکابرین علماء نے لکھا ہے کہ حرام مال پر ثواب کی نیت کرنے سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ رشوت لینے والا یا حرام کمانے والا اگر بعینہ اسی حرام رقم سے کوئی چیز خرید کر کسی کو تحفہ دیتا ہے تو اس تحفہ کا لینا جائز نہیں اور اگر وہ اپنی تنخواہ کی رقم سے یا کسی اور جائز آمدنی سے تحفہ دیتا ہے تو اس کا لینا درست ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ تحفہ جائز آمدنی کا ہے یا ناجائز؟ تو اگر اس کی غالب آمدنی صحیح ہے تو تحفہ لے لینا درست ہے ورنہ احتیاط لازم ہے اور اگر اس کی دل شکنی کا اندیشہ ہو تو اس سے لے لے مگر استعمال نہ کرے۔ بلکہ بغیر نیت صدقہ کے کسی محتاج کو دیدے۔

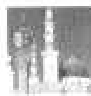
جوا حرام ہے

20 جوا نص قرآنی کی رو سے قطعاً حرام ہے، جس کو قرآن کریم نے میسر کے نام سے ممنوع

وحرام قرار دیا ہے اور ازلام (لاٹری) بھی حرام ہے اور اسے **رجس من عمل الشیطان** کہہ کر بتلا دیا کہ یہ گندے شیطانی کام ہیں۔ آگے فرمایا: **فاجتنبوہ لعلکم تفلحون** سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اونٹوں، ہاتھیوں، بیلوں، بھینسوں، مرغوں یا بٹیروں اور دوسرے



چوپایوں کو آپس میں لڑانا نہیں چاہیے۔ شرعاً ایسا مقابلہ ناجائز ہے اور اس سے ملنے والی رقم جوئے کی رقم ہے اور یہ حرام ہے۔[2] ازلام ان تیروں کو کہتے ہیں جن پر قرعہ اندازی کر کے عرب میں



جوا کھیلنے کی رسم تھی۔ جیسے آج کل بہت سی قسمیں لاٹری کی بازاروں میں جاری ہیں۔ اسی طرح کی قرعہ اندازی قمار یعنی جوا ہے جو ازروئے قرآن کریم حرام ہے۔[3] سورۂ مائدہ آیت ۹۰ میں



جن چار چیزوں جوا، شراب، بت پرستی اور ازلام کا حرام ہونا مذکور ہے۔ ان میں سے ازلام اور جوا نتیجہ کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔

نوٹ! کاروبار کے فقہی مسائل ہر شعبہ تجارت کے جدا جدا ہیں اور بہت زیادہ ہیں۔ ہر شعبہ کیلئے مستقل کتابیں منظرِ عام پر آئی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اپنے پیشہ سے متعلق دینی مسائل کتابوں سے یا کسی عالم دین سے معلوم کر کے اپنے کاروبار کو شریعت کے مطابق بنائے اور خدا اور رسول کی ناراضگی کے وبال سے بچے۔

اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو ان ہدایات وسنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

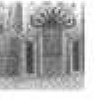
آمین

وما توفیقی إلا باللہ العلی العظیم

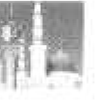


1 پارہ: ۷، سورۃ المائدہ، الآیۃ: ۹۰ . (۲) مظاهر حق. (۳) پارہ: ۷، سورۃ المائدۃ، الآیۃ: ۹۰ .

نکاح کے متعلق ہدایات و سنتیں



﴿عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فإنہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء﴾ ترجمہ..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شخص مجامعت کے لوازمات (یعنی بیوی بچوں کا نفقہ اور مہر ادا کرنے) کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نکاح کرے۔ کیونکہ نکاح کرنا نظر کو بہت چھپاتا ہے اور شرمگاہ کو بہت محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو شخص مجامعت کے لوازمات کی استطاعت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ یہ اس کے لئے خواہشاتِ نفسانی میں کمی کا باعث ہوگا۔[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانوں کو نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے نکاح کے کئی فائدے ظاہر فرمائے۔ ایک تو انسان نکاح کرنے سے اجنبی عورتوں کی طرف نظر بازی سے بچتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حرام کاری سے محفوظ رہتا ہے۔ مزید یہ کہ نکاح کرنے سے اپنا گھر بستا ہے، گھریلو زندگی میں سکون واطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے، جس کے ذریعہ حیاتِ انسانی کو فکر و عمل کے ہر موڑ پر سہارا ملتا ہے۔ چوتھی بات یہ کہ نکاح کے ذریعہ کنبہ بڑھتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو مضبوط اور معاشرے میں اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے اپنا رعب قائم رکھتا ہے۔ پانچویں بات یہ کہ نکاح کرنے سے نفس مجاہدہ کا عادی ہوجاتا ہے کیونکہ اہل وعیال کی خبر گیری و پرورش کے سلسلہ میں مسلسل جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بے عملی اور لاپرواہی کی زندگی سے دور رہتا ہے۔ اور دینی زندگی یعنی عبادات واطاعت میں بھی چاق وچوبند ہوجاتا ہے۔ چھٹا فائدہ یہ کہ نکاح سے صالح اولاد پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی شخص کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ اس کی نیک اولاد ہوتی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف دنیا میں سکون واطمینان اور عزت ونیک نامی حاصل ہوتی ہے بلکہ اخروی طور پر بھی فلاح وسعادت کا حصہ دار بنتا ہے۔[2]





1 بخاری: کتاب النکاح، ج: ۱، ص: ۵۶۸، رقم: ۳۰۸۰۔ 2 مظاہر حق: ج: ۳، ص: ۲۶۷۔

نکاح کے متعلق احکام

1 فرض: نکاح کرنا اس صورت میں فرض ہو جاتا ہے جب کہ جنسی ہیجان اس درجہ غالب ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور بیوی کے مہر اور نفقہ پر قدرت حاصل ہو اور بیوی کے ساتھ ظلم وزیادتی کا خوف نہ ہو۔[1]

2 واجب: نکاح کرنا اس صورت میں واجب ہوتا ہے، جب کہ جنسی ہیجان کا غلبہ ہو مگر اس درجہ تک نہ ہو کہ زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو۔ نیز مہر و نفقہ کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو اور بیوی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو۔ اگر کسی شخص پر جنسی ہیجان کا غلبہ تو ہو مگر وہ مہر اور بیوی کے اخراجات کی طاقت نہیں رکھتا انتہائی غریب آدمی ہے تو ایسی صورت میں جب تک صاحب حیثیت نہ ہو، اور نکاح نہ کرے تو گناہ گار نہیں ہوگا۔ ایسے شخص کے لئے حدیث بالا میں ارشاد ہے کہ وہ کثرت سے روزے رکھے کیونکہ اس سے شہوت کو سکون ہو جاتا ہے۔ اور اگر مہر و نفقہ وغیرہ کی طاقت رکھنے والا شخص جنسی ہیجان کی صورت میں نکاح نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوگا۔[2]

3 سنت مؤکدہ: اعتدال کی حالت میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ یعنی جنسی ہیجان کا غلبہ تو نہ ہو لیکن بیوی کے ساتھ مباشرت و مجامعت کی طاقت رکھتا ہو اور مہر و نفقہ کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو۔ لہذا اعتدال کی صورت میں نکاح نہ کرنے والا شخص گناہ گار ہوتا ہے۔ جب کہ زنا سے بچنے اور افزائش نسل کی نیت کے ساتھ نکاح کرنے والا اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے۔[3]

4 مکروہ: نکاح کرنا اس صورت میں مکروہ ہے کہ بیوی پر ظلم وزیادتی کا خوف ہو۔

5 حرام: نکاح کرنا اس صورت میں حرام ہے جب کسی شخص کو بیوی پر ظلم وزیادتی کرنے کا یقین کامل ہو کہ میں اپنی بدمزاجی کی سختی و تندہی کی وجہ سے بیوی کے ساتھ اچھا سلوک قطعاً نہیں کرسکتا۔

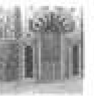
فائدہ! اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اسی صورت کے مطابق عمل کرے جو اس کی حالت کے مطابق ہو۔[4]

قرآن مجید میں نکاح کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا: ﴿**وانکحوا الأیامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنهم اللہ من فضله واللہ واسع علیم**﴾ ترجمہ...... اور جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں

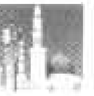
---

1 مظاہر حق: ج:۳، ص:۲۶۸۔ 2 مظاہر حق: ج:۳، ص:۲۶۸۔ 3 مظاہر حق: ج:۳، ص:۲۶۸۔ 4 معارف القرآن: ج:۲، ص:۴۱۰، مظاہر حق: ج:۳، ص:۲۴۸۔

میں جو اس لائق ہوں (کہ حقوق نکاح ادا کر سکتے ہوں) ان کا بھی (نکاح کر دیا کرو) اور نکاح کا پیغام دینے والے کے فقر و افلاس پر نظر کر کے انکار نہ کر دیا کرو (جب کہ اس میں کسب معاش کی صلاحیت موجود ہو کیونکہ) اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے۔ (جس کو چاہے مالدار کر دے) اور سب کا حال جاننے والا ہے۔[1]



ایامی: آئم کی جمع ہے جو ہر اس مرد و عورت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس کا نکاح موجود نہ ہو۔ خواہ اول ہی سے نکاح نہ کیا ہو یا زوجین میں سے کسی ایک کی موت یا طلاق سے نکاح ختم ہو چکا ہو۔ ایسے مردوں اور عورتوں کے نکاح کے لئے ان کے اولیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کے نکاح کا انتظام کریں۔[2] بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس و پیش کیا کرتے ہیں کہ نکاح ہو جانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھائیں گے۔ مذکورہ آیت کریمہ میں انہیں سمجھا دیا کہ ایسے موہوم خطرات پر نکاح سے مت رکو۔ تمہاری اور تمہارے بیوی بچوں کی روزی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ان ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشادگی کر دے۔ نہ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر و افلاس کو مستلزم ہے۔ یہ باتیں حق تعالیٰ کے ذمہ ہیں اور حق تعالیٰ شانہ جس کے حق میں مناسب جانتا ہے کشادگی کر دیتا ہے۔[3] فی الحال جن کو اتنا بھی مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لا سکیں یعنی مہر و نفقہ وغیرہ کی حد تک ضروری خرچ اس کے پاس نہیں تو اس کے بارے میں اگلی آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ﴾ ترجمہ ...... اور ایسے لوگوں کو جن کو نکاح کی قدرت نہیں ان کو چاہیے کہ (اپنے نفس کو) قابو میں رکھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اگر چاہے تو) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔[4]





یعنی اپنے نفس کو قابو میں رکھیں اور عفیف رہنے کی کوشش کریں۔ کچھ بعید نہیں کہ اس ضبطِ نفس اور عفت کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو غنی کر دے اور نکاح کے بہترین مواقع مہیا فرما دے۔[5] اور صبر کے لئے ایک بہترین تدبیر بھی حدیث میں بتلا دی گئی کہ کثرت سے روزے رکھے۔

نکاح سے متعلق ہدایات اور سنتیں

آیتِ مذکورہ کے خطاب سے اتنی بات تو باتفاق آئمہ ثابت ہے کہ نکاح کا مسنون اور بہتر

---

1 پارہ: ۱۸، سورۃ النور، آیت: ۳۲۔ 2 معارف القرآن: ج: ۶، ص: ۴۰۹۔ 3 تفسیر عثمانی: ص: ۴۷۲۔ 4 پارہ: ۱۸، سورۃالنور، آیت: ۳۳۔ 5 تفسیر عثمانی: ص: ۴۷۲۔

طریقہ یہی ہے کہ اپنا نکاح کرنے کے لئے کوئی بھی مرد یا عورت بلا واسطہ خود اقدام اٹھانے کے بجائے اپنے اولیاء کے توسط سے یہ کام انجام دے، اس میں دین و دنیا کے مصالح اور فوائد ہیں خصوصاً لڑکیوں کے معاملہ میں۔ لڑکیاں اپنے نکاح کا معاملہ خود طے کریں تو یہ ایک قسم کی بے حیائی بھی ہے۔ اور اس میں فواحش کے راستے کھل جانے کا خطرہ بھی ہے اس لئے بعض روایات حدیث میں عورتوں کو خود اپنا نکاح بلا واسطہ ولی کے کرنے سے روکا بھی گیا ہے۔[1]

2 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم نکاح کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو غناء عطا فرمانے کا حکم کیا ہے وہ پورا فرمائیں گے پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ آیت پڑھی: ﴿ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ﴾ تفسیر مظہری میں ہے: یہ یاد رہے کہ نکاح کرنے والے کو غنی اور مال عطا فرمانے کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی حال میں ہے جب کہ نکاح کرنے والے کی نیت اپنی عفت کی حفاظت اور سنت پر عمل ہو اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد ہو۔[2]

3 نکاح کا پیغام دینے سے پہلے ایک دوسرے کے حالات اور عادات و اطوار کی خوب اچھی طرح جستجو کر لی جائے تا کہ ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جو طبعیت و مزاج کے خلاف ہونے کی وجہ سے زوجین کے درمیان ناچاقی و کشیدگی کا باعث بن جائے۔[3]

4 یہ مستحب ہے کہ عمر، عزت، حسب اور مال میں بیوی خاوند سے کم ہو اور اخلاق، عادات، خوش سلیقگی، آداب، حسن و جمال اور تقویٰ میں خاوند سے زیادہ ہو۔[4]

5 نکاح کا اعلان کیا جائے اور نکاح کی مجلس اعلانیہ طور پر منعقد کی جائے جس میں دونوں طرف سے اعزہ و احباب نیز بعض علماء و صلحاء بھی شریک کئے جائیں۔[5]

6 نکاح پڑھانے والا نیک بخت اور صالح ہو۔ اور گواہ عادل و پرہیز گار ہوں۔[6]

7 اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھ لینا مستحب ہے۔ اس بارہ میں فقہی مسئلہ یہ بھی ہے کہ بہتر اور مناسب یہی ہے کہ مرد اپنی منسوبہ کو دیکھنے کے بجائے کسی تجربہ کار اور معتمد علیہ عورت کو بھیج دے تا کہ وہ اس کی منسوبہ کو دیکھ کر مطلوبہ معلومات فراہم کر دے۔[7]

8 شوال کے مہینہ میں نکاح کرنا مستحب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی

---

1 معارف القرآن: ج:۲،ص: ۴۰۹۔ 2 پارہ :۱۸،سورۃالنور،آیت :۳۲،معارف القرآن :ج: ۲،ص: ۴۱۲۔ 3 مظاھر حق: ج:۳،ص: ۲۴۹۔ 4 مظاھر حق: ج:۳،ص: ۲۴۹۔ 5 مظاھر حق: ج:۳،ص: ۲۴۹۔ 6 مظاھر حق: ج:۳،ص: ۲۴۹۔ 7 مسند احمد: ج:۴،ص: ۲۶۴۔

ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شوال کے مہینہ میں نکاح کیا۔ اور پھر شوال ہی کے مہینہ میں مجھے رخصت کرا کے اپنے گھر لائے اب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں کونسی زوجہ مطہرہ مجھ سے زیادہ خوش نصیب تھیں؟۔[1] اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بعض جاہل لوگ شوال کے مہینہ میں شادی بیاہ کرنے کو جو منحوس سمجھتے ہیں وہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ اس مہینہ میں شادی بیاہ کرنا یا دلہن کو اپنے گھر لانا مستحب ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس غلط عقیدہ کی تردید فرمائی۔[2]

نکاح کی شرائط

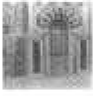
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ''ایم'' (یعنی بیوہ بالغہ) کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس کا حکم حاصل نہ کرلیا جائے۔ اسی طرح کنواری عورت (یعنی کنواری بالغہ) کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت نہ لے لی جائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس (کنواری عورت) کی اجازت کیسے حاصل ہوگی (کیونکہ کنواری عورت تو بہت شرم حیاء کرتی ہے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہ وہ چپ رہے۔[3] البتہ وہ کنواری لڑکی جو نابالغ ہو اس کے بارے میں سب علماء کا اتفاق ہے کہ اس کے نکاح کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا ولی اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتا ہے۔ اور دیوانی کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا۔[4]

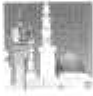
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورتیں زانیہ ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح کرلیتی ہیں۔ اس روایت کے بارہ میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔[5] نکاح کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے منعقد ہو۔ دونوں مرد مسلمان، عاقل اور بالغ ہوں، یا ایک مرد دو عورتیں ہوں۔[6] اگر کوئی مرد نہیں صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں تو نکاح درست نہیں ہے چاہے دس بارہ ہی کیوں نہ ہوں۔ ایک مرد ضرور ہونا چاہیے۔[7]

---

1 صحیح مسلم: کتاب النکاح باب اعلان النکاح، ج: ۱، ص: ۵۷۷، رقم: ۳۱۴۲. 2 مسلم: کتاب النکاح باب الولی فی النکاح، ج: ۱، ص: ۵۷۵، رقم: ۳۱۲۷. 3 مظاهر حق: ج: ۳. ۲۸۰
4 ترمذی: کتاب النکاح باب الاستیذان، ج: ۱، ص: ۵۷۶. 5 مظاهر حق: ج: ۳، ص: ۲۸۰
6 بهشتی زیور: ص: ۱۹۰. 7 مظاهر حق: ج: ۳، ص: ۲۴۹.

10 نکاح ایجاب وقبول کے ذریعہ منعقد ہوتا ہے اور اس کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ ایجاب وقبول دونوں ماضی کے ساتھ ہونا چاہئیں جیسے عورت کا ولی مرد سے کہے کہ میں نے فلاں عورت جس کا نام یہ ہے کا نکاح تم سے کیا اور اس کے جواب میں مرد کہے کہ میں نے قبول کیا۔ البتہ گواہوں کے سامنے صرف یہ کہنے سے کہ ہم ''بیوی خاوند'' ہیں نکاح نہیں ہوتا۔[1] لڑکی کا نکاح فارم پر صرف دستخط کر دینا بھی کافی ہے اور لڑکا گواہوں کی موجودگی میں کہے: ''قبول ہے'' تو یہ نکاح صحیح ہے۔[2]





نکاح سے متعلق اہم ہدایات



11 جو شخص (قاضی) عقد کرانے بیٹھے تو اول خطبہ پڑھے کیونکہ عقد کرانے سے پہلے خطبہ پڑھنا سنت ہے۔ پھر اس کے بعد ایجاب وقبول کرانے میں ان باتوں کا جو ضروری ہیں خیال رکھے جن کا بیان اوپر ہو چکا۔

12 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرد نکاح کا پیغام اپنے کسی مسلمان بھائی کے پیغام پر نہ بھیجے تا آنکہ وہ اس سے نکاح کر لے یا اس کو ترک کر دے۔[3]

فائدہ! یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ ان دونوں کی شادی کا معاملہ تقریباً طے ہو چکا ہو اور صرف نکاح ہونا باقی رہ گیا ہو اور اگر کوئی شخص اس ممانعت کے باوجود کسی کی منسوبہ کے پاس نکاح کا پیغام بھیج دے اور پہلے شخص کی اجازت کے بغیر نکاح بھی کر لے تو یہ نکاح تو صحیح ہو جائے گا لیکن دوسرا شخص گناہ گار ہو گا۔ ہاں اگر پہلے شخص کی بات نہیں بنی معاملہ ختم ہو چکا یا وہ کہہ دے کہ اس عورت سے میں نکاح نہیں کروں گا تم اپنا پیغام بھیج دو اس صورت میں دوسرے کا نکاح کے لئے پیغام بھیجنا جائز ہو گا۔

13 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس کوئی شخص نکاح کا پیغام بھیجے اور تم اس شخص کی دینداری واخلاق سے مطمئن وخوش ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین پر فتنہ اور بڑا فساد ہو گا۔[4] فائدہ! یعنی ایسے شخص کے پیغام کو نظر انداز کر کے کسی صاحب ثروت شخص کے پیغام کے انتظار میں رہو گے تو اس کے نتیجہ میں بڑی برائیاں پھیلنے کا اندیشہ ہے۔

---

1 آپ کے مسائل اوران کا حل، ج:۵۔ 2 مسلم: کتاب النکاح، ج: ۱، ص: ۵۷۷، رقم: ۳۱۴۴۔ 3 ترمذی: کتاب النکاح، ج: ۱، ص: ۵۷۰۔ 4 ترمذی: کتاب النکاح، ج: ۱، ص: ۵۷۰۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وعید کو ذہن میں رکھیں: اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین پر فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

نکاح کے موقع بعض بدعات اور محرمات کا بیان

14 یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ نکاح جیسا پاکیزہ معاملہ بھی غیر مسلموں کی ناپاک رسموں اور غلط رواجوں سے محفوظ نہیں رہا مثلاً باجوں اور مزامیر کا استعمال کرنا، مووی بنانا، ناچ گانے اور قوالی کا انتظام کرنا، سہرا باندھنا، گھر کی اسراف کی حد تک آرائش کرنا، دولہا کا مزارات پر جانا اور کچھ نقد رقم چڑھا کر پھر بارات میں شامل ہونا، آتش بازی کے ذریعہ مال ضائع کرنا، بارات میں مردوں کے سامنے عورتوں کا کھلے منہ آنا، دولہا کو ریشمی مسند پر بٹھانا، دولہا و دولہن کے درمیان محبت کے لئے کوئی ٹوٹکا وغیرہ کرنا، دولہا کا حریر یا زعفرانی رنگ کا یا ریشمی کپڑا پہننا۔ دولہا کا دلہن کے گرد سات چکر لگانا، اجنبی عورتوں کا دولہا کے پاس آنا اور اسے ہاتھ لگانا یا اس کے ناک کان پکڑنا یا بے حیائی کی باتیں کرنا، دولہا کا انگوٹھا دودھ کے ذریعہ عورت سے دھلوانا، عورتوں کا دولہا کو شکر کھلانا اور دودھ پلانا، مصری کی ڈلی دلہن کے بدن پر رکھ کر دولہا سے کہنا کہ اسے منہ سے اٹھالو، اور خلوت میں جب دولہا اور دلہن جمع ہوں تو عورتوں کا انہیں گھیرے رہنا۔ یہ سب چیزیں بدعت اور حرام ہیں جن کا شریعت و سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان سے اجتناب ضروری ہے۔[1]

نکاح کے متعلق چند مسائل

15 ٹیلیفون پر نکاح: مجبوراً ٹیلیفون پر نکاح کرنا پڑ جائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ٹیلیفون پر یا خط کے ذریعہ لڑکا (یا لڑکی جو بھی مجلس سے غائب ہے) اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے اور وہ وکیل اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے۔ تب تو صحیح ہے، جاننا چاہیئے کہ الگ الگ شہروں میں اور مختلف گواہوں سے جو یکجا نہ ہوں ایجاب وقبول نہیں ہوتا۔ کیونکہ نکاح میں ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہونا چاہیے اور مزید یہ کہ دولہا اور دلہن دونوں کے گواہ، جو غائب ہو اس کا وکیل اور دوسرا فریق سب کے سب ایک ہی جگہ جمع ہونے چاہئیں۔

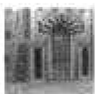
اہلِ کتاب سے نکاح

16 نکاح کیلئے دونوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے لیکن اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کی عورت سے

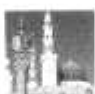
---

1 مظاہر حق: ج:۳، ص:۲۸۴

مسلمان کا نکاح شریعت میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ مشرکہ عورت سے جائز نہیں، ہمارے زمانہ کے یہود و نصاریٰ برائے نام اہل کتاب ہیں۔ ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے، نہ اللہ رب العزت کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ لہذا ان کے ذبیحہ اور عورتوں کا حکم اہل کتاب کا نہ ہوگا۔ نیز یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے



معنی یہ ہیں کہ اس میں فی ذاتہ کوئی وجہ حرمت نہیں۔ لیکن اگر خارجی اثرات وحالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے منتفع ہونے میں بہت سے حرام کا ارتکاب کرنا پڑتا ہو بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا



احتمال ہوتو ایسے حلال سے انتفاع کی (شرعاً) اجازت نہیں دی جائے گی۔ موجودہ زمانہ میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ کھانا پینا، بے ضرورت اختلاط کرنا، ان کی عورتوں سے نکاح کے جال میں پھنسنا،



یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں وہ مخفی نہیں۔ لہذا دینی کے اسباب وذرائع سے اجتناب ہی کرنا چاہیے۔ [1] جمہور صحابہؓ وتابعین کے نزدیک بھی انہیں مفاسد وخرابی کی بناء پر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ ہے۔ [2]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: فرمان الٰہی ہے: ﴿ولا تنكحوا المشركت حتى يؤمن﴾ [3] ...... یعنی مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو، جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑا شرک کون سا ہوگا کہ وہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام یا کسی دوسرے اللہ تعالیٰ کے بندے کو اپنا رب اور معبود قرار دے۔

ایک مرد کے لئے متعدد بیویاں رکھنا

17 ایک مرد کے لئے متعدد بیویاں رکھنا اسلام سے پہلے بھی تقریباً دنیا کے تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا اور اس کی فطری ضرورتوں سے آج بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ دور حاضر میں یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف تعدد ازواج کو ناجائز کرنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بے نکاحی داشتاؤں کی صورت میں برآمد ہوا۔ بالآخر فطری قانون غالب آیا اور اب وہاں کے اہل بصیرت حکماء خود اس کو رواج دینے کے حق میں ہیں۔ ''مسٹر ڈیون پورٹ'' جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے، تعدد ازواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔ ان آیتوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں خاص

1 تفسیر عثمانی سورۃ مائدہ. 2 معارف القرآن ،ج: سورۃ البقرۃ ،تحت قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا المشرکات. 3 پارہ: ۲ ،سورۃ البقرۃ،الآیۃ: ۲۲۱ .

برکت دی ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: ”جو عورتیں تمہیں پسند ہوں (یعنی جو عورتیں تمہیں طبعی طور پر پسند ہوں اور تمہارے لئے شرعاً حلال بھی ہوں) ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ دو دو، تین تین، چار چار، اور اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کر و یا جو کنیز شرعی اصول کے مطابق تمہاری ملک ہو وہی سہی۔

ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہوں اور وہ ان کے حقوق میں برابری نہ کر سکے تو وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔[1] البتہ یہ مساوات ان امور میں ضروری نہیں جو انسان کے اختیار میں نہیں مثلاً قلب کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہو جائے تو اس غیر اختیاری معاملہ میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں بشرطیکہ اس میلان کا اثر اختیاری معاملات پر نہ پڑے۔

مسئلہ: دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی رضا مندی شرعاً شرط نہیں، لیکن پہلی بیوی کے برابر کے حقوق ادا کرنا شوہر کے لئے واجب ہے۔ اگر کوئی شخص پہلی بیوی سے قطع تعلق رکھے گا تو شرعاً مجرم ہوگا۔

میاں بیوی کے درمیان کشاکشی دور کرنے کے لئے ہدایات

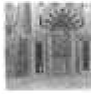
18 میاں بیوی کے درمیان کشاکشی کا اندیشہ ہو تو حق تعالیٰ شانہ نے حکام اور دونوں خاندان کے لوگوں کو حکم فرمایا ہے کہ ان کے درمیان اصلاح کوشش کریں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اگر تم کو ان دونوں کے درمیان کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو“ مرد کے خاندان سے، اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو، عورت کے خاندان سے بھیجو اگر دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں اتفاق پیدا فرمائیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں“۔[2]

نوٹ! شریعت اسلامی نے منصب قضاء کے لئے جو شرائط مقرر کی ہیں۔ مثلاً اس کا مسلمان ہونا، مرد ہونا، عادل ہونا، شرعی قانون کا ماہر ہونا، فیصلہ کرنے والوں اور ثالث بننے والوں کو ان شرائط کا اہل ہونا لازمی ہے۔ آیت مذکورہ میں فرمایا کہ ارباب حکومت یا فریقین کے اولیاء کو

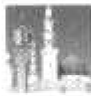
---

1 مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب القسم، ج: ۲، ص: ۲۳۴۔ 2 پارہ: ۵، سورۃ النساء، الآیۃ: ۳۵۔

چاہیے کہ ان کو آپس میں مصالحت کرانے کے لئے دو حکم مقرر کریں، ایک مرد کے خاندان سے، ایک عورت کے خاندان سے، اور ان دونوں حکم کے ضروری اوصاف بھی متعین کر دیئے کہ ان دونوں میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت موجود ہو اور یہ صلاحیت ظاہر ہے اسی شخص میں ہو سکتی ہے جو ذی علم ہو اور دیانت دار بھی ہو۔ بہرکیف دونوں طرف سے ایک ایک حکم مقرر کر کے دونوں میاں



بیوی کے پاس بھیجے جائیں، اگر یہ دونوں حکم اصلاح حال اور باہمی مصالحت کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے کام میں امداد فرمادیں گے اور میاں بیوی میں اتفاق پیدا کر دیں گے۔ اگر فریقین

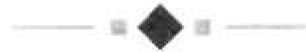


یعنی میاں بیوی رضامند ہو کر انہیں دونوں حکموں کو اپنا وکیل، مختار یا ثالث بنا دیں، اور تسلیم کرلیں کہ تم دونوں مل کر جو فیصلہ بھی ہمارے حق میں دو گے ہمیں منظور ہو گا۔ اس صورت میں یہ دونوں حکم



کلی طور پر ان کے معاملے کے مختار ہو جائیں گے۔ دونوں مل کر جو فیصلہ دے دیں فریقین کو ماننا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



باب۔۳۲

ولیمہ اور حق مہر کے متعلق ہدایات و سنتیں اور جہیز کی مذمت

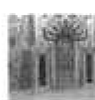
عن أنس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی علی عبد الرحمن بن عوف اثر صفرة فقال ماهذا؟ قال انی تزوجت امرأة علی وزن نواة من ذهب قال بارک اللہ لک أولم، ولو بشاة.....ترجمہ..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف پر (زعفران کا) زرد نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ عبدالرحمن نے کہا کہ ''میں نے ایک گٹھلی سونے (مہر) کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن) کر فرمایا ''اللہ تمہیں مبارک کرے'' تم ولیمہ کرو (یعنی کھانا پکوا کر کھلاؤ) اگر چہ ایک بکری کا ہو۔[1]

مہر: حقوقِ زوجیت حاصل ہونے کے اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو بیوی کو اس کے شوہر کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ مہر کے دینے کی نیت کا ہونا نکاح صحیح ہونے کی ایک شرط ہے۔ اگر کوئی شخص نکاح کے وقت یہ نیت کرلے کہ ''مہر'' دیا ہی نہ جائے گا تو اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ مہر کی مقدار نہ شریعت نے متعین کر کے اسے واجب قرار دیا ہے اور نہ اس کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کی ہے۔ بلکہ اسے شوہر کی حیثیت و استطاعت پر موقوف رکھا ہے کہ جو شخص جس قدر مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہو اتنا ہی مقرر کرے۔ البتہ مہر کم سے کم مقدار دس درہم (یعنی ۳۰،۶۲ گرام چاندی) ہے اگر کسی شخص نے مہر اتنا باندھا جو دس درہم (یعنی ۳۰،۶۲ چاندی کی قیمت) سے کم ہو تو وہ مہر صحیح نہیں ہوگا۔[2]

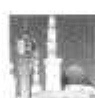
عورتوں کے مہر کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا: ﴿واتوا النساء صدقتهن نحلة فان طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا﴾ ترجمہ.....تم لوگ بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دیا کرو ہاں اگر بیویاں خوش دلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر میں سے کچھ (یا کل) تو تم اس کو کھاؤ (اور برتو) مزہ دار خوش گوار سمجھ کر۔[3]

1 مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمۃ، ج:۲، ص:۲۲۸۔ 2 مظاھر حق: ج:۳، ص:۳۴۸۔ 3 پارہ:۴، سورۃ النساء، الآیۃ:۴۔

غرض اس آیت میں یہ تعلیم فرمائی گئی کہ عورتوں کا مہر ایک حق واجب ہے اس کی ادائیگی ضروری ہے اور جس طرح تمام حقوق واجبہ کو خوش دلی کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح مہر کو سمجھنا چاہیے۔ ایک ظلم مہر کے بارے میں یہ ہوتا تھا کہ بہت سے یہ سمجھ کر کہ بیوی ان سے مجبور ہے اور مخالفت نہیں کر سکتی، دباؤ ڈال کر ان سے معاف کرا لیتے تھے جس سے درحقیقت معافی نہیں



ہوتی تھی مگر وہ یہ سمجھ کر بے فکر ہو جاتے تھے کہ معاف ہو گیا۔ اس ظلم کے انسداد کے لئے آیت مذکورہ میں ارشاد فرمایا: ﴿فان طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريا﴾[1]



ترجمہ...... یعنی اگر وہ عورتیں خوش دلی کے ساتھ اپنے مہر کا کچھ حصہ دے دیں تو تم اس کو کھا سکتے ہو تمہارے لئے مبارک ہوگا۔ دور حاضر میں چونکہ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ مہر تو ملنے والا نہیں، سوال کروں اور معاف نہ کروں تو بد دلی یا بد مزگی پیدا ہوگی۔ اس لئے بادلِ نخواستہ معاف کر دیتی



ہیں اس معافی کا کوئی اعتبار نہیں۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ فرماتے تھے: خوش دلی سے معاف کرنے کا پتہ اس صورت میں چل سکتا ہے کہ مہر کی رقم بیوی کے حوالے کر دی جائے، اس کے بعد وہ اپنی خوشی سے بغیر کسی دباؤ کے واپس دے دیں۔ مختلف قبیلوں اور علاقوں میں اب بھی ان مظالم میں سے کوئی نہ کوئی ظلم ضرور پایا جاتا ہے ان سب مظالم سے بچنا ضروری ہے۔[2]

حق مہر اور ولیمہ سے متعلق ہدایات اور سنتیں

1. اگر نکاح کرتے وقت مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ مگر شوہر پر مہرِ مثل واجب ہوگا۔ مہرِ مثل عورت کے اس مہر کو کہتے ہیں جو اس کے باپ کے خاندان کی ان عورتوں کا ہو جو اوصاف میں اس کے مثل ہو۔ مثلاً عمر، جمال، مال، شہر، دینداری، بکارت و کنوارہ پن، علم و ادب، اخلاق اور عادات وغیرہ۔[3]

2. مہر میں سے کچھ حصہ علی الفور دے دینا بہتر ہے۔[4]

3. حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں منقول ہے فرمایا: ''ألا لا تغالوا صدقة النساء'' ترجمہ...... خبردار! عورتوں کا بھاری مہر نہ باندھو۔[5]

4. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ تمام ازواج

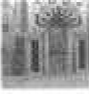
---

1 پارہ: ۴، سورۃ النساء، الآیۃ: ۴. 2 معارف القرآن: ج: ۲، ص: ۲۹۷. 3 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۳۵۲. 4 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۳۵۲. 5 ابوداؤد: کتاب النکاح باب الصداق، ج: ۱، ص: ۵۸۸، رقم: ۲۱۰۶.

مطہرات کا مہر پانچ سو درہم باندھا تھا۔[1] ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل نام رملہ تھا۔ ام حبیبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ہے یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔ پہلے ان کی شادی عبداللہ بن جحش کے ساتھ ہوئی تھی۔ چنانچہ ابوداؤد اور نسائی کے حوالہ سے روایت نقل کی گئی ہے جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو احد میں شہید ہو گئے تھے اور عبداللہ بن جحش نے اسلام قبول کر لیا تھا اور ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے پھر وہاں پہنچ کر مرتد ہو گئے یعنی اسلام ترک کر کے عیسائی ہو گئے اور وہیں مر گئے لیکن ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثابت قدم رہیں پھر عدت گزرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حبشہ کے بادشاہ اصحمہ جن کا لقب نجاشی تھا کے پاس یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا پیغام دیں۔ چنانچہ نجاشی نے اپنی باندی ابرہ کو ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ میرے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک والا نامہ نکاح کے پیام کا آیا ہے اگر تم کو منظور ہو تو اپنی طرف سے وکیل بنالو۔ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پیام کو منظور کیا اور خالد بن سعید بن العاص اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو ان کے والد کے چچازاد بھائی تھے، اپنا وکیل مقرر کیا اور اس خوشخبری کے انعام میں ہاتھوں کے دونوں کنگن اور پیروں کی دونوں پازیب اور انگلیوں کے چھلے جو سب نقرئی تھے ابرہ پیغام لانے والی کو دے دیئے۔ جب شام ہوئی تو نجاشیؒ نے حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام مسلمانوں کو جمع کر کے خطبہ نکاح پڑھایا۔ خطبہ کے بعد فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دوں اور پھر چار سو دینار خالد بن سعید اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر دیئے۔ اس کے بعد خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور تقریر کے بعد فرمایا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیام کو قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا اور اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ اس کے بعد لوگوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا نجاشیؒ نے کہا ابھی بیٹھئے۔ حضرات انبیاء علیہ السلام کی سنت ہے کہ نکاح کے بعد ولیمہ بھی ہونا چاہیے چنانچہ کھانا آیا اور دعوت سے فارغ ہو کر سب رخصت ہوئے۔ مہر کی رقم جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچی تو انہوں نے ابرہ کو بلا کر پچاس دینار اور دیئے۔ ابرہ نے یہ پچاس دینار اور وہ زیور جو پہلے دیا گیا تھا یہ کہہ کر سب واپس کر دیا کہ بادشاہ

1 مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۳۴۸۔

نے مجھ کو تاکید کی ہے کہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کچھ نہ لوں اور ابرہ نے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار بھی کیا، نیز نجاشیؒ بادشاہ نے اپنی بیگمات کے ذریعہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اور بھی ہدایہ بھیجے تھے ۷ھ میں نکاح ہوا اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ آئیں۔[1]



ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار ہزار درہم تھا۔ بارہ کلو اور ۲۴۷ گرام چاندی کی بقدر ہوتے ہیں اور یہ مہر نجاشیؒ بادشاہ نے باندھا تھا اور نجاشی نے ہی یہ مہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ادا کیا تھا۔



5 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ تمام صاحبزادیوں کا مہر پانچ سو درہم تھا۔ پانچ سو درہم کی مقدار ایک کلو ۵۳۰ گرام ہوتی ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مثقال تھا، چار سو مثقال ایک کلو ۵۰۷ گرام چاندی کے بقدر ہوتے ہیں۔[2]



6 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ مطہرہ کا اتنا بڑا ولیمہ نہیں کیا جتنا بڑا ولیمہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح میں ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا اور لوگوں کا پیٹ گوشت اور روٹی سے بھر دیا تھا۔[3]

فائدہ! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسا ولیمہ جس میں ایک بکری استعمال کی گئی ہو بڑے ولیمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔[4]

7 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے اور جس شخص نے دعوت کو (کوئی عذر نہ ہونے کے باوجود) قبول نہ کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔[5]

8 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دو اشخاص دعوت دیں تو اس کی دعوت قبول کرو جس کا دروازہ نزدیک ہو اگر ان میں سے کوئی پہلے کہے تو اس کی دعوت قبول کرو جس نے پہلے کہا،[6]

---

1 مظاہر حق، ج:۳،ص:۳۵۳،۳۵۴۔ 2 مظاہر حق،ج:۳،ص:۳۴۸۔ 3 الصحیح للامام البخاری، کتاب النکاح،باب الولیمۃ ولو بشاۃ،ج:۵،ص:۱۹۸۳۔ 4 مظاہر حق، ج:۳،ص:۳۵۶۔
5 بخاری ومسلم عن ابی ہریرہؓ کتاب النکاح باب الولیمۃ، ص:۵۹۰، رقم:۳۲۱۸۔
6 ابو داؤد،کتاب النکاح باب الولیمۃ،ج:۱،ص:۵۹۱،رقم:۳۲۲۳۔

مہر کے متعلق چند ضروری مسائل

1. بعض لوگ نکاح کے موقع پر لمبے چوڑے مہر باندھ لیتے ہیں مگر ان کی ادائیگی کی نوبت نہیں آتی۔ بلکہ بعض لوگ تو دینے کی نیت ہی نہیں رکھتے۔ ایسا کرنا سخت گناہ ہے قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کی تاکید آئی ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو قرآن مجید میں کم از کم چھ مرتبہ تاکید کی گئی ہے اور اس کو عورتوں کا یہ حق شرعی قرار دیا گیا ہے لہذا جتنا مہر باندھ دیا گیا ہے اب اس کا دینا واجب ہے۔

2. بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ مہر کا تعلق جہیز سے ہے چنانچہ مہر کو جہیز سے جوڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہم جہیز نہ لیں تو مہر بھی نہیں دیں گے یا بہت تھوڑا سا دیں گے حالانکہ مہر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ایک فرض اور عورت کا ایک شرعی حق ہے۔ جب کہ جہیز کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ کوئی عورت چاہے جہیز لائے یا نہ لائے مگر اس کا حقِ شرعی (مہر) دینا ضروری ہے۔ لہذا مہر عورت کا خاص حق ہے نہ تو عورت کا باپ لے سکتا ہے اور نہ اس کا شوہر یا کوئی اور۔[1]

3. اگر کوئی شخص ایک بھاری مہر باندھے اور اس قسم کے رواج میں عادت ہو کہ اس کے عوض ایک بھاری جہیز متوقع ہوتا ہو، مگر لڑکی جہیز میں کچھ بھی نہ لائے تو شوہر کو جہیز کا مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔[2] لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر سے جو کچھ بھی تحفے تحائف (بطور جہیز) لاتی ہے وہ سب اس کی اپنی ملکیت ہوتی ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر والے اسے استعمال نہیں کر سکتے۔ اگر طلاق ہو جائے تب بھی وہی ان سب چیزوں کی مالک ہوگی۔ یہ چیزیں کسی بھی طرح شوہر کو نہیں پہنچ سکتیں۔

4. نکاح کے موقع پر شوہر اپنی بیوی کو جو کچھ مال وزیور وغیرہ دیتا ہے وہ سب کچھ بیوی کی ملکیت ہوتا ہے جس کو واپس لینا شرعاً ناجائز ہے۔ خواہ طلاق ہی کی نوبت کیوں نہ آ گئی ہو۔

5. عورت جب نکاح کے بعد اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر دیتی ہے تو شوہر پر بیوی کے لئے کھانے کپڑے اور مکان کی فراہمی واجب ہو جاتی ہے۔[3]

6. نکاح کے بعد عورت جب چاہے اپنا مہر طلب کر سکتی ہے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں مرد کے خاص حقوق ادا کرنے سے انکار بھی کر سکتی ہے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں اگر اپنے ہی گھر

---

1 فقہ السنہ، ج:۲، ص:۱۷۷۔ 2 کتاب الفقہ، ج:۴، ص:۱۷۴۔ 3 ہدایہ اولین، ص:۴۱۷۔

میں رک جائے۔ دونوں صورتوں میں وہ نفقہ کی مستحق ہوگی۔[1]

7 اگر شوہر نے مہر ادا کر دیا لیکن عورت پھر بھی اس کے گھر جانے سے انکار کر دے تو اسے نفقہ نہیں ملے گا۔[2]

فسادِ تمدن کا باعث جہیز

آج کل جہیز کا غلط مفہوم اور رواج چل پڑا ہے وہ سراسر ایک غیر اسلامی تصور ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ دوسروں کا محتاج بن کر یا کاسہ گدائی دراز کرتے ہوئے زندگی بسر کرے بلکہ وہ ایک ذمہ دار اور جواب دہ ہستی ہے۔ اشرف المخلوقات ہستی ہے۔ لہذا اسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے صحیح اور معقول رویہ اپنانا چاہیے۔ پرائے مال پر نگاہ ڈالنا اگرچہ وہ اس کے سسر ہی کا کیوں نہ ہو شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ فقہ حنفی کی مستند کتاب فتاوی شامیہ میں مذکور ہے: سسر اپنے داماد سے اپنی لڑکی کی وجہ سے جو مال لیتا ہے وہ حرام میں شامل ہے خواہ داماد یہ مال اپنی خوشی سے دے۔ ورنہ اگر سسر کے مطالبہ پر دے تو داماد کو وہ مال واپس لینے کا حق ہوگا۔ (فتاویٰ شامیہ) اور فتاوی عالمگیری میں ہے اور اگر رخصتی کے وقت لڑکی والے کچھ مال لیں تو خاوند کو حق حاصل ہے وہ اس مال کو واپس لے لے کیونکہ یہ چیز رشوت کے حکم میں ہے۔[3]

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جب عقلی اعتبار سے لڑکی کا معاوضہ لینا جائز نہیں ہے تو پھر لڑکے کا معاوضہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔ قانونِ فطرت کے مطابق اگر معاوضہ جائز ہوتا تو لڑکی کے باپ کے لئے گنجائش نکل سکتی تھی نہ کہ لڑکے کے لئے۔ لہذا فرمائشی جہیز یا دیگر اشیاء کا مطالبہ خلافِ عقل وغیر فطری اور غیر منطقی مطالبہ ہے جو تمدن و معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والا ہے۔ لہذا آج اصلاح معاشرہ کے لئے ضروری ہے کہ جہیز کی برائی اور اس کی قباحت کو شرعی و عقلی دلائل کی روشنی میں واضح کیا جائے اور اس سماج دشمن رسم کے خلاف عملی جدوجہد کی جائے۔

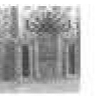
فرمائشی جہیز رشوت اور حرام ہے

جہاں تک فرمائشی جہیز کا سوال ہے تو یہ شرعاً رشوت کے حکم میں آنے کی وجہ سے بالکل حرام ہے۔ اگر کسی نے غلطی سے لے لیا ہے تو اس کا واپس کرنا شرعاً واجب ہے۔ واضح رہے کہ ایک زمانہ میں موجودہ دور کے برعکس لڑکی والے رخصتی کے وقت لڑکے والوں سے کچھ رقم لے کر لڑکی کو

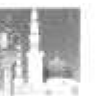
---

1 هدایه، ص: ۴۱۷، کتاب النفقات خصاف، ص: ۳۲. 2 هدایه، ص: ۴۱۷، کتاب النفقات خصاف، ص: ۳۲. 3 فتاوی عالمگیری، ج: ۱، ص: ۳۲۷.

رخصت کرتے تھے (اور یہ رواج آج بھی پٹھانوں اور بعض عربوں میں پایا جاتا ہے) تو اس وقت فقہاء امت نے اس کو رشوت قرار دے کر حرام کہا تھا اور اس کو لوٹانا ضروری قرار دیا تھا۔ جیسا کہ آپ ابھی سطور بالا میں بحوالہ ''فتاوی شامیہ اور فتاوی عالمگیری'' میں پڑھ آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب لڑکے سے کچھ لینا (علاوہ حق مہر کے جو عورت کا حق ہے) رشوت اور حرام ہے



تو پھر لڑکی اور اس کے اعزہ سے بھی کچھ لینا اسی طرح رشوت اور حرام ہے۔ عقلی اعتبار سے دیکھا جائے تو فریقین سے اگر کوئی اس قسم کی رقم لینے کا زیادہ مستحق ہوتا تو وہ لڑکی کا باپ ہوسکتا تھا۔



کیونکہ اس نے کم از کم پندرہ بیس سال تک اپنی لڑکی کی پرورش کی ہے اور اس پر اپنی رقم خرچ کر کے اسے اس قابل بنایا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے گھر کی زینت بن سکے، مگر اس کے باوجود

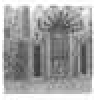


جب وہ اپنے داماد سے کوئی رقم نہیں لے سکتا تو پھر شوہر کو قطعاً استحقاق ہی نہیں ہے۔ اور اس لحاظ سے فرمائشی جہیز یا رقم کا مطالبہ ایک اخلاقی و سماجی جرم ہی نہیں بلکہ شرعی اعتبار سے گناہ کبیرہ ہے۔ جس کی وجہ سے آج ہزاروں معصوم لڑکیوں کی جان کو خطرہ پیدا ہوگیا ہے اور کتنی معصوم دوشیزائیں اس مذموم اور خوفناک رواج کی بدولت بے بیاہی اپنے گھروں میں بیٹھی کوس رہی ہیں۔ مگر ظالم سماج ان معصوم و مظلوں لڑکیوں کی آہوں سے بے نیاز ہوکر اپنی عیش کوشی اور بدمستی سے باز نہیں آرہا اسے سماج کے درمیانی اور کمزور طبقوں کی مشکلات کا کوئی احساس ہی نہیں۔ لہذا جس قدر جلد ہوسکے اس فتنے اور سماجی جرم کا خاتمہ ہونا ضروری ہے۔

رسمِ جہیز اور نوجوانوں کی ذمہ داری

آج کل ہمارے معاشرے میں جہیز کی رسم نے ایک خوفناک وباء کی صورت اختیار کر لی ہے جس کی وجہ سے کسی غریب یا متوسط درجے کی لڑکی کی شادی ایک پیچیدہ مسئلہ بن گئی ہے اور اس کی سنگینی کی وجہ سے خاندانوں کے خاندان تباہ ہورہے ہیں۔ اس سلسلہ میں افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ وہ مسلم قوم جو اصلاح عالم کے لئے وجود میں آئی تھی وہ بھی ان خرافات میں مبتلا ہوکر بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کے درپے دکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس خوفناک سماجی گناہ کے خاتمہ کے لیے کھل کر میدان میں آتی۔ جب رکھوالا ہی بھیڑیا بن جائے تو پھر ریوڑ کا انجام تو سب کو معلوم ہے۔ راقم سطور کا نظریہ یہ ہے کہ اس خوفناک معاشرتی برائی کے خلاف جب تک مسلم نوجوان منظم طریقے سے جدوجہد نہیں کریں گے کوئی اصلاح نہیں ہوسکتی کیونکہ محض تقریروں سے اور اپیلوں سے کوئی سدھار نہیں ہوسکتا۔ اس میدان میں ہمارے نوجوان

طبقے کو آگے بڑھ کر یہ عہد کرنا چاہیے کہ وہ فرمائشی جہیز نہ تو کسی سے لیں گے اور نہ کسی کو لینے دیں گے۔ جو لوگ جہیز یا اس قسم کی رقم کا مطالبہ کریں تو انہیں پہلے سمجھانا چاہیے کہ یہ چیز شریعت کی نظر میں ناجائز ہے۔ مگر پھر بھی وہ نہ مانیں اور اس پر اصرار ہی کرتے رہیں تو ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ اگر مسلم نوجوان ہر محلّہ اور ہر گاؤں میں ایک ایک کمیٹی (مخالف جہیز کمیٹی) قائم کرکے اس سلسلہ میں اقدام کریں تو اس سے بڑے اچھے نتائج نکل سکتے ہیں اور غریب و معصوم لڑکیوں کا بھلا ہوسکتا ہے اس قسم کا اصلاحی اقدام نہ صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث ہوگا بلکہ ایک اچھے اور مثالی معاشرے کی تشکیل نو کی راہ میں معاون و مددگار ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔[1] یہ آیت نکاح اور ازدواجی مسائل کے تذکرہ کے بعد وارد ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے اس قسم کے مطالبوں کی حرمت صاف ظاہر ہے۔





حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جہیز کی نوعیت

بعض لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ اگر شریعت کی رو سے جہیز دینا ضروری نہیں ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کچھ چیزیں رخصتی کے وقت دی تھیں ایسا کیوں کیا تھا؟ دراصل یہ چیزیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر کی رقم سے فراہم کی گئی تھیں۔ چنانچہ سیرت نگاروں کے بیان کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک زرہ تھی جو انہوں نے بطور مہر معجّل دے دی تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فروخت کرنے کا حکم دیا اور اس سے (۴۸۰) درہم وصول ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اس رقم سے کچھ خوشبو، کپڑے اور فلاں فلاں چیزیں خرید لاؤ۔ یہ جہیز پیشگی مہر کے پیسوں سے تیار کیا گیا تھا نہ کہ اپنی طرف سے۔ اگر اس قسم کا جہیز مشروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چاروں بیٹیوں (حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کو عطا فرماتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز کسی کو نہیں دیا، اس حقیقت کے بعد فرمائشی جہیز وغیرہ (دیگر ناجائز مطالبات) کا جواز کہاں رہ جاتا ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1 پارہ: ۵، سورۃ النساء، الآیۃ: ۲۹۔

ضیافت کے متعلق آداب وسنتیں

عن ابی شریح الکعبی رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ جائزتہ یوم ولیلۃ والضیافۃ ثلاثۃ ایام بعد ذلک فھو صدقۃ ولا یحل لہ أن یثوی عندہ حتی یخرجہ ...... ترجمہ ...... حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی تعظیم اور خاطر داری کرے۔ مہمان کے ساتھ تکلف واحسان کرنے کا (زمانہ) ایک دن اور ایک رات ہے اور مہمان داری کرنے کا (زمانہ) تین دن ہے اس کے بعد جو دیا جائے گا وہ ہدیہ وخیرات ہوگا اور مہمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے ہاں (تین دن کے بعد اس کے روکنے کے بغیر) ٹھہرے کہ وہ تنگی میں مبتلا ہو جائے۔[1]

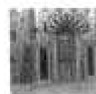
ضیافت اور مہمان داری

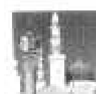
ضیافت یعنی مہمان کی خاطر داری کرنا کمالِ ایمان کی علامت ہے۔ ایک حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ تعالی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔[2] فائدہ! یعنی جو شخص کامل الایمان ہوگا اس کی شان یہ ہوگی کہ وہ ان باتوں پر عمل کریگا گویا ان چیزوں کو اختیار کرنا ایمان کی علامت ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایمان کا پایا جانا ان مذکورہ باتوں پر موقوف ہے بلکہ اصل مقصد

1 مشکوۃ المصابیح، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، ج: ۲، ص: ۳۶۳۔ 2 مشکوۃ المصابیح، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، ج: ۲، ص: ۳۶۳۔

ان مذکورہ باتوں کی اہمیت کو بیان کرنا ہے اوران پرعمل کرنے کی زیادہ سے زیادہ تاکید کرنا ہے۔ مہمان نوازی سنت انبیاء وصلحاء ہے۔قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ذکرکئی مقام پرآیاہے۔ایک مقام پرارشادباری تعالیٰ ہے:﴿ولقد جاء ت رسلنا ابراهيم بالبشری قالوا سلماقال سلام فمالبث أن جاء بعجل حنيذ﴾ ترجمہ...... اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کرآئے اورانہوں نے سلام کیاابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کیا(اورپہچانانہیں کہ یہ فرشتے ہیں بلکہ عام مہمان سمجھےاور) پھر دیرنہیں لگائی کہ تلاہوابچھڑالائے۔[1]





مہمان نوازی کے متعلق ہدایات اورسنتیں



1 اس سے معلوم ہواکہ مسلمانوں کے لئے سنت ہے کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کریں آنے والےمہمان کواس میں پیش قدمی کرنی چاہیےاوردوسروں کوجواب دیناچاہیے۔

2 مہمان نوازی کےآداب میں سےایک یہ بھی ہے کہ مہمان کےآتے ہی جوکچھ کھانے پینے کی چیزمیسرہواورجلدی سے مہیاہوسکےوہ لارکھے۔پھراگرصاحبِ وسعت ہےتومزیدمہمانی کا انتظام بعدمیں کرے۔

3 مہمان نوازی کے لئے بہت زیادہ تکلفات کی فکرمیں نہ پڑےآسانی سے جواچھی چیزمیسر ہوجائےوہ مہمان کی خدمت میں پیش کرے۔

4 مہمان کےآداب میں سےایک یہ بھی ہے کہ مہمان کے سامنے جوچیزپیش کی جائےاس کو قبول کرےکھانےکودل نہ چاہےتومعمولی سی شرکت کرکے دلجوئی کرلے۔اگرکوئی چیزاس کے لئےمضرِصحت ہےتواحسن طریقے سےعذرکردے۔

5 مہمان کا میزبان کویوں دعاء دینامسنون ہے:اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَارَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ.[2]

6 میزبان کوچاہیے کہ صرف کھاناوغیرہ سامنے رکھ کرفارغ نہ ہوجائے بلکہ اس پرنظررکھے کہ مہمان کھارہاہے یانہیں۔مگر یہ نظررکھنااس طرح ہوکہ مہمان کے کھانے(پینے) کوتکتانہ رہے۔ سرسری نظرسے دیکھ لے۔کیونکہ مہمان کےلقموں کودیکھناآدابِ ضیافت کےخلاف اورمہمان کے

---

1 پارہ:۱۲،سورۃ ھود،الآیۃ:۶۹. 2 مسلم،کتاب الدعوات باب الدعوات فی الاوقات، ج:۱،ص:۴۵۴،رقم:۲۴۲۷.

لئے باعث شرمندگی ہوتا ہے۔

7 اکابر بزرگ اور مہمان کی سواری کی رکاب اور لگام کو ازراہ تواضع اور خاطر داری پکڑنا نیز مہمان کو رخصت کرنے کے لئے مکان کے دروازے یا باہر کچھ دور تک اس کے ساتھ جانا مسنون ہے۔[1]

8 میزبان کا نیک وصالح مہمان سے طلب دعا کرنا اور مہمان کا میزبان کے لئے دعاء کرنا مسنون ہے۔[2]

9 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں (مہمانوں کو) کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں خیر (یعنی رزق و برکت اور بھلائی) اتنی تیزی سے پہنچتی ہے جس طرح اونٹ کا گوشت کاٹنے میں چھری تیزی سے کوہان کی طرف جاتی ہے۔[3]

10 حضرت ابی الاحوص جشمی اپنے والد (حضرت مالک بن فضلہ رضی اللہ تعالی عنہ صحابی سے) روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر میں کسی شخص کے ہاں مہمان ہوں اور وہ میری مہمان داری نہ کرے اور میری ضیافت کا حق ادا نہ کرے پھر وہ شخص میرے ہاں مہمان ہو تو کیا اس کی مہمانداری کروں یا اس سے بدلہ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نہیں اس سے بدلہ نہ لو) بلکہ اس کی مہمانداری کرو۔[4]

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردے احسن اے من اساء

11 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کھانا) مل کر کھاؤ الگ الگ مت کھاؤ اس لئے کہ برکت جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔[5]

فائدہ! اس سے معلوم ہوا کہ کھانا مہمان کے ساتھ کھانا چاہیے کھا چکا ہے یا طلب نہیں ہے تو تھوڑی سی شرکت ضرور کرلے۔

12 آنے والوں کی مہمانی کرنا آداب اسلام اور مکارم اخلاق میں سے ہے نیز انبیاء وصلحاء کی

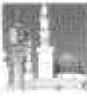
---

1 مظاهر حق، ج: ۲، ص: ۲۰۵، معارف القرآن، ج: ۴. 2 مظاهر حق، ج: ۲، ص: ۲۰۵. 3 ابن ماجه، كتاب الاطعمة باب الضيافة، ج: ۲، ص: ۱۰۴، رقم: ۳۳۶۰. 4 ترمذی، كتاب الاطعمة باب الضيافة، ج: ۲، ص: ۱۰۲، رقم: ۳۲۴۸. 5 ابن ماجه، كتاب الاطعمة باب الضيافة، ج: ۲، ص: ۱۰۴، رقم: ۳۲۵۷.

عادت ہے۔بعض علماء نے فرمایا کہ گاؤں والوں پر مہمانی واجب ہے کہ جو شخص ان کے گاؤں میں ٹھہرے اس کی مہمانی کریں کیونکہ وہاں کھانے کا کوئی دوسرا انتظام نہیں ہوسکتا اور شہر میں ہوٹل وغیرہ سے اس کا انتظام ہوسکتا ہے۔اس لئے شہر والوں پر واجب نہیں۔

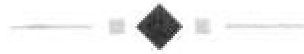


13 حدیث بالا میں فرمایا: **فلیکرم ضیفه جائزته** مہمان کی اس خاص خاطر داری اور تواضع ومدارت کو کہا گیا ہے جو پہلے دن کی جاتی ہے۔اکرام ضیف یعنی مہمان کے ساتھ حسن وسلوک سے پیش آئے اور خوش گفتاری اور ملاطفت کے ساتھ بات چیت کرے اور اس کو تین دن تک اس طرح کھلائے پلائے کہ پہلے دن تو اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق کچھ پرتکلف میزبانی کرے بشرطیکہ اس کی وجہ سے اپنے لواحقین کی حق تلفی نہ ہو اور اس کے بعد دودنوں میں جو حاضر ہو پیش کرے۔پھر تین دن کے بعد بھی مہمان ٹھہرا رہے تو اس کو کھلانا پلانا صدقہ کے حکم میں ہوگا کہ میزبان چاہے تو کھلائے پلائے اور چاہے تو معذرت کردے اور مہمان کو تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہیے (الا یہ کہ میزبان روکے یا کوئی مجبوری ہو تو میزبان کی اجازت سے ٹھہرنا چاہیے)۔[1]





اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات اور سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین



1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمته ایاه، ج:۵، ص:۲۲۷۲

صلح اور اتحاد کے متعلق ہدایات و سنتیں

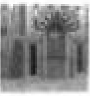
عن ام کلثوم رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیرا أو ینمی خیرا...... ترجمہ...... حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عزت ماب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح وصفائی کراتا ہے بھلائی کی بات کہتا ہے اور (ایک دوسرے کی طرف سے) اچھی باتیں پہنچاتا ہے (اگرچہ وہ صلح وصفائی کی نیت سے جھوٹ سے کام لے)۔[1]

مسلمانوں کے مضبوط و مستحکم ہونے کے اسباب

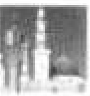
حقیقت یہ ہے کہ مسلمان جہاں بھی ہوں جس رنگ ونسل سے بھی تعلق رکھتے ہوں اور ان کی زبان ومعاشرت میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔لیکن انسان ومومن ہونے کی حیثیت سے وہ ایک ہیں اور ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے ہیں ان کے درمیان کوئی انسانی اونچ نیچ نہیں ہے۔ تمام انسان ایک باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔تمام مسلمان ایک زنجیر کی کڑیاں ہیں اگر وہ کڑیاں الگ الگ ہو جائیں تو زنجیر ٹوٹ کر رہ جائے گی۔اسی طرح اگر مسلمان تفرقہ بازی کا شکار ہو جائیں اور رنگ ونسل، زبان وکلچر اور ذات پات کے دائروں میں سمٹ جائیں تو ان کے ملی اور اجتماعی مفاد کو انتشار واضمحلال کا گھن لگ جائے گا اور جب ان کی اجتماعی حیثیت مجروح ہو کر غیر مؤثر ہوگی تو ان کا شخصی وانفرادی وجود بھی بے معنی ہو جائے گا۔ بلکہ ہر شخص مختلف آفات ومصائب کا شکار ہوگا۔ ہر مسلمان اپنے دوسرے بھائی سے اس طرح روابط وتعلق رکھے جس طرح دو حقیقی بھائی ہوتے ہیں۔آپس میں سلام کرتے ہیں باہمی میل جول اور ملاقات کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں باہمی معاملات وتعلقات کو محبت واخوت اور

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس، ج: ۲، ص: ۹۵۸۔

اتفاق واتحاد کی بنیاد پر استوار کرتے ہیں۔ ہدایا وتحائف کا تبادلہ کرتے ہیں ایک دوسرے کی مدد واستعانت کرتے ہیں اسی طرح ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان کے حالات کی رعایت اوراس کے طور طریقوں کی پاسداری کرے اور جب کبھی دو مسلمان بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یوں انکے حال پر نہ چھوڑے بلکہ اصلاح کی پوری کوشش کرے اور ایسی کوشش کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے صلح وصفائی کرائے۔



قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا: ﴿انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين أخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون﴾ [1] ترجمہ...... مسلمان سب (دینی رشتہ سے ایک دوسرے کے) بھائی ہیں۔ اس لئے اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کرادیا کرو (تاکہ یہ اسلامی برادری قائم رہے) اور (اصلاح کراتے وقت) اللہ سے ڈرتے رہا کرو (یعنی حدود شرعیہ کی رعایت رکھا کرو) تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔





فائدہ! اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے اپنی رحمت کا اعلان فرمایا ہے جو مسلمانوں میں جھگڑا یا ٹکراؤ ہونے کی صورت میں آپس میں اصلاح کرانے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا۔ فرمایا: (وہ لوگ) لوگوں میں باہم اصلاح کردینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ [2]

تیسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: والصلح خير...... یعنی اور صلح خوب چیز ہے۔ [3] یہ جملہ ایسے عام عنوان سے بیان فرمایا جس میں میاں بیوی کے جھگڑے، ہر قسم کے گھریلو اختلافات، تمام دنیا کے معاملات اور مقدمات بھی شامل ہیں کیونکہ الفاظِ قرآن عام ہیں کہ صلح بہتر ہے۔ یعنی طرفین کے اپنے اپنے پورے مطالبہ پر اڑے رہنے کے بجائے یہ بہتر ہے کہ اپنے کچھ مطالبات سے دستبردار ہوکر کسی درمیانی صورت پر رضامندی کے ساتھ مصالحت کرلیں۔ اسی میں طرفین کے لئے بہتری بھی ہے اور حق تعالیٰ شانہ کی خوشنودی کا ذریعہ بھی۔

صلح اور اتحاد سے متعلق ہدایات اور سنتیں

1 اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کرادو پھر اگر اصلاحِ

---

1 پارہ:۲۶، سورۃ الحجرات، الایۃ:۱۰ 2 پارہ:۵، سورۃ النساء، الآیۃ:۳۵. 3 پارہ:۵ سورۃ النساء، الآیۃ:۱۲۸۔

کی کوشش کے بعد بھی ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالی کے حکم کی طرف لوٹ جائے پھر اگر زیادتی کرنے والا لوٹ جائے (یعنی لڑائی بند کردے) تو ان دونوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ صلح کردو۔ اورانصاف کا خیال رکھو بے شک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔[1]



2 اگر بغاوت کرنے والا فرقہ (یا فرد یا برادری یا قوم) بغاوت یا لڑائی سے باز آ جائے تو صرف جنگ (لڑائی وغیرہ) بند کردینے پر اتفاق نہ کرو بلکہ اسباب جنگ اور باہمی شکایات کے ازالہ کی فکر کرو تاکہ دلوں سے بغض وعداوت نکل جائے اور ہمیشہ کے لئے بھائی چارے کی فضاء قائم ہو جائے۔[2]





3 بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اور خالد بن جہنی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ تعالی کی کتاب کے موافق ہمارا فیصلہ کردیجئے۔ پھر اس کا دشمن (فریق ثانی) اٹھا اور کہنے لگا سچ کہتا ہے، اللہ کی کتاب کے موافق ہمارا فیصلہ کردیجئے۔ اب پہلے گنوار نے بیان کرنا شروع کیا کہ میرا بیٹا اس شخص کے پاس نوکر تھا اس نے اس کی جورو سے زنا کیا۔ لوگ کہنے لگے تیرا بیٹا سنگسار ہونا چاہیے میں نے سو بکریاں اور ایک لونڈی اس کو دے کر اپنے بیٹے کو چھڑا لیا۔ پھر میں نے اہل علم والوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تیرے بیٹے پر سو کوڑے پڑیں گے اور ایک سال تک پردیس میں رہے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کتاب اللہ کے موافق تمہارا فیصلہ کرونگا۔ بکریاں اور لونڈی تجھ کو واپس ملیں گی اور تیرے بیٹے پر سو کوڑے پڑیں گے اور ایک سال تک پردیس میں رہے گا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی) انیس رضی اللہ تعالی عنہ بن ضحاک سے فرمایا تو ایسا کر اس دوسرے شخص کی جورو کے پاس جا کر اس کو رجم کر۔ چنانچہ حضرت انیس رضی اللہ تعالی عنہ نے دوسرے دن وہاں جا کر اس کو رجم کیا۔[3] فائدہ! اس حدیث سے معلوم ہوا جو صلح خلاف قواعدِ شرع ہو وہ لغو اور باطل ہے دوسرا یہ کہ جب معاہدہ وصلح باطل ٹھہرا تو جو معاوضہ کسی فریق نے لیا وہ واجب الرد ہوگا کیونکہ ناجائز معاوضہ کے بدل جو چیز لی جائے اس کا پھیرنا واجب ہے اور لینے والا اس کا مالک نہیں ہوتا۔

4 قرآن کریم میں ہے کہ اگر میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو دونوں طرف سے برادری

1 پارہ: ۲۶، سورۃ الحجرات، الآیۃ: ۹. 2 معارف القرآن، ج: ۸، ص: ۱۱۱. 3 بخاری: کتاب الصلح، ج: ۱، ص: ۲۵۱، رقم: ۳۵۵۵.

کے ثالث سے صلح کرائی جائے۔سورۃ النساء آیت ۳۵ کی تفسیر میں معارف القرآن میں لکھا ہے کہ: قرآن کریم کی اس تعلیم سے لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کے متعلق ایک نئے باب کا نہایت مفید اضافہ ہوا جس کے ذریعہ عدالت وحکومت تک پہونچنے سے پہلے ہی بہت سے مقدمات اور جھگڑوں کا فیصلہ برادریوں کی پنچایت میں ہوسکتا ہے۔حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ باہم صلح کرانے کے لئے دو ثالثوں کے بھیجنے کی یہ تجویز صرف میاں بیوی کے جھگڑوں میں محدود نہیں۔ بلکہ دوسرے نزاعات میں بھی اس سے کام لیا جاسکتا ہے اور لینا چاہیے۔خصوصاً جب کہ جھگڑنے والے آپس میں عزیز ورشتہ دار ہوں کیونکہ عدالتی فیصلوں سے وقتی جھگڑا تو ختم ہوجاتا ہے مگر وہ فیصلے دلوں میں کدورت وعداوت کے جراثیم چھوڑ جاتے ہیں جو بعد میں نہایت ناگوار شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

5 امیر المؤمنین خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے قاضیوں کے لئے یہ فرمان جاری فرمایا تھا: ردوا القضاء بین ذوی الأرحام حتی یصطلحوا فان فصل القضاء یورث الضغائن ترجمہ...... ''رشتہ داروں کے مقدمات کو انہی میں واپس کردو تاکہ وہ خود برادری کی امداد سے آپس میں صلح کی صورت نکال لیں، کیونکہ قاضی کا فیصلہ دلوں میں کینہ وعداوت پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے''۔[1]

6 حضرات فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے فرمان میں یہ حکم رشتہ داروں کے باہمی جھگڑوں سے متعلق ہے، مگر اس کی جو علت وحکمت اس فرمان میں مذکور ہے کہ عدالتی فیصلے دلوں میں کدورت پیدا کردیا کرتے ہیں'' یہ حکمت رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں میں عام ہے کیونکہ باہمی کدورت اور عداوت سے سب ہی مسلمانوں کو بچانا ہے۔اس لئے حکام اور قضاۃ کے لئے مناسب یہ ہے کہ مقدمات کی سماعت سے پہلے اس کی کوشش کرلیا کریں کہ کسی صورت میں ان کی آپس میں رضامندی ہوجائے۔[2]

اللہ تعالی ہم سب کو ان ہدایات وسنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

---

1 معین الاحکام، ص: ۲۱۴۔ 2 معارف القرآن، ج: ۲، ص: ۴۰۵۔

باب نمبر-۳۵

اللہ تعالیٰ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، بندگان خدا اور اسلام سے محبت

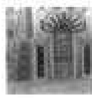
عن أنس رضي اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمثلاث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ أحب الیہ مما سواھما ومن أحب عبدالایحبہ الااللہ ومن یکرہ أن یعود فی الکفربعد ان انقذہ اللہ منہ کمایکرہ أن یلقی فی النار. وفی روایۃ لمسلم ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا ترجمہ.....حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا۔ اول یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو دوسرے یہ کہ کسی بندے سے اس کی محبت محض اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لئے ہو۔ تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ تعالیٰ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز دیا تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو۔ اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور اسلام کو اپنا دین اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا رسول خوشی سے مان لیا تو اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔[1]

حدیث بالا میں چند اہم باتوں کا ذکر ہے اول یہ کہ کامل ایمان کا تقاضا ہے کہ مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس درجہ رچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام دنیا اس کے سامنے ہیچ ہو۔ دوسرا یہ کہ یہ شان بھی مومن کامل ہی کی ہوسکتی ہے کہ وہ اگر کسی سے محبت رکھتا ہے تو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے اور اگر کسی سے بغض وعداوت

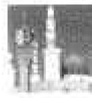
---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الایمان، باب من برک علی رکبتیہ، ج: ۱، ص: ۴۷، وفی روایۃ للامام مسلم، ذاق طعم الایمان، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من رضی، ج: ۱، ص: ۶۲، تحقیق فواد عبدالباقی.

رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ کی وجہ سے۔ غرض یہ کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اس کے حکم کی تعمیل میں ہو۔ تیسرا یہ کہ اس ایمان پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور کفر و شرک سے اس درجہ نفرت رکھنا کہ اس کے خیال کی گندگی سے بھی دل پاک ہو، ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔



دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اس کی ذات وصفات پر ایمان، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت پر کامل یقین، دین و شریعت کی حقانیت پر کامل اعتماد اور اسلامی تعلیمات واحکام کی پیروی اس کیفیت کے ساتھ ہونی چاہیے کہ دل و دماغ کے کسی گوشے میں کوئی دباؤ، گھٹن، تکدر اور کوئی ناگواری ذرا برابر محسوس نہ ہونی چاہئے۔



اللہ تعالیٰ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، بندگانِ خدا اور اسلام سے محبت کے متعلق ہدایات اور سنتیں



1 قرآن مجید میں اللہ رب العزت کے ساتھ ایمان والوں کی محبت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿والذین أشد حبا للہ﴾ [1] ترجمہ......اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت میں بہت سخت ہیں۔ مشرکین کو اپنے معبودانِ باطلہ سے محبت ہے۔ مومنین کو اپنے اللہ تعالیٰ سے اس سے بھی زیادہ مستحکم محبت ہے کیونکہ مصائبِ دنیا میں مشرکین کی محبت بسا اوقات زائل ہو جاتی ہے اور عذاب آخرت دیکھ کر تو بالکل بے زاری ظاہر کریں گے بخلاف مومنین کے کہ ان کی محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ ہر حالت میں باقی رہتی ہے۔ خواہ مسلمان نیک ہو یا گنہگار۔

2 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کے سامنے اپنے بعض بندوں کی عظمت و بزرگی کو ظاہر کرنے کے لئے فرمائیں گے کہاں ہیں وہ لوگ جو میری بڑائی کے اظہار اور میری تعظیم کی خاطر آپس میں محبت و تعلق رکھتے تھے؟ آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا اور آج میرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہے۔ [2]

3 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی سے جو کسی دوسرے گاؤں میں رہتا تھا ملاقات کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتے کو بٹھا دیا۔ جب وہ وہاں آیا تو فرشتے نے پوچھا کہاں جانے کا

---

1 پارہ: ۲، سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۱۶۵۔ 2 مسلم، کتاب الاداب باب الحب فی اللّٰہ، ج: ۲، ص: ۲۱۸، رقم: ۵۰۰۶۔

ارادہ ہے؟ اس نے کہا: فلاں گاؤں میں اپنے (مسلمان) بھائی کی ملاقات کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: کیا اس پر تیرا کوئی حق نعمت ہے جس کو تو اس سے وصول کرنے جاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں میں اس سے محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی بناء پر محبت رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے اور تجھ کو یہ بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے ایسے ہی محبت رکھتا ہے جیسا تو اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھتا ہے۔[1]

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے دار اور محبوبیت کے متمنی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کیلئے اپنی محبت کا معیار بتلایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم﴾ [2] ترجمہ...... آپ! لوگوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم (بزعم‌خود) اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو (اور محبت رکھنے کی وجہ سے یہ بھی چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے) تو تم لوگ میری اتباع کرو (کیونکہ میں خاص اسی تعلیم کے لئے مبعوث ہوا ہوں جب ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔

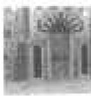
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر، قیامت کے لئے تو نے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا میں نے کوئی تیاری نہیں کی۔ البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اسی کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اسلام کے بعد میں نے مسلمانوں کو کسی بات سے اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے خوش پایا۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو کسی جماعت سے محبت وعقیدت رکھتا ہو لیکن ان کی صحبت اس کو میسر نہ ہوئی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص انہی کے ساتھ ہے جن کو وہ محبوب رکھتا ہے۔[4] اس حدیث

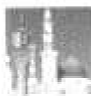
---

1 مشکوۃ، مسلم، کتاب الاداب باب الحب فی اللہ، ج:۲،ص: ۲۱۸، رقم: ۵۰۰۷. 2 پارہ: ۳، سورۃ آل عمران، الآیۃ: ۳۱. 3 بخاری، کتاب الاداب باب الحب فی اللہ، ج: ۲، ص: ۲۱۸، رقم: ۵۰۰۹. 4 مسلم، کتاب الاداب باب الحب فی اللہ، ج: ۲، ص: ۲۱۸، رقم: ۵۰۰۸.

مبارکہ میں ان لوگوں کے لئے بشارت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ،صحابہ کرام ،علماء وصلحاء اور بزرگان دین سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں وہ انشاء اللہ قیامت کے دن انہیں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اور آخرت میں ان کی رفاقت ومعیت کی سعادت پائیں گے ۔اور جولوگ بدکار، فاسق اور دشمنان خدا اور رسول وصحابہ کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھے ان کے لئے اس حدیث میں سخت وعید وتنبیہ ہے۔



7 حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تم میں بہترین لوگ کون ہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: ہاں ضرور بتایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجائے ۔[1]





8 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی اس کے عقائد اور عادات وغیرہ کو جلد قبول کرتا ہے)لہذا یہ ضروری ہے کہ تم میں سے کوئی کسی کو دوست بنائے تو دیکھ لے کہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔[2]

9 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے دوستی ومحبت رکھے تو چاہیے کہ وہ اس مسلمان کو بتادے کہ وہ اس سے دوستی رکھتا ہے۔(کیونکہ جب اس کو معلوم ہوگا تو وہ بھی اس سے دوستی ومحبت رکھے گا)۔[3]

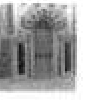
10 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی انسان کسی انسان سے بھائی چارہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس سے اس کا نام ،اس کے باپ کا نام اور قبیلہ کا نام دریافت کرلے اس لئے کہ یہ معلومات محبت کو مضبوط کرنے والی ہیں۔[4]

ایک بنیادی مسئلہ

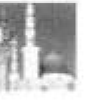
ایک بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ رشتہ داری اور دوستی کے سارے تعلقات پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق مقدم ہے جو تعلق اس سے ٹکرائے وہ توڑ دینے کے قابل ہے۔صحابہ

1 السنن للامام ابن ماجه، كتاب الزهد، باب من لايؤبه له،ص:٢٧٢٧ ،رقم: ٤١١٩. 2 السنن للامام الترمذى،ابواب الزهد ،باب الرجل على دين خليله، ص: ١٨٩٠ ، رقم: ٢٣٧٨. 3 مشكاة المصابيح، كتاب الاداب باب السلام، ج: ٨٧٣. 4 السنن للامام الترمذى،ابواب الزهد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم،ص: ١٨٩٢ ،رقم الحديث : ٢٣٩٢.

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وہ عمل جس کی وجہ سے وہ اس امت کے افضل ترین افراد قرار پائے یہی چیز تھی کہ انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان، مال، ہر رشتہ اور تعلق کو قربان کر دیا۔



بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی اور قریش مکہ وانصار مدینہ سب آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ جب کہ بدر واحد کے میدانوں میں باپ بیٹے ، بھائی بھائی کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں اور شہادت دی کہ ان کا مسلک تھا۔



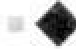


ہزار خویش کہ بے گانہ از رب تعالیٰ باشد
فدائے یکتن وبے گانہ کاشنا باشد

ہزار ہا اپنے عزیز واقارب جو میرے رب سے بیگانہ ہیں وہ سب ایک پر قربان ہیں۔

اللھم ارزقنا اتباعھم واجعل حبک أحب الاشیاء إلینا وخشیتک اخوف الاشیاء عندنا.

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات اور سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



باب نمبر۔۳۶

آداب سفر کے متعلق ہدایات و سنتیں

عن جابر رضی اللہ عنہ قال کنت مع النبیصلی اللّٰه علیه وسلمفی سفر فلما قد منا المدینة قال لی ادخل المسجد فصل فیه رکعتین ترجمہ......حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ میں (ایک) سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا چنانچہ جب ہم مدینہ منورہ واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو۔[1]

فائدہ! مسجد گویا اللہ تعالی کے گھروں میں سے ایک گھر ہے اور مسجد میں جانے والا گویا اللہ رب العزت سے ملاقات کرنے والا ہے لہذا جو شخص سفر سے واپس آئے اس کے حق میں اس سے بہتر اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ وہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے گھر میں جائے یہ گویا سفر سے بعافیت واپسی پر خدائے عزوجلّ کا شکریہ ہے۔ جس نے اس کو سفر کی آفات سے محفوظ رکھا اور بعافیت اس کے اہل وعیال میں واپس پہنچادیا۔ سفر سے واپس آنے پر پہلے مسجد میں جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً دونوں طرح ثابت ہے۔

سفر سے بعافیت گھر پہنچنا

انسانی استعمال کی تمام سواریاں خواہ ان کی تیاری میں انسانی صنعت کو دخل ہو یا نہ ہو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿والذی خلق الازواج کلھا وجعل لکم من الفلک وال انعام ماترکبون لتستووا علی ظھورہ ثم تذکروا نعمة ربکم اذااستویتم علیه وتقولوا سبحان الذی سخرلنا ھذا وماکناله مقرنین وانااِلی ربنا لمنقلبون ﴾[2]

ترجمہ......اور جس نے بنائے ہر چیز کے جوڑے اور بنایا تمہارے واسطے کشتیوں اور چوپایوں

1 بخاری، کتاب الجهادوالسیر، باب الصلاۃ اذا قدم من السفر، ج: ۳، ص: ۱۱۲۲، دیب.

2 پارہ: ۲۵، سورۃالزخرف، الآیة: ۱۲.

کو، جن پر تم سوار ہوتے ہوتا کہ چڑھ بیٹھو تم ان کی پیٹھ پر۔ جب بیٹھ جاؤ ان پر تو یاد کرو اپنے رب کا احسان اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے بس میں کر دیا، ورنہ ہم نہ تھے اس کو قابو میں لانے والے اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے۔

فائدہ! اور جس نے بنائے ہر چیز کے جوڑے۔ یعنی دنیا میں جتنی چیزوں کے جوڑے ہیں اور مخلوق کی جتنی قسمیں ہیں سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔[1] پھر یاد کرو اپنے رب کا احسان۔ اس سے اشارہ فرما دیا گیا کہ انسان کا کام یہ ہے کہ منعم حقیقی کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے دھیان دے کہ یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے لہٰذا مجھ پر اس کے شکر کی ادائیگی اور اس کے سامنے عاجزی و انکساری کا اظہار واجب ہے۔ ایک کافر اور مومن میں درحقیقت یہی فرق ہے کہ کائنات کی نعمتوں کو دونوں استعمال کرتے ہیں لیکن کافر انہیں غفلت اور گناہوں میں استعمال کرتا ہے جب کہ مومن اللہ تعالیٰ کے انعامات کے شکرانے میں اپنا سر اس کے حضور جھکا دیتا ہے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرتا ہے۔

سواری کی دعا

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ .[2]

ترجمہ ...... اور ہم تو اس کی طاقت نہ رکھتے تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے اور بلاشبہ ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ سواری پر بیٹھ کر پڑھنے کی دعا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد روایات میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر بیٹھتے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ یہ دعا جانوروں اور چوپایوں کی طرح مشینری سواریوں پر سوار ہونے کیلئے بھی ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ان مشنریوں کا خام مواد پیدا نہ کرتا یا اس خام مواد میں وہ خواص و آثار نہ رکھتا یا انسانی دماغ کو ان خواص کے دریافت کرنے کی طاقت نہ بخشتا تو ساری کائنات بھی ایسی مشنری سواریاں پیدا نہ کر سکتی۔

بلاشبہ ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں ان الفاظ کے ذریعہ یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کو اپنے ہر سفر کے وقت آخرت کا وہ کٹھن سفر بھی یاد رکھنا چاہیے جو ہر حال میں پیش آ کر رہے گا۔ اس سفر کو سہولت کے ساتھ طے کرنے کے لئے اعمال صالحہ کے سوا کوئی سواری نہیں ہوگی۔[3]

---

1 تفسیر عثمانی، ص: ۶۵۱ ۔ 2 پارہ: ۲۵، سورۃ الزخرف، الآیۃ: ۱۳ ۔ 3 معارف القرآن، ج: ۷، ص: ۷۲۳ ۔

آداب سفر سے متعلق ہدایات اور سنتیں

1 حضرت کعب بن مالک راوی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے جمعرات کے دن روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ جہاد کے لئے سفر کی ابتداء جمعرات کے دن سے کریں۔ اور سنن ابوداؤد میں یوں ہے کہ ایسا کم ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے اپنے سفر کی ابتدا جمعرات کے علاوہ کسی اور دن کرتے ہوں۔[1]

2 سنت یہی ہے کہ جب جہاد کے لئے سفر کیا جائے تو جمعرات کے دن روانگی عمل میں لائی جائے۔ اس کے علاوہ دیگر اسفار مثلاً حج وغیرہ کے لئے جمعرات کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر کرنا ثابت ہے۔ سفر کی ابتداء کے سلسلے میں علم نجوم سے مدد لینا اور وہی ساعت لازمی اختیار کرنا کفر وشرک کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ شرح مشکوۃ میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک دن ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے (علمِ نجوم کے حوالہ سے) کہا: آپ سفر میں فلاں روز روانہ ہونا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس شخص سے فرمایا اگر اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں ایسی خلاف اسلام بات کہنے پر تمہاری گردن اڑا دیتا۔ ہم حضرت ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برابر حاضر رہا کرتے تھے، ہم نے تو کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یہ ذکر کرتے ہوئے نہیں سنا کہ فلاں روز سفر کرنا چاہیے اور فلاں روز سفر نہ کرنا چاہیے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے قمر، عقرب اور محاق کے سلسلے میں جو کچھ روایت کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ من گھڑت ہے۔[2]

3 سفر میں ایک سے زائد لوگ ہونے کی صورت میں کسی ایک اچھے رفیقِ سفر کو امیر بنا لینا چاہئے۔ سنن ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿**إذا كان ثلاثة فى سفر فليؤمّروا احدهم**﴾

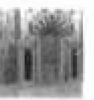
ترجمہ ...... یعنی اگر سفر میں تین شخص ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو امیر بنالیا جائے۔[3]

کسی ایک کو امیر بنالینے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اگر دورانِ سفر آپس میں کوئی اختلاف یا

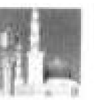
---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الجهادو السیر، باب اذا اراد غزوة فورّى بغيرها، ج: ۳، ص: ۱۰۷۷. 2 مظاهر حق، ج: ۳، ص: ۸۷۷. 3 أبو داؤد، کتاب الجهاد باب آداب السفر، ج: ۲، ص: ۴۳، رقم: ۲۶۰۸.

جھگڑے کی صورت ہوجائے تو امیر کی طرف رجوع کیا جائے اور وہ جو فیصلہ کرے اسے تسلیم کرکے اپنے نزاع کو ختم کرلیا جائے۔ امیر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اپنے تمام رفقاء سفر کے حق میں خیرخواہ اور مہربان ہو۔ اپنی امیری کی وجہ کسی بڑائی میں مبتلا نہ ہو، بلکہ حقیقی معنی میں اپنے آپ کو ان کا خادم سمجھے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **سید القوم خادمهم** ...... یعنی کسی جماعت کا امیر اپنی جماعت کا خدمت گزار ہوتا ہے۔



4 جہاں تک ہوسکے سفر میں کم از کم دو آدمی جائیں تنہا آدمی سفر نہ کرے۔ البتہ ضرورت اور مجبوری میں کوئی حرج نہیں کہ تنہا آدمی بھی سفر کرلے۔[1]



5 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قافلہ کے ساتھ (رحمت کے) فرشتے نہیں ہوتے جس میں کتا اور گھنٹال ہو۔[2]



فائدہ! اس سے اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے مراد نہیں بلکہ رحمت کے فرشتے مراد ہیں۔ کتے سے مراد وہ کتا جو چوکیداری کے علاوہ ہو۔ لہذا چوکیداری اور مویشیوں کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا مباح ہے۔ جرس (گھنٹال) ان گھنٹیوں اور گھنگروؤں کو کہتے ہیں جو جانوروں کے گلے میں باندھی جاتی ہیں اس کے ممنوع ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ ناقوس کی مشابہت رکھتے ہیں، جو غیر مسلموں کا شیوہ ہے۔[3]

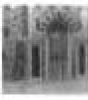
6 ضرورت مند رفیق اور مسفر کی حسبِ استطاعت مدد کرنا؛ صحیح بخاری و مسلم میں بروایت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ منقول ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک شخص اونٹ پر آیا اور اونٹ کے دائیں بائیں پھرنا شروع کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس ایک سواری سے زیادہ سواری ہو تو وہ اس کو دیدے کہ اس کے پاس سواری نہیں ہے۔ اور جس شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد کھانے پینے کا سامان ہو وہ اس کو دیدے کیونکہ اس کے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی اقسام کو بیان کرنا شروع کیا کہ جس شخص کے پاس فلاں چیز اور فلاں چیز اپنی ضرورت سے زائد ہو تو اس کو چاہئیے کہ وہ اس شخص پر خرچ کرے جس کے پاس وہ چیز نہ ہو۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب و نصیحت سے ہمیں احساس ہوا کہ ہم میں سے کسی کا اپنی اس چیز پر کوئی حق نہیں ہے جو اس کے پاس اس کی ضرورت سے زائد ہے۔ بلکہ اس چیز کا حقیقی

---

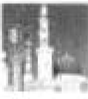
1 مشکوۃ المصابیح، کتاب الجهاد، باب آداب السفر، ج: ۲، ص: ۳۹۱. 2 مشکوۃ المصابیح، کتاب الجهاد، باب آداب السفر، ج: ۲، ص: ۳۸۵. 3 مظاهر حق، ج: ۳، ص: ۷۷۹.

مستحق وہ شخص ہے جو اس چیز سے محروم ہے۔[1]

7 صبح کے وقت میں امت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعاء فرمائی ہے کہ: ﴿اللّٰھم بارک لامتی فی بکورھا﴾ ترجمہ......اے اللہ! میری امت کو دن کے ابتدائی حصہ میں برکت عطا فرما۔ یعنی اگر میری امت کے لوگ دن کے ابتدائی حصہ یعنی صبح کے وقت میں



اپنے کاموں مثلاً طلب علم، ذریعہ معاش اور سفر وغیرہ میں شروع ہو جائیں تو انہیں خوب برکت حاصل ہوگی کیونکہ ان کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی ہے۔[2]



8 سواری پر پاؤں رکھتے وقت بسم اللہ کہے پھر سوار ہو جانے کے بعد الحمد للہ کہے۔ اس کے بعد یہ کلمات سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ پڑھے۔



نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر جا رہے ہوتے تو مذکورہ کلمات کے بعد یہ دعا بھی پڑھتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَابَتِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ.

ایک روایت میں یہ کلمات بھی منقول ہیں: اَللّٰھُمَّ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ.[3]

9 سفر کے دوران جب سواری بلندی پر چڑھے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور نشیب یا پستی میں اترنے لگے تو تین بار سبحان اللہ کہے۔[4]

10 جس شہر یا گاؤں میں جانے کا ارادہ ہو اس کو دور سے دیکھ لیں تو تین بار یہ دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا وَفِیْ اَھْلِھَا. ترجمہ......اے اللہ ہمیں اس شہر میں اور اس کے اہل میں برکت عطا فرما۔

11 جب شہر یا گاؤں میں داخل ہونے لگیں تو یہ دعاء پڑھیں: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا ترجمہ...... اے اللہ! ہمیں اس شہر یا گاؤں

---

1 السنن للامام ابی داود کتاب الزکوۃ، باب فضل حقوق المال، ص: ۱۳۴۷، رقم: ۱۶۶۳

2 السنن للامام ابی داود، کتاب الجھاد، باب الابتکار فی السفر، ص: ۱۴۱۵، رقم: ۲۶۰۶.

3 السنن للامام ابی داود، کتاب الجھاد، باب مایقول الرجل اذا سافر، ص: ۱۴۱۵، رقم: ۲۵۹۸. معارف القرآن، ج: ۷ ص: ۷۲۳. 4 مسلم، کتاب الجھاد باب الاداب، ج: ۲، ص: ۴۴، رقم: ۳۹۱۷.

کے ثمرات نصیب کیجئے اور اہل شہر کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دیجئے اور ہمارے دلوں میں اہل شہر کو محبوب بنادیجئے۔[1]

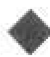
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تمہیں نہ سونے دیتا ہے اور نہ کھانے پینے دیتا ہے، لہذا تم میں سے کوئی شخص اپنے سفر کا مقصد پورا کرلے تو فوراً اپنے گھر والوں کے پاس واپس آجائے۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لئے جو اللہ تعالی اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ محرم کے بغیر ایک دن رات کی مسافت طے کرے۔

دور دراز کے سفر سے بہت دنوں بعد واپس لوٹے تو سنت یہ ہے کہ اچانک گھر میں داخل نہ ہو بلکہ اپنے آنے کی خبر کردے اور کچھ دیر بعد گھر میں داخل ہو۔ یونہی اگر رات گئے دیر سے آئے تو فوراً گھر نہ جائے بلکہ بہتر ہے کہ صبح ہو تب گھر جائے البتہ اگر اہل خانہ کو دیر سے آنے کا علم ہو اور انتظار بھی ہو تو اسی وقت گھر چلا جائے۔[3]

سفر سے واپس آئے تو یہ دعا پڑھے: اٰیِبُوْنَ تَـائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ...... ہم خدا کی طرف لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنیوالے ہیں، اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔[4]

اللہ تعالی ہم سب کو ان ہدایات وسنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



1 حصن حصین، ص: ۲۴۴۔ 2 الصحیح للامام البخاری، ابواب العمرۃ، باب السفر قطعۃ من العذاب، ج: ۲ص: ۶۳۹۔ دیب۔ 3 مشکوۃ المصابیح، کتاب الجھاد، باب اداب السفر ج: ۲، ص: ۳۸۷۔ 4 الصحیح للامام البخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب مایقول اذا رجع من الغزو، ج: ۳ص: ۱۱۲۱۔

باب نمبر۔۳۷

دعاؤں کے متعلق ہدایات وسنتیں

عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ، ثم قرأ وقال ﴿ربکم ادعونی استجب لکم﴾ ترجمہ...... حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور تمہارے پروردگار نے کہہ دیا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔[1]

''دعا ہی عبادت ہے'' کیونکہ عبادت کی حقیقت اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل وکمتر کر کے عبودیت کا اظہار کرنا اور یہ چیز دعاء میں بطریق اولیٰ حاصل ہوتی ہے۔اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الدعاء مخ العبادۃ** ترجمہ...... دعا عبادت کا مغز ہے۔[2] عبادت میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی بڑائی کا اظہار کیا جاتا ہے اور دعاء میں بھی اپنے مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے۔

حدیث بالا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اہمیت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی آیت مقدسہ تلاوت فرمائی تاکہ معلوم ہوجائے کہ دعا کا حکم من جانب اللہ ہے۔اس آیت مبارکہ کا آخری حصہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دعا عبادت ہے چنانچہ اس کے بعد آگے ارشاد فرمایا: **﴿ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین﴾** ترجمہ...... جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔[3]

اس آیت مقدسہ میں عبادت سے مراد دعا ہے جسے کے بڑائی وتکبر کی وجہ سے ترک کرنے پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔یعنی جو شخص اپنے کو مستغنی سمجھ کر دعا چھوڑ دے یہ علامت کفر ہے ورنہ عام دعائیں فرض یا واجب نہیں البتہ مستحب اور افضل ہیں اور حدیث پاک کی رو سے موجب

---

1 پارہ:۲۴،سورۃالمومن،الآیۃ:۶۰،کتاب الدعوات،ج:۱،ص۴۱۹،رقم:۲۲۳۰. 2 السنن للامام الترمذی، ابواب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،باب الدعاء مخ العبادۃ، ص:۱۹۹۸،رقم:۳۳۷۱. 3 پارہ:۲۴،سورۃ مومن، الآیۃ:۶۰.

برکت اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔[1] دعا کے متعلق ایک اور مقام پر ارشاد ہے: ﴿ له دعوة الحق والذين يدعون من دونه لايستجيبون لهم بشيء الا كباسط كفيه إلى الماء ليبلغ فاه وماهو ببالغه ومادعاء الكفرين إلافي ضلال﴾...... ترجمه ...... کہ اسی کو پکارنا سچ ہے اور وہ اس کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہیں وہ نہیں کام آتے ان کے کچھ بھی، مگر جیسے کسی نے پھیلائے دونوں ہاتھ پانی کی طرف کہ آپہنچے اس کے منہ تک اور وہ کبھی نہ پہنچے گا اس تک اور جتنی پکار ہے کافروں کی سب گمراہی ہے۔[2] یعنی پکارنا اسی کو چاہیے جو ہر قسم کے نفع وضرر کا مالک ہے۔ پس اللہ رب العزت کے سوا کون ہے جس کے قبضہ میں نفع وضرر ہے؟ غیر اللہ کو اپنی مدد کے لئے بلانا ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا کنویں کی منڈیر پر کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ اے پانی! میرے منہ میں پہنچ جا۔ ظاہر ہے کہ قیامت تک پانی اس کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔ بلکہ پانی اگر اس کی مٹھی میں ہو تب بھی خود چل کر اس کے منہ تک نہیں جا سکتا۔ پکارنے کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ زمین وآسمان کی ساری مخلوقات ہر وقت اور ہر لحظہ اس کی محتاج ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يسئله من في السموات والارض كل يوم هو في شأن﴾ ترجمه...... اسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان وزمین والے مانگتے ہیں۔ وہ ہر وقت ایک نئی شان میں رہتا ہے۔[3] یعنی زمین وآسمان کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں اور اسی سے اپنی اپنی حاجات مانگتی ہیں۔ ساری مخلوقات مختلف خطوں اور مختلف زبانوں میں اس سے اپنی حاجات ہر وقت مانگتی رہتی ہیں۔

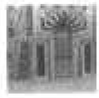
دعا سے متعلق ہدایات اور سنتیں

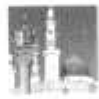
1 حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب بہت حیادار، کریم اور بغیر مانگے دینے والا ہے۔ جب کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو انہیں خالی ہاتھ واپس کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔[4]

2 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعاء میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تو انہیں اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک کہ اپنے منہ پر نہ پھیر لیتے۔[5] ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کے

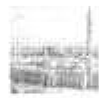
1 معارف القرآن، ج: ۷، ۱۱۵. 2 پاره: ۱۳، سورة الرعد، الآية: ۱۴. 3 پاره: ۲۷، سورة الرحمن، الآية: ۲۹. 4 مشكوة المصابيح كتاب الدعوات، الفصل الاول، ج: ۲، ص: ۵. 5 مشكوة المصابيح كتاب الدعوات، الفصل الاول، ج: ۲، ص: ۶.

اندرونی حصہ کے ساتھ مانگو اور جب تم دعاء سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لو۔ یعنی دعا مانگتے ہوئے جب ہاتھوں کو اٹھاؤ تو ہاتھوں کا رخ یعنی ہتھیلیاں منہ کے سامنے رہیں۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر دعا ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے تو فراغت پر ہاتھ منہ پر پھیر لینے چاہئیں لیکن اگر دعا بغیر ہاتھ اٹھائے پڑھی جائے تو پھر ہاتھوں کا منہ پر پھیرنا ضروری نہیں۔[1]





3 حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے لئے بددعا نہ کرو، اپنی اولاد کے لئے بددعا نہ کرو اور نہ اپنے مال واسباب وغیرہ کے لئے بددعا کرو۔ مبادا کہیں وہ ساعت حاصل نہ ہو جائے جس میں اللہ تعالی ہر سوال پورا کرتا ہے اور پھر تمہاری بددعا قبول ہو جائے۔[2]



4 حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالی عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: سوال کرنے کا ادب یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے مونڈھوں کے برابر یا ان کے قریب تک اٹھاؤ۔ جب کہ استغفار کا ادب یہ ہے کہ تم اپنی انگلی کے ذریعہ اشارہ کرو۔ اور دعا میں انتہائی تضرع وزاری یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو (آگے کی طرف) دراز کر دو۔[3]

فائدہ! انگلی سے اشارہ کرو، اس سے مراد شہادت کی انگلی ہے۔ مقصود اس سے نفس امارہ اور شیطان ملعون کو ملامت کرنا اور ان کے شر سے پناہ مانگنا ہے۔

5 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تمہارا اپنے ہاتھوں کو بہت زیادہ اٹھانا بدعت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سینہ سے زیادہ اوپر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔[4] فائدہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اٹھانے کی مقدار کا فرق حالات ومواقع کے اختلاف پر مبنی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تو اپنے سینہ تک ہی ہاتھ اٹھاتے تھے۔ لیکن بعض مواقع پر مونڈھوں تک اٹھاتے اور کسی خاص موقع پر مونڈھوں سے اوپر بھی اٹھاتے تھے۔ لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جن لوگوں کو یہ تنبیہ کی وہ لوگ اس فرق کو مدنظر نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ہر دعاء کے وقت اپنے ہاتھوں کو بہت زیادہ اوپر اٹھانے لگے تھے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کے اس طرز عمل سے بیزاری کا

1 مظاهر حق، ج: ۲، ص: ۴۷۴. 2 مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، ج: ۲، ص: ۲.
3 مشكوة المصابيح، ج: ۲ ص: ۸. 4 مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، ج: ۲ ص: ۸. الباني.

اظہار کیا اور اسے سنت کے خلاف قرار دیا۔

6 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دعائیں قبول کی جاتی ہیں ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ایک تو باپ کی دعاء، دوسری مسافر کی دعا اور تیسری مظلوم کی دعا۔[1] فائدہ! باپ کی دعاء کا مطلب یہ ہے کہ باپ اپنی اولاد کے حق میں خواہ دعا کرے یا بد دعا کرے دونوں جلدی قبول ہو جاتی ہیں۔ اور جب باپ کی دعا قبول ہوتی ہے تو ماں کی دعا بطریق اولی قبول ہوتی ہے۔ مسافر کی دعا کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ مسافر کی دعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اس کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرتا ہے اور اس کی بد دعاء اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اسے تکلیف و ایذاء پہنچاتا ہے۔ یا پھر یہ مطلب ہے کہ مسافر کی دعاء مطلقاً قبول ہو جاتی ہے، خواہ وہ اپنے لئے کرے یا دوسروں کے لئے ۔مظلوم کی دعاء کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مظلوم کی مدد کرتا ہے اور اس کو تسلی و دلاسہ دیتا ہے اور پھر مظلوم اس کے حق میں دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جو شخص مظلوم پر ظلم کرتا ہے یا جو شخص ظالم کی حمایت و تائید کر کے مظلوم کو مزید تکلیف پہنچاتا ہے اور مظلوم اس شخص کے حق میں بد دعاء کرتا ہے تو اس کی بد دعا قبول ہوتی ہے۔[2]

سنن ترمذی کی ایک اور روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی: 1. روزہ دار کی جب وہ افطار کرتا ہے۔ 2. لوگوں کے سردار و حاکم کی جو عدل و انصاف کرے۔ 3. مظلوم کی دعا، جب مظلوم دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی دعا کو بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے اور اس دعا کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور رب العزت فرماتے ہیں وعزتی لانصرنک ولو بعد حین ۔ مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا اگر چہ وہ کچھ مدت بعد ہی ہو۔[3]

7 حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت جلد قبول ہونے والی دعا کسی غائب کے لئے کی جانے والی دعا ہے۔[4]

8 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبی کریم صلی اللہ

---

1 مشکوۃ المصابیح، کتاب الدعوات، الفصل الاول، ج: ۲، ص: ۷۔ 2 ابوداؤد، کتاب الدعوات، ج: ۱، ص: ۴۲۱، رقم: ۲۲۶۹۔ 3 السنن للامام ابن ماجه، کتاب الصیام، باب فی الصائم لاترد دعوته، ص: ۱۵۸۱، رقم: ۱۷۵۲۔ 4 السنن للامام ابی داود، کتاب الوتر، باب الدعاء بظهر الغیب، ص: ۱۳۳۶، رقم: ۱۵۳۵۔

علیہ وسلم سے ادائیگی عمرہ کے لئے اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت عطاء فرمائی اور فرمایا ﴿اشر کنا یا أخي في دعائک و لا تنسنا﴾ ترجمہ...... اے میرے بھائی! اپنی دعاء میں ہمیں بھی شریک کر لینا اور دعا کے وقت ہمیں بھول نہ جانا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایسا کلمہ ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے بدلہ میں مجھے تمام دنیا بھی دے دی جائے تو مجھے خوشی نہ ہوگی۔[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے دعا کے لئے درخواست کی، سبحان اللہ!۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اچھے لوگوں سے دعائے خیر کی درخواست کرنا چاہیئے خواہ وہ مرتبہ کے لحاظ سے اپنے سے کمتر ہی کیوں نہ ہوں۔

9 حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے غائبانہ دعا کرتا ہے وہ دعا قبول کی جاتی ہے۔ اور بندہ کے سر کے قریب ایک فرشتہ متعین ہے جب وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھلائی کی دعا کرتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے: ﴿امین و لک بمثل﴾ ترجمہ...... کہ اے اللہ تعالی اس کی دعا قبول کر اور اس کے لئے بھی اس دعا کو قبول فرما۔[2]

10 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لئے دعا کے دروازے کھول دیئے گئے اس کے واسطے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالی سے کوئی دعا اس سے زیادہ اچھی نہیں مانگی گئی کہ انسان اللہ تعالی سے عافیت کا سوال کرے۔ لفظ عافیت ایک بڑا جامع لفظ ہے جس کے معنی ہیں دنیا و آخرت کی تمام آفات و مصائب سے سلامتی و حفاظت اور ہر دینی و دنیوی ضرورت کا پورا ہونا۔ لہذا عافیت دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کو شامل ہے۔ اس لئے اللہ تعالی عافیت مانگنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ﴿نسئل اللہ العافیۃ.﴾[3]

11 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالی سے نہیں مانگتا اللہ تعالی اس سے ناراض ہوتا ہے (کیونکہ ترک دعا اللہ تعالی کے آگے بڑائی جتانے اور اس سے بے نیازی برتنے کی علامت ہے)۔[4] اسی لئے سنن ترمذی

---

1 مشکوۃ المصابیح ۲/۲۔ 2 السنن للامام ابی داود، کتاب الوتر، باب الدعاء بظهر الغیب، ص: ۱۳۳۶، رقم: ۱۵۳۴۔ 3 مشکوۃ المصابیح، کتاب الدعوات، ج: ۲ ص: ۲۔ 4 السنن للامام الترمذی، کتاب الدعوات، باب من لم یسال یغضب علیه، ص: ۱۹۹۸، رقم: ۳۳۷۳۔

کی ایک دوسری روایت میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام حاجتیں اپنے رب سے مانگے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اسے بھی رب تعالیٰ ہی سے مانگے۔[1] اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑی عمدہ مثال ہے کہ ایک طرف تو وہ جب اللہ تعالیٰ کے دیدار کے مشتاق ہوئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں سب سے بڑی اور عظیم الشان درخواست پیش کی:

﴿رب أرني انظر إليك﴾ ترجمہ...... اے میرے رب تو مجھ کو اپنی زیارت کرا کہ میں تیرا دیدار کروں۔[2] دوسری طرف جب وہ کھانے پینے کے محتاج ہوئے تو پروردگار ہی سے عرض کیا: ﴿رب اني لما أنزلت الي من خير فقير﴾ ترجمہ...... اے رب تو جو بھی خیرات میری طرف اتارے، میں اس کا انتہائی محتاج ہوں۔[3] لہذا بندوں کو چاہیے کہ وہ اپنی ہر حاجت خواہ وہ کتنی ہی ادنیٰ کیوں نہ ہو رب تعالیٰ کے حضور پیش کریں اور اسی سے اپنی مرادیں مانگیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت ہی مہربان ہیں۔ اور مانگنے والوں کو عطا کرتے ہیں۔

12 عاجز آ کر دعا مانگنا نہ چھوڑو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے...... جب تک وہ گناہ یا ناتہ توڑنے کی دعا نہیں مانگتا اور جلدی نہیں کرتا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ جلدی کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا مانگنے والا بار بار کہنے لگے کہ میں نے دعا مانگی لیکن میں نے اسے قبول ہوتے نہیں دیکھا اور پھر وہ تھک کر بیٹھ جائے اور دعا مانگنا ہی چھوڑ دے۔[4]

13 بسا اوقات انسان کو دعا کی قبولیت نظر آتی ہے اور بعض مرتبہ دیکھتا ہے کہ دعا قبول ہی نہیں ہو رہی، اس کا جواب مسند احمد کی ایک روایت میں ہے؛ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان دعا مانگتا ہے ایسی دعا کہ اس میں نہ تو گناہ کی کسی چیز کی طلب ہو اور نہ ناتہ توڑنے کی خواہش تو اللہ تعالیٰ اسے اس دعا کے نتیجہ میں تین چیزوں میں سے ایک ضرور دیتا ہے یا تو جو مانگا وہی مل گیا یا یہ کہ اس کی مطلوبہ چیز کے بدلے اس کو آخرت کا عظیم اجر و ثواب دے دیا گیا یا یہ کہ مانگی ہوئی چیز تو نہ ملی مگر کوئی آفت اس پر آنے والی تھی وہ ٹل گئی۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا یا رسول اللہ اب تو ہم بہت

---

1 مشکوۃ المصابیح، ج: ۲ ص: ۷۔ 2 پارہ: ۹، سورۃ الاعراف، الآیۃ: ۱۴۳۔ 3 پارہ: ۲۰، سورۃ القصص، الآیۃ: ۲۴۔ 4 الصحیح للامام مسلم، کتاب الذکر والدعاء والاستغفار، باب بیان انہ یستجاب للداعی مالم یعجل، ص: ۱۱۵۲، رقم: ۲۹۳۴۔

زیادہ دعائیں مانگیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل بہت زیادہ ہے۔[1]

قبولیت دعا کی شرائط

معارف القرآن کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ﴿ان الذین یستکبرون عن عبادتی﴾ قبولیت دعا کے لئے اگر چہ آیت مذکورہ میں بظاہر کوئی شرط نہیں یہاں تک کہ مسلمان ہونا بھی قبولیتِ دعا کی شرط نہیں۔ کافر کی دعا بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ شیطان ابلیس کی دعا...... تا قیامت زندہ رہنے کی...... قبول ہوگئی۔ نہ دعا کے لئے کوئی وقت شرط ہے نہ طہارت اور نہ باوضو ہونا شرط ہے۔ مگر احادیث معتبرہ میں بعض چیزوں کو قبولیت کے لئے مانع اور رکاوٹ قرار دیا ہے۔ لہذا ان چیزوں سے اجتناب لازم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا مانگنا حرام ہے۔ وہ دعا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول نہیں ہوتی۔[2] اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض آدمی بہت سفر کرتے ہیں اور آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یارب! یارب! کہہ کر اپنی حاجت مانگتے ہیں۔ مگر ان کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور ان کی حرام ہی سے پرورش ملی تو ان کی دعا کہاں قبول ہوگی۔[3] اسی طرح ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: غافل دل کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ یعنی بے پرواہی کے ساتھ بغیر دھیان دیئے صرف دعا کے کلمات دہرانے سے دعا قبولیت کی مستحق نہیں ہوتی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو ان ہدایات وسنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

---

1 المسند للامام احمد جلد:۵ ص:۳۲۹۔ 2 معارف القرآن، ج:۷، ص:۲۱۰، ادارہ معارف۔ 3 المسند للامام احمد ج:۵، ص:۳۲۹۔

باب نمبر ۔ ۳۸

مختلف اوقات اور حاجات کی مسنون دعائیں

عن أبی هریرة قال قال رسول اللہصلی اللہ علیه وسلم تعوذوا باللہمن جهد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتة الاعداء ترجمہ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بلاء کی مشقت سے، بدبختی کے پہونچنے سے، بری تقدیر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے اللہ تعالی کی پناہ مانگو۔[1]

دعاؤں کے متعلق ہدایات وسنتیں نقل کرنے کے بعد اب وہ وظائف اوراذکار نقل کئے جاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی کام کے لئے منقول ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابیؓ کو سکھائے ہیں۔ان اذکار کو ان کے منقول اوقات میں پڑھنا ہر شخص کے لئے مسنون ہے۔ اگر ان وظائف اور اذکار کو پابندی کے ساتھ اختیار کیا جائے تو یہ بہت بڑی سعادت اور قرب الٰہی کا ذریعہ بنیں گے۔حدیث بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ جب کسی امتحان وآزمائش کے مرحلہ سے دوچار ہوں یا دین و دنیا کی کسی مصیبت میں مبتلا ہوں جس کو وہ دور کرنے پر قادر نہیں اور نہ ہی ان مصیبتوں پر صبر ممکن ہے تو اس سے خدا کی پناہ مانگو۔اسی طرح ایسی مصیبت سے خدا کی پناہ مانگو جس کو دیکھ کر تمہارا دشمن خوش ہو۔

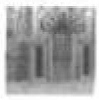
اللہ تعالی کو انہی ناموں سے پکارو جو قرآن وحدیث میں منقول ہیں:

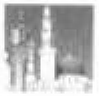
قرآن مجید میں اللہ تعالی کو پکارنے کے متعلق ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وللہ الاسماء الحسنی فادعوه بها وذروا الذین یلحدون فی اسمائه سیجزون ما کانو یعملون﴾ ترجمہ...... اور اللہ کے لئے ہیں سب اچھے نام سو اس کو پکارو انہی نام سے اور چھوڑ دو ان کو جو اس کے ناموں میں کج راہ چلتے ہیں۔عن قریب وہ بدلہ پارہیں گے اپنے کئے کا۔[2]

---

1 بخاری، کتاب الدعوات باب الاستعاذہ، ج:۱،ص:۴۵۸،رقم:۲۴۵۷ ۔ 2 پارہ : ۹ ، سورۃ اعراف،الآیۃ:۱۸۰

اس آیت میں امت کو دو ہدایتیں دی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ حمد وثناء اور مشکلات وحاجات کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو، مخلوقات کو نہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کو انہی ناموں سے پکارو جو اللہ تعالیٰ کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اپنی جانب سے دوسرے الفاظ نہ بدلیں۔ آیت مقدسہ کے اگلے جملہ میں اسی کے متعلق ارشاد ہے: ﴿وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ما کانوا یعملون﴾ چھوڑ دیجئے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں الحاد اور کج روی کرتے ہیں۔ ان کو ان کی جسارت کا بدلہ مل جائے گا۔





اس آیت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ آپ ایسے لوگوں سے تعلق بھی چھوڑ دیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں کجروی سے کام لیتے ہیں۔ اسماء الٰہیہ میں کج روی کی تمام صورتیں ممنوع ہیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ نام استعمال نہ کیا جائے جو قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں۔ علماء کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات میں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہے نام رکھ دے۔ یا جس صفت کے ساتھ چاہے اس کی حمد وثناء کرے۔ بلکہ وہی الفاظ لازمی ہیں جو قرآن وسنت میں اللہ تعالیٰ کے لئے بطور نام یا صفات کے ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو رحیم کہہ سکتے ہیں، سخی نہیں کہہ سکتے۔ نور کہہ سکتے ہیں، ابیض نہیں کہہ سکتے۔ شافی کہہ سکتے ہیں، طبیب نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ دوسرے الفاظ منقول نہیں۔ اگرچہ انہیں الفاظ کے ہم معنی ہیں۔ دوسری صورت الحاد فی الاسماء کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو نام قرآن وسنت سے ثابت ہیں ان میں سے کسی نام کو نامناسب سمجھ کر چھوڑ دے۔ اس کا بے ادبی ہونا ظاہر ہے۔[1] (نوٹ) ہر وظیفہ ودعا کے اول آخر درود شریف یعنی درود ابراہیمی ضرور پڑھا کریں۔ نیز یاد رکھیں دعاؤں اور وظائف کا ترجمہ محض معلومات کی خاطر دیا جا رہا ہے۔ اس کو کہیں بھی پڑھنا یا لکھنا ضروری نہیں۔ اکثر وظائف گنجینۂ اسرار مؤلفہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ ہیں۔



مختلف مسنون دعائیں

صبح کے وقت کی دعاء سید الاستغفار ہے:

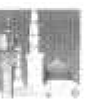
اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآاِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. ترجمہ...... اے اللہ تو میرا

1 معارف القرآن، ج: ۴، ص: ۱۳۲.

پالنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک مجھ سے ممکن ہے تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں۔ تیری رحمت کا طالب ہو کر تیری پناہ میں آتا ہوں اور اپنے گناہوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ پس تو میری مغفرت فرما کیونکہ تیرے سوا گناہ اور کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے برے کاموں سے۔ آنحضرت صلی اللہ



علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی نے رات کے وقت یہ دعا پڑھی اور اسی رات کو اس کا انتقال ہو گیا تو وہ جنت میں جائے گا اور اگر یہ دعا صبح کے وقت پڑھی اور اسی دن اس کا انتقال ہو گیا تو وہ بھی جنت



میں جائے گا۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ تعوذ



ضعیفی ولاچاری کی عمر، دنیا کی آزمائش اور دوزخ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ منقول ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ. ترجمہ...... اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں بخل سے، تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ ناکارہ عمر کو پہنچوں، تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کی آزمائش سے اور عذاب قبر سے۔[2]

فکر، غم اور قرض سے نجات کے لئے دعائیں

1 اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعَ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الرِّجَالِ.[3] ترجمہ...... اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں فکر سے، غم سے، عاجز ہونے سے، سستی سے، نامردی سے، بخل سے، قرض کے بوجھ سے اور (ظالم) لوگوں کے غلبہ سے۔ فائدہ! اول آخر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر سو مرتبہ یہ دعا پڑھنا ادائیگی قرض کے لئے نہایت مفید ہے۔[4]

2 اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ

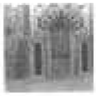
ترجمہ...... اے اللہ! مجھے حلال مال کے ذریعہ حرام مال سے بے نیاز کر دے اور اپنے فضل و کرم

---

1 حصن حصین، ص: ۱۳۸۔ 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب الجھاد و السیر، باب التعوذ من الجبن، ج: ۳ ص: ۱۰۳۸۔ 3 الصحیح للامام البخاری، کتاب الجھاد و السیر، باب من غزا بصبیہ للخدمۃ، ج: ۳ ص: ۱۰۵۹۔ 4 گنجینہ اسرار از حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، ص: ۴۶۔

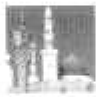
سے اپنے ما سوا سے مجھے مستغنی کر دے۔[1]

3 دو رکعت نماز وتروں سے پہلے پڑھے اور ان دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد پانچ بار یہ آیتیں پڑھے ﴿قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾[2]



انشاء اللہ اس کے تمام قرض ادا ہو جائیں گے۔ نہایت مجرب ہے۔[3]

شدت فکر و غم کے وقت کی دعاء



﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ ترجمہ...... نہیں کوئی معبود



سوائے اللہ تعالیٰ کے جو بزرگ اور بردبار ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے جو رب ہے عرش عظیم کا۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا اور رب ہے عرش کریم کا۔[4]

ایمان پر خاتمہ کی دعاء

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ترجمہ...... جو شخص ہر نماز کے بعد اس دعاء کو پڑھنے کی عادت بنالے انشاء اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔[5]

نفس کی برائی سے پناہ مانگنے کی دعاء

﴿اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ﴾ ترجمہ...... اے اللہ! میرے دل میں میری ہدایت ڈال اور میرے نفس کی برائی سے مجھے پناہ عطا فرما۔[6] نیز یہ دعاء بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى﴾ ترجمہ...... اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں ہدایت، تقویٰ، نفس کی

---

1 مشکوۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، ج:۲ ص:۱۵۱. 2 پارہ: ۳، سورۃ ال عمران، الآیۃ: ۲۶. 3 گنجینہ اسرار، ص: ۴۷. 4 مسلم کتاب الدعوات باب الدعاء عند الکرب، ص: ۵۳۴، رقم: ۲۳۴۵. 5 پارہ: ۳، سورۃ ال عمران، الآیۃ: ۸، گنجینہ اسرار، ص: ۲۴. 6 ترمذی، کتاب الدعوات باب الاستعاذۃ، ج: ۱، ص: ۲۶۱، رقم: ۲۴۷۲.

حفاظت اور استغناء مانگتا ہوں۔[1]

نومسلم کی دعاء

جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے نماز کی تعلیم دیتے پھر اس کو حکم دیتے کہ وہ دعاء مانگے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ ترجمہ...... اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت یافتہ بنا اور مجھے (حلال) روزی عطاء فرما۔[2]

اصلاح دنیا و آخرت کی دعاء

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَۃً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ ترجمہ...... اے اللہ! درست کر میرے دین کو جو میرے امور کا محافظ ہے، درست کر میری دنیا کو جس میں میری زندگانی ہے، درست کر میری آخرت کو جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے، نیز میری زندگی کو ہر نیکی میں زیادتی کا سبب بنا اور میرے لئے موت کو ہر برائی سے راحت اور آرام کا سبب بنا۔[3]

دنیا اور آخرت کے تمام مقاصد کی جامع دعاء

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[4]

ترجمہ...... اے اللہ! ہمیں دنیا میں نیکی و بھلائی عطاء فرما اور آخرت میں بھی نیکی و بھلائی عطاء فرما اور ہمیں دوزخ سے بچا۔

محبت الٰہی کی طلب کے لئے دعا

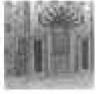
﴿ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ اَللّٰھُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّۃً لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ اَللّٰھُمَّ مَا زَوَیْتَ عَنِّیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ فَرَاغًا لِّیْ فِیْمَا

---

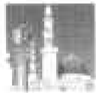
1 مسلم كتاب الدعوات باب جامع الدعاء، ج: ١، ص: ٣٦٢، رقم: ٢٣٨٣. 2 صحيح مسلم، كتاب الدعوات باب جامع الدعاء، ج: ١، ص: ٣٦٣، رقم: ٢٣٨٦. 3 صحيح مسلم، كتاب الدعوات باب جامع الدعاء، ج: ١، ص: ٣٦٢، رقم: ٢٣٨٣. 4 پاره: ٢، سورة البقرة، الآية: ٢٠١، مسلم كتاب الدعوات باب جامع الدعاء، ج: ١، ص: ٣٦٣، رقم: ٢٣٨٧.



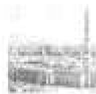
تُحِبُّ ﴿ ترجمہ..... اے اللہ! مجھے نصیب کر اپنی محبت اور اس شخص کی محبت جس کی محبت تیرے نزدیک مجھے نفع دے۔ اے اللہ تو نے مجھے جو میری پسندیدہ شیء عطا کی ہے اسے تو میرے لئے عبادت میں قوت کا ذریعہ بنا۔ اے اللہ تو نے مجھے جو میری پسندیدہ شیء مجھے نہیں عطا کی اسے بھی اپنی نافرمانیوں سے بچنے کا ذریعہ بنا۔[1]



علم نافع اور رزق حلال کی دعا



اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ عَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّ رِزْقًا طَيِّبًا..... اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں نفع دینے والا علم، قبول کیا جانے والا عمل اور رزق حلال۔[2]



شکر گزار ہونے کی دعاء

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیٓ اُعْظِمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَاحْفَظُ وَصِيَّتَكَ ترجمہ..... اے اللہ! مجھے توفیق دے کہ میں تیرا شکر گزار بنوں، تیرا بہت ذکر کروں اور تیری نصیحت کو پورا کروں اور تیری وصیت کو یاد رکھوں۔[3]

نیا کپڑا پہننے کی دعاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَآ اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَيَاتِیْ ترجمہ..... سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھے کپڑا پہنایا جس سے میں اپنے ستر کی پردہ پوشی کرتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس کے ذریعہ خوب صورتی حاصل کرتا ہوں۔[4]

دولہا کو مبارک دیتے وقت کی دعاء

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِیْ خَيْرٍ ترجمہ..... اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے اور تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کا خوب نباہ کرے۔[5]

---

1 مشکوۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب جامع الدعاء، ج: ۲، ص: ۶۰. 2 السنن للامام ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوة والسنة فيها، ص: ۲۵۳۱، رقم: ۹۲۵. 3 السنن للامام الترمذی، ابواب الدعوات، باب اللهم اجعلنی اعظم شکرک، ص: ۲۰۲۳، رقم: ۳۶۰۴. 4 المسند للامام احمد، ج: ۱۵۷۱. 5 السنن للامام الترمذی ابواب النكاح، باب مايقال للمتزوج، ص: ۱۷۵۶، رقم: ۱۰۹۱.

دلہن کے لئے دولہا کی دعا

جب کسی عورت کو نکاح کر کے گھر میں لائے تو اس کی پیشانی پکڑ کر یہ دعاء پڑھے: ﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِهَا وَخَیْرِ مَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ ﴾ ترجمہ...... اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس کے اخلاق کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں اس کے شر اور اس کے اخلاق کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔[1]

سحر وغیرہ سے حفاظت کی دعاء

﴿ اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَیْسَ شَیْءٌ اَعْظَمُ مِنْهُ وَبِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُ هُنَّ بِرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَبِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمُ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ ﴾ ترجمہ...... میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جو بہت بڑا ہے جس سے بڑھ کر کوئی شئی نہیں اور اس کے کامل کلمات کے ساتھ جن کو میں جانتا ہوں یا نہیں جانتا ہر اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی، بنائی اور برابر کی۔[2]

زوجین میں محبت کے لئے

شب جمعہ میں نصف رات گزر جانے کے بعد باوضو ہو کر تین مرتبہ یہ دعاء پڑھے: ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴾ اس کے بعد مرد یہ کہے: ﴿ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الرَّبُّ حَسْبِیْ (من فلانة بن فلانة) اَعْطِفْ قَلْبَهَا اِلَیَّ وَذَلِّلْهَا اِلَیَّ ﴾ اور پڑھنے والی اگر عورت ہے تو یوں کہے: ﴿ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الرَّبُّ حَسْبِیْ (من فلان بن فلانة) اَعْطِفْ قَلْبَهُ اِلَیَّ وَذَلِّلْهُ اِلَیَّ ﴾ اور جو بھی پڑھے فلاں بن فلاں کی جگہ اس کا اور اس کی ماں کا نام لے جس کی محبت مطلوب ہے۔ بقول حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یہ وظیفہ آزمودہ یعنی مجرب ہے۔[3]

اولاد نہ ہونا

﴿ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴾ ترجمہ

---

1 السنن للامام ابی دواد، کتاب النکاح ،باب جامع النکاح، ج:۲ ،ص ۳۸۰. 2 مظاهر حق، کتاب الدعوات باب الاستعاذة، ج: ۱ ،ص: ۴۲۲ ،رقم: ۲۳۷۹. 3 گنجینہ اسرار، ص: ۲۸.

...... اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد، بے شک آپ بہت سننے والے ہیں دعاء کے۔[1] جس کو اولاد نہ ہوتی ہو وہ اس آیت کو بکثرت پڑھا کرے۔ انشاء اللہ مقصود پورا ہوگا۔[2]

2 دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شب جمعہ میں نصف رات کے بعد مٹھائی یا حلوے کے ٹکڑے پر کسی ایسی جگہ بیٹھ کر جہاں کوئی نہ دیکھے ذیل کی آیت لکھے اور اپنی بیوی کو کھلائے اور جماع کرے۔ تین بار شب جمعہ کو یہ عمل کرے انشاء اللہ اس عمل کی برکت سے ضرور بچہ پیدا ہوگا۔

﴿ یاایھاالناس اتقواربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منھازوجھاوبث منھمارجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والأرحام ان اللہ کان علیکم رقیباً ﴾۔[3]

اولاد کا مطیع ہونا

1 اگر کسی کی اولاد نافرمان ہو تو نماز کے بعد اس آیت کو پڑھا کرے اور ذریتی کی جگہ اپنے بچے کا نام ذہن میں رکھے آیت یہ ہے: ﴿ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین ﴾ ترجمہ...... اور دے مجھ کو نیکی میری اولاد میں، میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں فرماں برادر ہوں۔[4]

2 اگر نافرمان اولاد پر ہزار مرتبہ الشھید پڑھا جائے تو وہ فرماں بردار ہوگا انشاء اللہ۔

جنات سے حفاظت کے لئے

1 جسے رات میں جن وغیرہ نظر آتا ہو تو اس دعاء کو لکھ کر تعویذ بنا کر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو جائے اور جس گھر میں جن آتا ہو وہ اس گھر کے دروازہ پر اسے لکھ کر چپکا دے۔ انشاء اللہ کبھی جن نہیں آئے گا۔ نہایت مجرب ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ هٰذَا كِتَابٌ مِنۡ مُحَمَّدٍ رَسُوۡلِ اللّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ اِلٰى مَنۡ يَّطۡرُقُ الدَّارَ مِنَ الۡعُمَّارِ وَالزَّوَّارِ اِلَّا طَارِقًا يَّطۡرُقُ بِخَيۡرٍ اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ لَنَا وَلَكُمۡ فِى الۡحَقِّ سَاعَةً فَاِنۡ كُنۡتَ عَاشِقًا مُوۡلِعًا اَوۡ فَاجِرًا مُقۡتَحِمًا فَهٰذَا كِتَابٌ يَنۡطِقُ عَلَيۡنَا وَعَلَيۡكُمۡ بِالۡحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ وَرُسُلُنَا يَكۡتُبُوۡنَ مَا تَمۡكُرُوۡنَ

1 پارہ: ۳،سورۃ آل عمران،الآیۃ: ۳۸۔ 2 گنجینہ اسرار،ص: ۷۰۔ 3 پارہ: ۴،سورۃ نساء،الآیۃ: ۱۔
4 پارہ: ۲۶،سورۃ الاحقاف،الآۃ: ۱۵۔

أُتْرُكُوْ صَاحِبَ كِتَابِيْ هٰذَا وَانْطَلِقُوْا اِلٰى عَبْدِ الْاَصْنَامِ وَاِلٰى مَنْ يَّزْعَمُ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ حٰمٓ لَايُنْصَرُوْنَ حٰمٓ عٓسٓقٓ تَفَرَّقَ اَعْدَاءُ اللّٰهِ وَبَلَغَتْ حُجَّةُ اللّٰهِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

سیدنا ابودجانہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعاء کو لے کر میں تعویذ بنا کر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گیا پوری رات جن کے رونے کی آواز آتی رہی اور میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے ابودجانہ! تم نے مجھ کو اس تعویذ سے جلا دیا۔ اسے ہٹالو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی میں تمہارے گھر بلکہ تمہارے پڑوس میں بھی نہیں آؤں گا اور نہ ایسی کسی جگہ جہاں یہ تعویذ ہوگا۔[1]

2 سورۃ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۃ جن کی شروع کی پانچ آیتیں پانی پر دم کر کے آسیب زدہ کے منہ پر چھینٹے مارے جائیں تو بفضل رب تعالی مریض اچھا ہو جائے گا۔[2]

خوف وڈر

1 علماء کرام نے لکھا ہے ذیل کی دو آیتیں پڑھ کر اپنے اوپر اور گھر کے چاروں طرف پھونک دے خوف وڈر اور آلام ومصائب کے واسطے نہایت مجرب ہے۔ پہلی آیت: ﴿ثم انزل علیکم من بعد الغم﴾ سے ﴿واللہ علیم بذات الصدور﴾ تک۔[3] دوسری آیت: ﴿محمد رسول اللہ والذین معہ سے منہم مغفرۃ واجرا عظیما﴾ تک۔[4]

2 اس دعاء کا بکثرت پڑھنا خوف وڈر کے لئے نہایت مفید ہے۔ ﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾[5]

دشمن سے حفاظت

اگر اس دعاء کو پڑھ کر اپنے ہاتھ پر دم کر کے پورے بدن پر پھیر لے تو دشمن سے محفوظ رہے گا دشمن کے ہجوم سے بھی گزر جائے تو وہ اسے نہ دیکھ سکیں گے۔ وہ دعا یہ ہے: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾[6]

---

1 گنجینہ اسرار حضرت انور شاہ کشمیری. ۹۹. 2 گنجینہ اسرار، ص: ۱۰۱. 3 سورۃ آل عمران آیت ۵۴. 4 گنجینہ اسرار. ۱۰۱. 5 پارۃ: ۱۳، سورۃ یوسف، الآیۃ: ۶۴. 6 پارہ: ۷، سورۃ انعام، الآیۃ: ۱۰۳

کسی مصیبت یا حادثہ کا اندیشہ

کسی مصیبت یا خوفناک حادثہ کا اندیشہ ہو تو یہ دعا پڑھے: ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ﴾ ترجمہ...... اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور بہترین کارساز ہے اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا۔[1]

موذی جانوروں سے حفاظت

1 جو شخص صبح و شام اس آیت کریمہ کو تین تین مرتبہ پڑھے گا وہ انشاء اللہ حشرات الارض سے محفوظ رہے گا: ﴿ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾...... ترجمہ...... اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ تعالیٰ پر اور وہ سمجھا چکا ہم کو ہماری راہیں اور ہم صبر کریں گے ایذاء پر جو تم ہم کو دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے بھروسہ کرنے والوں کو۔[2]

2 ذیل کے نقش کو کاغذ کے چار ٹکڑوں پر لکھ کر مکان کے چاروں کونوں میں لٹکا دیا جائے تو سانپ وغیرہ مکان میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور جو سانپ پہلے سے مکان میں موجود ہو گا وہ بھی نکل جائے گا نقش یہ ہے۔[3]

ا ا ء ا ا ا ۸ ا ا ۷ ا ر ح ۰ ۰ ا او و ۷ و و ا ۰ ر و ا م اا ح ط ۰ ۰ ۸

کتے کاٹے کا علاج

1 جس شخص کو کتے (یا سانپ بچھو وغیرہ) نے کاٹ لیا ہو اسے " **العلیم الحکیم** " لکھنے کے بعد دھو کر پلانے سے انشاء اللہ فائدہ ہو گا۔

2 اگر کسی زہریلے جانور مثلاً سانپ بچھو کتے وغیرہ نے کاٹ لیا ہو تو جس جگہ کاٹا ہو اس کے اردگرد ہاتھ گھماتے ہوئے سات مرتبہ یہ آیت ایک ہی سانس میں پڑھ کر دم کرنے سے انشاء اللہ اس کا زہر ختم ہو جائے گا: **وإذا بطشتم بطشتم جبارين**.[4]

3 جسے سانپ بچھو کتا وغیرہ ڈس لے، اس پر سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے۔[5] سنن ترمذی

---

1 ترمذی عن ابی سعیدؓ، کتاب احوال القیامۃ باب النفخ فی الصور، ج: ۲، ص: ۳۱۰، رقم: ۵۵۲۷.
2 پارہ: ۱۳، سورۃ ابراھیم، الآیۃ: ۱۲، گنجینہ اسرار، ص: ۱۱۳. 3 گنجینہ اسرار. ۱۱۴.
4 پارہ: ۱۹، سورۃ الشعراء، الآیۃ: ۱۳۰. 5 بخاری، کتاب التفسیر، باب ویقال ام الکتاب، ص: ۵۴۰.

کی روایت میں ہے کہ یہ دم کرنا سات مرتبہ ہو۔[1]

آگ بجھانے کی دعا

جب آگ جلتی دیکھے تو تکبیر کے ذریعہ بجھائے (یعنی اللہ اکبر بار بار پڑھے)۔[2]

جلے ہوئے پر دم کرنا

﴿ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشَافِيَ اِلَّا اَنْتَ ﴾ ترجمہ ...... اے سب انسانوں کے رب! تکلیف کو دور فرما۔ تو ہی شافی ہے کیونکہ تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔[3]

بارش طلب کرنے کی دعاء

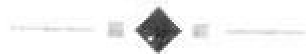
اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ...... اے اللہ! ہمیں سیراب فرما اے اللہ! ہمیں سیراب فرما اے اللہ! ہمیں سیراب فرما۔ بارش کے طلب کرنے کے لئے ایک اور دعا یہ ہے:
اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا ...... اے اللہ! ہماری مدد فرما، اللہ ہماری مدد فرما، اللہ ہماری مدد فرما۔[4]

جب بادل آتا ہوا نظر آئے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهٖ اَللّٰهُمَّ سَيِّبًا نَّافِعًا ...... اے اللہ! ہم اس چیز کی برائی سے تیری پناہ چاہتے ہیں جسے لے کر یہ بادل بھیجا گیا ہے۔ اے اللہ نفع دینے والی بارش برسا۔

جب بارش ہونے لگے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ سَيِّبًا نَّافِعًا ...... اے اللہ! اس کو بہت برسنے والا اور نفع دینے والا بنا۔[5]



1 گنجینہ، ص: ۱۲۰۔ 2 حصن حصین ۱۳۳۔ 3 مشکوۃ المصابیح، کتاب الطب والرقی، ج: ۲، ص: ۵۳۰۔ 4 الصحیح للامام البخاری، ابواب الاستسقاء، باب الاستسقاء فی المسجد الجامع، ص: ۷۹، رقم: ۱۰۱۳۔ الصحیح للامام البخاری، ابواب الاستسقاء، باب الاستسقاء فی خطبة الجمعة، ص: ۷۹، رقم: ۱۰۱۴۔ 5 الصحیح للامام البخاری، کتاب الاستسقاء، باب مایقال اذامطرت، ص: ۸۱، رقم: ۱۰۳۲

جب سخت تیز ہوا چلے

1. جب سخت تیز ہوا چلے تو جس طرف سے ہوا آ رہی ہو اس طرف رخ کرے اور دوزانوں ہو کر بیٹھ جائے اور اپنے ہاتھ زمین پر رکھ دے پھر یہ دعا پڑھے۔ اس عمل کے بغیر بھی یہ دعا پڑھ سکتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَافِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ...... اے اللہ! میں آپ سے اس ہوا کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس چیز کی خیر کا سوال کرتا ہوں جو اس میں ہے اور اس چیز کی خیر کا سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس ہوا کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو اس میں ہے اور اس چیز کے شر سے جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے۔[1]

2. سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھنے سے بھی یہی فائدہ ہے۔

جسم میں کسی جگہ درد ہو تو یہ دعاء پڑھے

اگر بدن میں کسی جگہ درد یا تکلیف ہو تو اس جگہ داہنا ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ کہے پھر سات بار یہ دعا پڑھے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ...... اللہ تعالی کی ذات اور اس کی قدرت کی پناہ لیتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کی تکلیف پا رہا ہوں اور جس سے ڈر رہا ہوں۔[2]

جسم پر زخم یا پھوڑا پھنسی

اگر بدن میں کسی جگہ پھوڑا پھنسی ہو تو شہادت کی انگلی کو منہ کے لعاب میں بھر کر زمین پر رکھے اور پھر اٹھا کر تکلیف کی جگہ پر پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا لِیُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا...... میں اللہ تعالی کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ یہ ہماری زمین کی مٹی ہے، جو ہم میں سے کسی کے تھوک میں ملی ہوئی ہے، تا کہ ہماری بیماری کو ہمارے رب کے حکم سے شفاء ہو۔[3]

---

1 الصحیح للامام مسلم ، کتاب صلوۃ الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیۃ الریح والغیم، ص: ۸۱۸، رقم: ۲۰۸۴۔ 2 الصحیح للامام مسلم، کتاب السلام، باب استحباب وضع یدہ علی موضع الالم، ص: ۱۰۶۹، رقم: ۵۷۳۷۔ 3 صحیح مسلم عن عائشۃ الصدیقۃ، کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض، ج: ۱، ص: ۲۹۴، رقم: ۱۵۳۱۔

ضعف دماغ

1 دماغ کی کمزوری کے واسطے اس آیت کا روزانہ بعد نماز فجر دس مرتبہ پڑھنا بہت مفید ہے: ﴿ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ ترجمہ...... پس ہم نے اس فیصلہ کی سمجھ سلیمان کو دے دی اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطاء فرمایا تھا اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ (ان کی تسبیح کے ساتھ) وہ (بھی) تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور (ان کاموں کے) کرنے والے ہم تھے۔[1]

2 جس کا دماغ کمزور ہو وہ ہر فرض نماز کے بعد گیارہ مرتبہ یاقوی پڑھا کرے۔[2]

نسیان

1 ہر فرض نماز کے بعد الرحمٰن سو مرتبہ پڑھنے سے نسیان دور ہو جاتا ہے۔

2 دفع نسیان کے لئے یہ آیت بعد نماز عشاء سوتے وقت گیارہ مرتبہ پڑھنی چاہیے ان شاء اللہ فائدہ ہوگا: ﴿ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾ ترجمہ...... پاک ہیں آپ، ہم کو علم نہیں مگر وہ جو آپ نے عطا فرمایا۔ بے شک آپ بڑے علم وحکمت والے ہیں۔[3]

3 سورۃ الانشراح چینی کی پلیٹ پر عرق گلاب وزعفران سے لکھ کر اکتالیس روز تک پلانا ازالہ نسیان کے لئے بے حد مجرب ہے۔[4]

بے خوابی یعنی نیند کا نہ آنا

1 بے خوابی دور کرنے کے لئے سوتے وقت سات مرتبہ یہ آیت پڑھی جائے: ﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ، اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴾ ترجمہ...... کیا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس سے کہ آ پہنچے ان پر آفت ہماری راتوں رات جب سوتے ہوں۔ یا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس بات سے کہ آ پہنچے ان پر عذاب ہمارا دن چڑھے جب کھیلتے ہوں۔[5]

---

1 پارہ:۱۷، سورۃ انبیاء، الآیۃ:۷۹۔ 2 گنجینہ، ص:۱۲۴۔ 3 پارہ:۱، سورۃ البقرۃ، الآیۃ:۳۲۔ 4 گنجینہ اسرار، ص:۱۲۵۔ 5 پارہ:۹، سورۃ اعراف، الآیۃ:۹۸۔

2 سوتے وقت اسم باری تعالیٰ یا حی یا قیوم بکثرت پڑھنا مفید ہے۔[1]

مرگی کا مرض

1 مرگی کے مریض کے سر پر یہ آیت تین بار لکھ کر باندھنا مفید ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ﴾ ترجمہ...... جنہوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو تکلیف پہنچائی اور پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور (جہنم میں بالخصوص) ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے۔[2]

2 جس کو مرگی کا مرض ہو اس کے مکان میں یہ دعا پڑھ کر پھونکی جائے انشاء اللہ مرض دور ہو جائے گا: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الٓمٓصٓ طٰسٓمٓ كٓهٰيٰعٓصٓ يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ حٰمٓعٓسٓقٓ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ.﴾[3]

3 جو شخص سورۃ سجدہ لکھ کر اپنے پاس رکھے انشاء اللہ اسے مرگی کا دورہ نہیں پڑیگا مریض پر دم کرنے اور پانی پر دم کر کے اس کے منہ پر چھینٹے مارنے سے ان شاء اللہ دورہ ختم ہو جائے گا۔

سرسام کا مرض

1 سورۃ عنکبوت بلسان پر گیارہ مرتبہ دم کر کے سر میں لگانے سے انشاء اللہ سرسام کا مرض ختم ہو جائے گا۔ مجرب ہے۔

2 اسم باری تعالیٰ یا مقسط تین سو بار پڑھ کر (پانی پر دم کر کے) سرسام کے مریض کو پلایا جائے انشاء اللہ افاقہ ہوگا۔[4]

رتوندا یعنی دن میں دکھائی نہ دینا

1 اگر کسی کو رتوندا ہو تو سورۃ قیامۃ سرمہ پر دم کر کے آنکھوں میں لگائیں انشاء اللہ مرض دور ہو جائے گا۔[5]

2 ہر فرض نماز کے بعد اسم باری تعالیٰ یا قوی سو بار پڑھ کر انگلیوں پر پھونک کر آنکھوں پر پھیری جائیں۔

3 اسم باری تعالیٰ یا شکور دس مرتبہ رتوندی کے مریض کی آنکھوں پر پڑھ کر دم کیا جائے۔

---

1 گنجینہ اسرار، ص:۱۲۷۔ 2 پارہ: ۳۰، سورۃ البروج، الآیۃ: ۱۰۔ 3 گنجینہ، ص: ۱۲۸۔ 4 گنجینہ، ص: ۱۲۹۔ 5 گنجینہ، ص: ۱۳۳۔

ضعف بصر بینائی

1 ہر فرض نماز کے بعد اول آخر تین مرتبہ درود شریف اور گیارہ بار یا نور پڑھ کر انگشت شہادت پر پھونک مار کر آنکھوں پر پھیر لی جائے۔ ضعف بصر کے لئے مفید ہے۔

2 جس کی آنکھوں کی بینائی کمزور ہوگئی ہو وہ نماز فجر کے بعد یہ آیت پانچ مرتبہ پڑھ کر انگلیوں پر پھونک کر آنکھوں پر پھیر لے۔ انشاء اللہ بینائی ٹھیک ہو جائے گی: ﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تا آخر آیت وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴾[1]

لاعلاج مرض کا علاج

سورۃ فاتحہ اور ذیل کی آیات شفا ہر روز چینی کے برتن یا طشتری پر لکھ کر سورج نکلنے سے پہلے پانی سے دھو کر پلائی جائیں۔ چالیس دن یہ عمل کرے۔ انشاء اللہ جیسا بھی مریض ہوگا خواہ حکیم لوگ جواب دے چکے ہوں چالیس روز کے اندر اندر آرام آجائے گا۔ بشرطیکہ موت کا وقت نہ آچکا ہو۔ آیات شفا یہ ہیں۔

1 ﴿ ویشف صدور قوم مؤمنین ﴾...... اور ٹھنڈا کرے دل مسلمانوں کا۔[2]

2 ﴿ واذامرضت فھو یشفین ﴾...... اور جب بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے۔[3]

3 ﴿ قل ھو للذین آمنو ھدی و شفاء ﴾...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ قرآن ایمان والوں کے لئے تو رہنما اور شفاء ہے۔[4]

4 ﴿ وننزل من القران ماھو شفاء ورحمة للمؤمنین ﴾...... اور ہم ایسی چیز یعنی قرآن نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کو اس سے مزید الٹا نقصان ہوتا ہے۔[5]

5 ﴿ وشفاء لما فی الصدور ﴾...... دلوں میں جو روگ لگے ہوئے ہیں ان کے لئے شفا ہے۔[6]

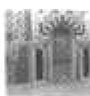
6 ﴿ یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ﴾...... اس (شہد کی مکھی) کے پیٹ میں سے ایک چیز (شہد) نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس

---

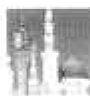
1 پارہ:۱۸، سورۃ النور، الآیۃ: ۳۶. 2 پارہ: ۱۰، سورۃ التوبۃ، الآیۃ: ۱۴. 3 پارہ: ۱۹، سورۃ الشعراء، الآیۃ: ۸۰. 4 پارہ: ۲۴، سورۃ حم سجدہ. الآیۃ: ۴۴. 5 پارہ: ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل. ۸۲. 6 پارہ: ۱۱، سورۃ یونس، الآیۃ: ۵۷.

میں لوگوں (کی بہت سی بیماریوں) کے لئے شفا ہے۔[1]

7 سورۃ فاتحہ کا نام سورۃ شفا بھی ہے۔



صحاح میں یہ روایت آئی ہے کہ جب کسی شخص کو بچھو یا سانپ کاٹ لیتا تھا یا کوئی مرگی میں مبتلا ہوتا تھا یا کوئی دیوانہ ہوجاتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس شخص پر دم کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کو پسند فرماتے تھے۔[2]



تمام روحانی وجسمانی بیماریوں کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا نسخہ اکسیر ہے۔ بالخصوص صبح کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ پڑھنا بہت ہی مفید اور مجرب ہے۔



نظر بد کا علاج

1 حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے: جس کو کسی انسان کی نظر بد لگ گئی ہو اس پر یہ آیات پڑھ کر دم کر دینا اس کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔ آیات یہ ہیں: وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر ویقولون انہ لمجنون وماھو الاذکر للعالمین...... اور یہ کافر لوگ جب قرآن سنتے ہیں (تو شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرادیں گے ۔اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ مجنون ہیں حالانکہ یہ قرآن تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے۔[3]

2 جو شخص ان آیات کو زعفران سے لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی سے غسل کرے اس سے انشاءاللہ نظر بد دور رہے گی۔ وہ آیات یبنی ادم خذو زینتکم سے ان تقولو علی اللہ مالا تعلمون تک ہیں۔[4]

3 دو تین ہلدی کی گرہ پر تین تین مرتبہ یہ کلمات پڑھ کر پھونکے اور پھر آگ میں ڈال کر اس کی دھونی اس شخص کو دے جسے نظر بد ہوگئی ہو۔ انشاءاللہ اچھا ہوجائے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں: الاسلام حق والکفر باطل.[5]

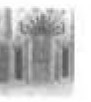
شیطانی وساوس سے حفاظت

1 جو شخص شیطانی وسوسوں میں مبتلا ہو وہ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے ۔یعنی

---

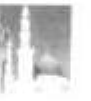
1 پارہ:۱۴،سورۃنحل ، الآیۃ: ۶۹۔ 2 مظاہر حق، ج: ۲، ص: ۴۳۱۔ 3 پارہ: ۲۹، سورۃ القلم،الایۃ: ۵۱۔ 4 سورۃالاعراف آیت ۳۱ تا ۳۳۔ 5 گنجینہ اسرار ۱۲۰۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھے اور وسوسوں کو وہیں روک دے۔[1]



شیطانی وساوس سے بچنے کے لئے نماز سے پہلے یا کسی بھی نیک کام سے پہلے مثلاً دعا، ذکر اللہ، تلاوت قرآن مجید، وعظ و نصیحت اور تقریر وغیرہ سے پہلے ان آیات کا پڑھنا مجرب عمل ہے: ﴿رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ﴾

ترجمہ...... اے میرے رب! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس آئیں۔[2]



غیظ، غضب اور غصہ

غضب اور غصہ کی حالت میں جب کہ انسان کو اپنے نفس پر قابو نہیں رہتا اس مذکورہ دعا ﴿رب انی اعوذبک﴾...... الخ کو پڑھ لینے سے انسان غصہ سے محفوظ ہوجاتا ہے مجرب ہے۔ اس کے علاوہ شیاطین اور جنات کے دوسرے آثار اور حملوں سے بچنے کے لئے بھی یہ دعا مجرب ہے۔[3]



۔نیز ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ﴾ پڑھنے سے غصہ ختم ہوجاتا ہے۔[4]

گھر کی حفاظت کے لئے

جب گھر کی حفاظت کے لئے آیت الکرسی پڑھی جائے لفظ "وَلَا یُحِیْطُوْنَ" پر پہنچے تو شہادت کی انگلی کو گھر کے چاروں طرف کا تصور کر کے گھما دے۔ یعنی جتنی دیر تک "وَلَا یُحِیْطُوْنَ" پڑھے گھر کے چاروں طرف کا تصور کر کے اس کی شہادت کی انگلی گھوم جائے۔ انشاء اللہ گھر کی حفاظت ہوگی چور نا کام ہوجائے گا۔ شیاطین وجنوں کی شرارتوں سے بھی محفوظ رہے گا۔[5]

کیڑوں سے حفاظت کے لئے

اگر سورۂ مطففین پوری سورت پڑھ کر غلہ وغیرہ پر دم کر دی جائے تو وہ غلہ انشاء اللہ کیڑوں وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔[6]

سورۂ مجادلہ اگر کسی کاغذ پر لکھ کر غلہ میں رکھ دی جائے تو اس غلہ کو کیڑے وغیرہ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

---

1 مسلم، کتاب الدعوات باب الدعوات فی الاوقات، ج: ۱، ص: ۳۵۲، رقم: ۲۳۱۸۔ 2 پارہ: ۱۸، سورۃ المؤمنون، الآیۃ: ۹۷، ۹۸، گنجینہ، ص: ۲۳۔ 3 معارف القرآن، ج: ۶، ص: ۳۵۰۔
4 مسلم، کتاب الدعوات، ج: ۱، ص: ۳۵۲، رقم: ۲۳۱۸۔ 5 از: حضرت مولانا عبداللہ درخواستی۔
6 گنجینہ اسرار، ص: ۵۳۔

تجارت میں برکت کے لئے

1 خمیس کے دن یہ آیت ہرن کی جھلی پر لکھ کر کپڑے میں لپیٹ کر دوکان کے دروازے کی چوکھٹ یا باغ کی زمین میں دفن کرنے سے بے پناہ خیر و برکت حاصل ہوگی۔ وہ آیتیں یہ ہیں:
﴿أو کالذی مر علی قریة﴾ سے ﴿شیء قدیر﴾ تک۔[1]

2 کاروبار کی ترقی کے لئے سورۃ رعد کی پہلی تین آیتوں کو زیتون کے چار پتوں پر لکھ کر مکان یا دوکان کے چاروں گوشوں میں دفن کردے تو انشاءاللہ خریداروں کی کثرت ہوگی۔

3 جو شخص جمعہ کے دن بعد نماز عصر آیت الکرسی تین سو مرتبہ پڑھے تو ایسی خیر و برکت ہوگی جس کا وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔[2]

جب کوئی چیز گم ہو جائے یا جانور بھاگ جائے

1 جب کوئی چیز گم ہوجائے یا جانور وغیرہ بھاگ جائے تو یہ آیت کثرت سے پڑھے مجرب ہے: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾[3]

2 سورۃ والضحیٰ پڑھے اور جب ان آیات ﴿ووجدک ضالا فهدی ووجدک عائلا فاغنی﴾ پر پہنچے تو اس کو اکتالیس بار پڑھے پھر دائیں ہاتھ پر پھونک مارے اور ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر سو جائے اور گیارہ بار درود شریف پڑھے اور یہ عمل سات دن کرے انشاءاللہ مال واپس ہوگا یا پتہ چل جائے گا۔[4]

سب کام درست رہیں

جس کا کام ہوتے ہوتے بگڑ جاتا ہے تو اول آخر گیارہ بار درود شریف اور درمیان میں سورۃ فاتحہ پڑھے اور جب ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ پر پہنچے تو اس کو ۳۱۳ مرتبہ پڑھے۔ ہر روز پڑھے۔ بہتر وقت صبح کی نماز یا عصر کی نماز کے بعد ہے۔ اور مذکورہ آیت بار بار پڑھتے ہوئے دل میں دعا بھی کرتا رہے۔ انشاءاللہ سب کام سیدھے ہوجائیں گے۔

دل کا دین اسلام کی طرف راغب ہونا

1 اگر کسی کا دل دین کی طرف راغب نہ ہوتا ہو تو ایک ہفتہ تک گیارہ گیارہ تسبیح: ﴿اَسْتَغْفِرُ

---

1 سورۃ بقرۃ ایت ۲۵۹ سے ۲۶۳۔ 2 گنجینہ اسرار، ص: ۲۶۔ 3 پارہ: ۲، سورۃ بقرۃ، الآیۃ: ۱۵۶۔ 4 فلاح دارین، ۲۰

اللّٰہ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ﴾ کی پڑھے۔ انشاءاللہ دل دین کی طرف راغب ہوگا اور اس کے بعد ایک تسبیح صبح و شام معمول بنالے۔

حب جاہ و حب مال کو دور کرنے کے لئے اور دینی شوق پیدا کرنے کے لئے صبح و شام تین تین بار سورۃ التکاثر پڑھیں۔[1]

دعا برائے حاجات

جو شخص بعد نماز عشاء، پاک و صاف ہو کر ایک ہی نشست میں اسم باری تعالیٰ "یا لطیف" سولہ ہزار چھ سو اکتالیس مرتبہ اور ہر ایک سو انتیس مرتبہ پر ایک مرتبہ ﴿ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر ﴾ [2] پڑھ کر جس ضرورت کے لئے دعا کرے گا انشاءاللہ وہ حاجت جائز ضرور قبول ہوگی۔

سورۃ یٰسین جس حاجت کے لئے پڑھی جائے وہ انشاءاللہ ضرور پوری ہوگی۔

سورۃ انعام پڑھ کر جس ضرورت کے لئے دعا کرے انشاءاللہ پوری ہوگی۔

مالی ترقی کے لئے

ہر قسم کے مالی ترقی کے لئے یہ درود شریف پڑھے: ﴿ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ﴾ اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے بندے اور رسول ہیں اور تمام مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات پر بھی رحمت نازل فرما۔[3]

جو شخص صبح کی نماز سے پہلے سو مرتبہ یہ کلمات: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ پڑھے گا انشاءاللہ اس کے رزق میں کشائش و برکت ہوگی،

جب نیا پھل دیکھے

جب نیا پھل آئے تو یہ دعا پڑھے اس کے بعد اس پھل کو اپنے سب سے چھوٹے بچے کو بلا کر دیدے: ﴿ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا

---

1 فلاح دارین. ۲۸ 2 پارہ: ۷، سورۃ انعام الآیۃ: ۱۰۳. 3 المسند للامام ابی یعلی الموصلی، مسند ابی سعید الخدری، ج: ۲، ص: ۵۲۹، طبع دار المامون للتراث، دمشق، تحقیق حسین سلیم اسد. گنجینہ، ص: ۲۹.

وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا ﴾ اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت دے اور ہمیں ہمارے شہر میں برکت دے اور ہمارے غلہ ناپنے کے پیمانوں میں برکت دے۔[1]

مریض کی عیادت کے وقت کی دعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کو اس مرض میں موت نہیں آنی ہے اور اس نے اس کے پاس سات مرتبہ یوں پڑھا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور اس مرض سے شفایاب فرمادیں گے: ﴿ أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ ﴾ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں جو عظیم ہے اور عرش عظیم کا رب ہے کہ تجھے شفا عطا فرمائے۔[2]

مریض کے پڑھنے کے لئے دعا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مرض میں یہ پڑھا ﴿ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے۔ سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گناہوں سے بچانے اور نیکیوں پر لگانے کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور پھر اس مرض میں اس کی موت آگئی تو دوزخ کی آگ اسے نہ جلائے گی۔[3]

اگر زندگی سے عاجز آجائے

اگر تکلیف کی وجہ سے جینا مشکل معلوم ہوتا ہو تو موت کی تمنا اور دعا ہرگز نہ کرے۔ اگر دعا مانگنا ہی ہو تو یوں دعا مانگے: ﴿ اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي ﴾ اے اللہ! تو مجھے زندہ رکھ جب تک کہ زندگی میرے لئے بہتر ہو اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے اٹھالے۔[4]

---

1 الصحيح للامام مسلم، كتاب الحج، باب فضل المدينة ودعاء النبي صلى الله عليه وسلم، ج: ۲، ص: ۱۰۰۰۔ 2 ابوداؤد، كتاب الجنائز باب عيادة المريض، ج: ۱، ص: ۲۹۸، رقم: ۱۵۵۳۔ 3 السنن للامام الترمذي، كتاب الدعوات، باب مايقول العبد اذا مرض، ص: ۲۰۰۵، رقم: ۳۴۳۰۔ 4 مسلم، كتاب الجنائز باب تمنى الموت، ج: ۱، ص: ۳۰۴، رقم: ۱۶۰۰۔

شہادت کی سچی تمنا اور اس کی فضیلت

حضرت سہلؓ بن حنیف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ﴾ جب کوئی شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کی (موت) کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے شہادت کے درجہ میں پہنچادے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرجائے۔[1]

رات کو سوتے وقت کے عملیات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے بستر پر لیٹا اور اس میں اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا تو وہ لیٹنا اس کے لئے (قیامت کے دن) باعث ندامت ہوگا اور جو شخص (کسی مجلس وغیرہ میں) بیٹھا اور اس میں اللہ عزوجل کا ذکر نہیں کیا تو وہ مجلس قیامت کے روز اس کے لئے باعث حسرت وندامت ہوگی۔[2]

وہ قرآنی آیات یا دعائیں جو رات کو سونے سے پہلے پڑھنا مسنون ہیں

سونے سے پہلے سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں امن رسول سے ختم سورۃ تک ایسی ہیں کہ جس گھر میں تین رات تک پڑھی جائیں شیطان اس کے قریب نہیں آئے گا۔

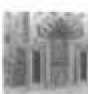
جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی پڑھ لو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک نگہبان (فرشتہ) رہا کرے گا اور صبح تک تمہارے پاس کوئی شیطان (خواہ وہ انسان ہو یا جن دینی یا دنیوی تکلیف واذیت پہنچانے کے لئے نہیں آئے گا...... الخ۔[3]

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رات میں تہائی قرآن پڑھنے سے عاجز ہے؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ تہائی قرآن کیسے پڑھا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قل ھو اللہ احد (مکمل) تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (یعنی جس شخص نے رات میں یہ سورۃ پڑھ لی گویا اس نے تہائی قرآن پڑھ لیا)۔[4]

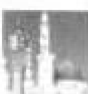
---

1 مسلم، کتاب الجهاد، ج: ۲، ص: ۲۶، رقم: ۳۸۰۸. 2 ابوداؤد، ج: ۲، ص: ۶۸۹. 3 مشکوۃ ۱۸۵. 4 مشکوۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول، ج: ۱، ص: ۲۸۲.

4 حضرت فروہ بن نوفل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دیجئے جسے میں اپنے بستر پر جا کر (سونے سے پہلے) پڑھ لیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قل یاایھاالکفرون (سورۃ الکافرون) پڑھ لیا کرو کیونکہ اس صورت میں شرک سے بیزاری ہے۔ (لہذا اسے پڑھ کر سوؤ گے تو شرک سے پاک ہو کر سوؤ گے اور اگر مر گئے تو توحید پر مرو گے)۔[1]



5 ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ رات کو جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر ان پر دم کرتے اور پھر ﴿قل ھو اللہ احد قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس﴾ کو پڑھتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ پہ دم کر کے اپنے جسم پر جہاں تک ہو سکتا پھیرتے۔ ہاتھ پھیرنے کی ابتداء آپ اپنے سر، منہ اور بدن کے آگے کے حصہ سے شروع کرتے (اس کے بعد بدن کے دوسرے حصوں پر پھیرتے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عمل تین مرتبہ کرتے تھے۔[2]





6 حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الم تنزیل الکتب یعنی سورۃ سجدہ اور سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھے بغیر نہ سوتے تھے۔[3]

7 ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے پھر تین مرتبہ ''اللھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک ...... اے اللہ! مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچائیے جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے'' پڑھتے۔[4]

8 سونے سے پہلے ان تسبیحات کا اہتمام کرے: سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار۔[5]

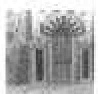
9 آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے: ﴿اللّٰھم باسمک اموت واحیا﴾[6]

10 سوتے وقت تین مرتبہ یہ استغفار پڑھے: ﴿استغفر اللہ الذی لاالہ الا ھو الحی

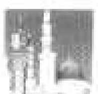
---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ والقراءۃ عندالنوم، ج: ۵، ص: ۲۳۲۹. 2 مشکوۃ المصابیح، ج: ۱، ص ۲۸۷. 3 مشکوۃ المصابیح، ۲، ص: ۴۰. 4 مسلم، کتاب الدعوات باب مایقول عندالمنام، ج: ۱، ص: ۲۴۷، رقم: ۲۳۸۸. 5 الصحیح للامام البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول اذانام، ج: ۵، ص: ۲۳۲۶. 6 ترمذی، ج: ۲، ص: ۱۷۵.

القیوم واتوب الیہ۔



11 حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف فرماتے تو یہ دعا پڑھتے: الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا واوانا ...... تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہماری کفایت کی اور ہمیں ٹھکانا دیا۔[1]



12 بستر کو جھاڑنے کے بعد اس پر لیٹے اور پھر کہے: باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعہ ان امسکت فارحمھا وان ارسلتھا فاحفظھا بما تحفظ بہ عبادک الصالحین۔[2]



تنبیہ ......: ضروری نہیں کہ رات کو سوتے وقت مذکورہ بالا دعائیں سب کی سب پڑھیں بلکہ جتنا آسانی سے مستقل طور پر پڑھ سکیں اتنا ہی معمول بنالیں۔ اگر ساری پڑھ سکیں تو یہ افضل بات ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات وسنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔



1 ابو داؤد، ج: ۲، ص: ۶۸۹، ترمذی، ج: ۲، ص: ۱۷۵۔ 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ والقراءۃ عند النوم، ج: ۵، ص: ۲۳۲۹۔

باب نمبر ۳۹

بوقت موت اور بعد از موت کے متعلق ہدایات و سنتیں

عن ابی سعید وابی هريرة رضی اللہ عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقنوا موتاکم لا اله الا اللہ...... حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ قریب المرگ ہوں انہیں لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔[1]

کسی جسمانی تکلیف، مالی یا جانی نقصان یا کسی بھی دوسری پریشانیوں کی وجہ سے موت کی آرزو کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ بے صبری اور تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہونے کی علامت ہے۔ اگر زندگی سے بالکل ہی عاجز آ جائے تو ایسے موقع پر یوں دعا مانگے: ﴿اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاتُ خَيْرًا لِّيْ﴾ ترجمہ...... اے اللہ! تو مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اور جب میرے لئے موت زیادہ بہتر ہو تو مجھے اٹھا لے۔[2] البتہ اگر دیدار الٰہی کے شوق، سرائے فانی سے اکتاہٹ اور دار البقاء پہنچنے کی تمنا ہو تو پھر موت کی آرزو کامل ایمان کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت کی موت کی آرزو کرنا مستحب ہے۔ جبکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ دینی ضرر و نقصان کے خوف سے موت کی آرزو کرنا بھی مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔[3]

حدیث بالا میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جو لوگ قریب المرگ ہوں انہیں ﴿لا اله الا الله﴾ کی تلقین کرو۔ تلقین کے معنی ہیں قریب المرگ کے سامنے ﴿لا اله الا الله محمد رسول الله﴾ پڑھنا چاہیے تاکہ وہ بھی سن کر پڑھے۔ مگر مرنے والے سے یہ نہ کہا جائے کہ تم بھی پڑھو، ممکن ہے شدتِ مرض یا بدحواسی کے سبب اس کے منہ سے انکار نکل جائے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ تلقین مستحب ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿من كان اخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة﴾ ترجمہ...... جس شخص کا آخری کلام ﴿لا اله الا الله

---

1 الصحیح للامام مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی، ج: ۲، ص: ۱۲۳۱۔ 2 مسلم کتاب الجنائز باب تمنی الموت وذکرہ، ج: ۱، ص: ۳۰۵، رقم: ۱۲۰۰۔ 3 مظاہر حق، ج: ۲، ص: ۲۶۔

﴾ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔[1]

موت سے متعلق ہدایات اور سنتیں

جب معلوم ہونے لگے کہ موت کا وقت قریب ہے تو جو لوگ قریب المرگ کے پاس حاضر ہوں وہ اس کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیں۔ اور جس کا جان کنی کا وقت ہو وہ یوں پڑھے: ﴿ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ﴾ ترجمہ...... یا اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے اوپر والے ساتھیوں میں پہنچا دے۔[2]

یا یہ کلمات پڑھے ﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ ﴾ ترجمہ...... کوئی معبود نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا۔ بے شک موت کی سختیاں ہیں۔[3]

اور یہ دعا پڑھے: ﴿ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ ﴾ ترجمہ...... اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔[4]

روح نکل جانے کے بعد میت کی آنکھیں بند کر دینی چاہئیں۔[5]

میت کے حاضرین اپنے لئے اور مرنے والے کے لئے یوں دعا کرے: ﴿ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلَہٗ وَاَعْقِبْنِیْ مِنْہُ عُقْبٰی حَسَنَۃً ﴾...... اے اللہ! مجھے اور اس مرنے والے کو بخش دے اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما۔[6]

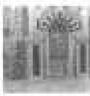
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کی تعزیت کریں تو سلام (یعنی السلام علیکم کہنے) کے بعد یوں سمجھائے اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلِلّٰہِ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ...... بے شک جو اللہ تعالیٰ نے لے لیا وہ اسی کا ہے اور جو اس نے دیا وہ اسی کا ہے اور ہر ایک کا اس کے پاس وقت مقرر ہے جو بے صبری یا کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا لہٰذا صبر کرنا چاہئے اور ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔[7]

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی الفاظ کے ذریعہ اپنے نواسے کے انتقال کے وقت

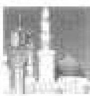
---

1 الصحیح للامام البخاری، کتاب الجنائز، باب فی الجنائز ومن کان آخر کلامہ لاالہ الااللہ، ج: ۱، ص: ۴۱۵۔ 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، ج: ۴، ص: ۱۶۱۳۔ 3 الصحیح للامام البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، ج: ۴، ص: ۱۶۱۶۔ 4 ترمذی کتاب الجنائز باب فی التشدید عند الموت، ص: ۱۷۴۴، رقم: ۹۷۸۔ 5 مسلم، کتاب الجنائز باب تغمیض المیت، ص: ۱۴۵۸، رقم: ۲۱۱۸۔ 6 الصحیح للامام مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عند المریض والمیت، ج: ۲، ص: ۴۳۳۔ 7 مسلم کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت، ص: ۸۲۲، رقم: ۲۱۳۵۔

اپنی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تسلی دی تھی۔ صحیح بخاری و مسلم کی اس روایت کے آخر میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں



سے کئی دوسرے لوگ ہو لئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کے ہاں پہنچے تو بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیدیا گیا جو جان کنی کی حالت میں تھا اسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ



علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ (کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے کو جائز سمجھتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ہاں اس قسم کا رونا) یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا ہے۔ سو اللہ



تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف انہیں لوگوں پر رحمت فرماتا ہے جو جذبہ ترحم رکھنے والے ہیں۔[1]

فائدہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آگاہ فرمایا: کہ اس طرح کا رونا کہ صرف آنکھیں آنسوں بہارہی ہوں، حرام و مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح کا رونا تو اس جذبہ ترحم کی علامت ہے جو دل میں اٹڈ رہا ہوتا ہے گویا اس طرح کا رونا ایک فطری امر ہے۔

نوحہ کرنا حرام ہے

ہاں البتہ نوحہ کرنا یعنی تیز تیز رونا، بال بکھیرنا، منہ نوچنا، ماتم کرنا یا سر پر مٹی ڈالنا ایسی تمام چیزیں جو بے صبری پر دلالت کریں حرام ہیں۔[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی عورتوں اور نوحہ سننے والی عورتوں (جو کہ قصداً نوحہ وغیرہ سنیں) دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔[3]

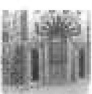
عزیز و محبوب کی موت پر صبر کرنے کی جزاء جنت ہے

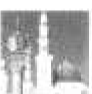
7 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کے اہل دنیا میں سے کسی عزیز کو اٹھا لیتا ہوں اور وہ بندہ اس پر ثواب کا طلب گار رہتا ہے (یعنی صبر کرتا ہے) تو میرے پاس اس کے لئے جنت سے بہتر جزا نہیں ہے۔[4] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول

---

1 بخاری، کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت، ص: ۸۲۲، رقم: ۲۱۳۵، مسلم، مشکوۃ، ص: ۱۵۰. 2 مظاہر حق، ج: ۲، ۲۳۵. 3 ابوداؤد، کتاب الجنائز باب فی النوح، ص: ۱۴۵۹، رقم: ۳۱۲۷. (۴) رواہ البخاری.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی (مومن) بندہ کا کوئی بچہ مرجاتا ہے تو اللہ تعالی اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندہ کے بچے کی روح قبض کی ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ''جی ہاں'' پھر اللہ تعالی ان سے فرماتا ہے کہ تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟ وہ عرض کرتے ہیں ''جی ہاں'' پھر اللہ تعالی ان سے فرماتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اس نے تیری تعریف کی اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ پس اس کے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔[1]





ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کے بعد ان کو بوسہ دیا اور روئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے چہرے پر بہہ نکلے۔[2]



نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر بوسہ دیا۔[3]

میت کے گھر کھانا بھیجنا مستحب ہے

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن سے فرمایا: جعفر رضی اللہ تعالی عنہ کے اہل وعیال کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ وہ اس اطلاع کی وجہ سے ایسے حال میں ہیں کہ کھانے کی طرف توجہ نہ کرسکیں گے۔[4] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ تھی کہ تعزیت کے لئے آنے والے لوگوں کو کھانہ نہ کھلایا جائے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دوسرے لوگ (عزیز واقارب) اہل میت کے لئے کھانا تیار کر کے انہیں بھیجیں یہ چیز اخلاق حسنہ کا ایک اعلی نمونہ ہے اور پس ماندگان کو تسلی دینے والا عمل ہے۔[5]

---

1 مشکوۃ، ص: ۱۵۱، کتاب الجنائز فصل المصیبة اذا احتسب، ص: ۱۷۴۹، رقم: ۱۰۲.
2 ترمذی، کتاب الجنائز باب فی تقبیل المیت، ص: ۱۷۴۵، رقم: ۹۸۹. 3 صحیح بخاری، کتاب الجنائز باب الدخول علی المیت بعد الموت، ص: ۹۸، رقم: ۱۲۴۱. 4 ترمذی، کتاب الجنائز باب ماجاء فی الطعام یصنع لاھل المیت، ص: ۱۷۴۶، رقم: ۹۹۸. 5 رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم، ص: ۳۵۰.

10 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے البتہ بیوہ کے لئے شوہر کے سوگ کی مدت چار مہینہ دس دن ہے۔ اس مدت میں وہ کوئی رنگین کپڑا پہنے اور نہ خوشبو لگائے اور نہ بناؤ سنگار کرے۔[1]

میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ

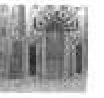
11 میت کو نہلانے، کفنانے اور دفنانے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرنی چاہیے۔ جب میت کو غسل دینے کا ارادہ کیا جائے تو پہلے کسی بڑے تختہ کو لوبان یا اگر بتی وغیرہ کی دھونی دے۔ تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ چاروں طرف دھونی دے کر میت کو اس پر لٹا دیا جائے۔ اس کے کپڑے اتار کر کوئی کپڑا جس کی لمبائی ڈیڑھ ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ ہو ناف سے لے کر زانوں تک ڈال دیا جائے تا کہ ستر چھپا رہے۔

پہلے مردہ کا استنجا کرایا جائے۔ غسال رانوں اور استنجے کی جگہ اپنے ہاتھ نہ لگائے اور نہ اس پر نگاہ ڈالے بلکہ اپنے ہاتھ میں کوئی کپڑا لپیٹ لے اور جو کپڑا ناف سے زانوں تک پڑا ہے اس کے اندر اندر دھوئے۔ پھر اسے وضو کرایا جائے، لیکن نہ کلی کرائی جائے اور نہ ناک میں پانی ڈالا جائے اور نہ گٹے تک ہاتھ دھلائے جائیں۔ بلکہ پہلے منہ دھلایا جائے پھر ہاتھ کہنی سمیت، پھر سر کا مسح، پھر دونوں پیر اور اگر تین دفعہ روئی تر کر کے دانتوں اور مسوڑھوں پر اور ناک کے دونوں سوراخوں میں پھیر دی جائے تو بھی جائز ہے۔ ہاں اگر میت نہانے کی حاجت میں ہے یا حیض ونفاس کی حالت میں ہے تو اس صورت میں منہ اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔[2]

میت کی ناک، منہ اور کانوں میں روئی بھر دی جائے تا کہ وضو کراتے اور نہلاتے وقت پانی اندر نہ جائے۔ جب وضو کرا دیا جائے تو سر اور ڈاڑھی کو خطمی (گل خیرو) سے یا کسی اور چیز سے جیسے بین، کھلی یا صابن وغیرہ سے مل کر دھویا جائے۔ پھر میت کو بائیں کروٹ لٹا کر بیری کے پتے یا اشنان ڈال کر پکایا ہوا نیم گرم پانی تین دفعہ سر سے پیر تک ڈالا جائے یہاں تک کہ نیچے کروٹ تک پہنچ جائے۔ پھر دائیں کروٹ لٹا کر اسی طرح سر سے پیر تک تین دفعہ پانی ڈالا جائے یہاں تک کہ پانی تختے سے لگی ہوئی کروٹ تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد میت کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھایا جائے اور اس کا پیٹ آہستہ آہستہ ملا اور دبایا جائے تا کہ اگر پیٹ سے کچھ پاخانہ وغیرہ نکلے

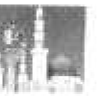
1 ترمذی، کتاب الجنائز باب احداد المراۃ علی غیر زوجھا، ۱۰۰:۱، رقم: ۱۲۸۰۔ 2 مظاہر حق، ج: ۲، ص: ۹۵، ۹۶۔

تو اسے پونچھ کر دھو ڈالا جائے۔ لیکن اس صفائی کے بعد پھر دوبارہ وضو یا غسل کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد میت کو بائیں کروٹ لٹا کر کافور ملا ہوا پانی سر سے پیر تک تین مرتبہ ڈالا جائے۔ اگر بیری کے پتے اور کافور میسر نہ ہوں تو سادہ نیم گرم پانی کافی ہے۔ اس سے اسی طرح تین مرتبہ نہلایا جائے نہلانے کے بعد سارے بدن کو کپڑے سے پونچھ دیا جائے اور پھر اس کے سر اور



ڈاڑھی پر عطر مل دیا جائے۔[1]

میت کے بالوں اور ڈاڑھی میں کنگھی نہ کی جائے اور نہ ناخن و بال کترے جائیں۔ اسی



طرح جس میت کی ختنہ نہ ہوئی اس کی ختنہ بھی نہ کی جائے۔ بعض لوگ کفن پر عطر لگاتے ہیں اور عطر کی پھریری کان میں رکھ دیتے ہیں یہ سب جہالت ہے جتنا شرع میں آیا ہے اس سے زیادہ نہ



کریں۔[2]

نہلانے کا جو طریقہ بیان ہوا یہ سنت ہے اور اگر کوئی اس طرح تین دفعہ نہ نہلائے بلکہ ایک دفعہ سارے بدن کو دھو ڈالے (بشرطیکہ کوئی جگہ بدن کی خشک نہ رہ جائے) تب بھی فرض ادا ہو جائے گا۔[3] بہتر یہ ہے کہ میت کا رشتہ دار غسل دے ورنہ کوئی دین دار غسل دے۔[4] میت کو غسل دینے والے کو بھی بعد میں غسل کر لینا مسنون ہے۔[5]

میت کے لئے مسنون کفن

12 میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔ 1. کفنی یعنی کرتا بغیر آستین اور بغیر کلی کا جو گردن سے پیروں تک ہو۔ 2. ازار۔ 3. لفافہ یعنی چادر۔ ازار سر سے لے کر پاؤں تک اور چادر اس سے ایک ہاتھ بڑی ہونی چاہیے۔ یہ ہے مسنون کفن۔ کفن کفایہ دو کپڑے ہیں۔ 1. ازار 2. لفافہ۔ افضل یہ ہے کہ تین کپڑوں میں کفنایا جائے۔

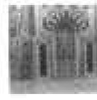
عورت کی میت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔ 1. کفنی یعنی کرتا 2. اوڑھنی یعنی سر بند 3. ازار 4. لفافہ یعنی چادر 5. سینہ بند۔ سر بند تین ہاتھ لمبا ہونا چاہیے اور سینہ بند بغلوں کے نیچے کے حصہ سے لے کر گھٹنوں تک چوڑا اور لمبا اتنا ہونا چاہیے کہ بندھ جائے۔ بقیہ تین کپڑے اسی مقدار میں ہونا چاہئیں جتنے مرد کے کفن میں لگتے ہیں۔ عورت کے لئے کفن کفایہ تین کپڑے ہیں۔ 1. ازار 2. اوڑھنی 3. لفافہ۔

---

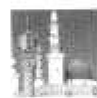
1 بہشتی زیور، ص: ۱۳۰۔ 2 بہشتی زیور، ص: ۱۳۰۔ 3 بہشتی زیور، ۱۲۹، ۔ 4 بہشتی زیور، ص: ۱۳۰۔ 5 مظاہر حق، ج: ۲، ص: ۱۰۵، ۱۰۴۔

مسئلہ: ضرورت ومجبوری کے وقت ایک کپڑا بھی کافی ہے لیکن بلاضرورت ایک کپڑے پر اکتفانہ کیا جائے۔[1]

13 سب سے اچھا کفن سفید کپڑے کا ہے۔[2] کفن کا کپڑا نیا اور پرانا یکساں ہے۔ مردوں کے لئے خالص ریشمی یا رنگین کپڑے کا کفن مکروہ ہے عورت کے لئے جائز ہے۔[3] زیادہ بیش قیمت کفن استعمال نہ کریں کیونکہ وہ جلد ہی ختم ہونے والا ہے۔



کفن پہنانے کا مسنون طریقہ



14 کفنانے سے پہلے کفن کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ دھونی دینی چاہیے۔ یا پھر میت کو اگر وہ مرد ہو تو پہلے لفافہ یعنی پوٹ کی چادر بچھائیں، اس کے اوپر ازار پھر میت کو اس پر لٹا کر کرتا پہنائیں اور اس کے دونوں ہاتھ دونوں طرف پھیلا دیئے جائیں اور پھر سر، ڈاڑھی اور بدن پر خوشبو لگائیں مگر زعفران کی خوشبو نہ لگائیں۔ میت کی پیشانی، ناک اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانوں اور دونوں قدموں پر کافور لگائیں۔ اس کے بعد ازار کو پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے لپیٹیں اور پھر اسی طرح لفافہ کو پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے لپیٹیں اور کفن کے سر اور پاؤں کے سرے کسی کپڑے کی پٹی سے باندھ دیئے جائیں۔



عورت کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر اور ازار بچھا کر اس پر کرتا رکھا جائے اور میت کو اس پر لے جا کر کرتا پہنائیں اور سر کے بالوں کو دو حصہ کر کے کرتا اوپر ایک حصہ دائیں طرف اور ایک حصہ بائیں طرف کر کے سینہ پر ڈال دیں۔ اس کے بعد سر بند اس کے سر پر اڑھا کر دونوں طرف کے بال چھپائیں۔ سر بند باندھا جائے اور نہ لپیٹا جائے پھر اس کے اوپر ازار اور اس کے بعد لفافہ یعنی پوٹ کی چادر اسی ترتیب سے یعنی پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے لپیٹ دیں اور پھر سب سے اوپر سینہ بند لپیٹا جائے۔ کفن کے کپڑے لپیٹنے کے بعد کسی دھجی سے پیر اور سر کی طرف سے کفن باندھ دیں اور ایک بند کمر کے پاس بھی باندھ دیں تا کہ راستہ میں کہیں کھل نہ جائے۔[4]

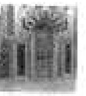
نماز جنازہ کی شرائط صحت

15 نماز جنازہ فرض کفایہ ہے یعنی اگر کچھ لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں تو سب کے ذمہ سے فرضیت

---

1 مظاہر حق، ج:۲، ص:۱۰۵۔ 2 الصحیح للامام البخاری، کتاب الجنائز، باب ثیاب البیض للکفن، ج:۱، ص:۴۲۵۔ 3 بہشتی زیور، ص:۱۳۱۔ 4 مظاہر حق، ج:۲، ص:۱۰۵، بہشتی زیور، ص:۱۳۱۔

ساقط ہوجائے گی ورنہ توسب ہی گناہ گار ہوں گے۔نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی تین شرائط ہیں 1. میت کا مسلمان ہونا 2. طہارت میت یعنی میت کا نہلایا ہوا ہونا 3. جنازہ کا نمازیوں کے آگے رکھا ہوا ہونا۔[1]



ارکان نماز جنازہ

نماز جنازہ میں دو رکن ہیں۔ 1. تکبیر تحریمہ سمیت چار تکبیریں کہنا 2. قیام یعنی کھڑے ہوکر نماز ادا کرنا، بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی تو نماز نہ ہوگی لیکن اگر عذر ہو تو جائز ہے۔[2]



نماز جنازہ کی سنتیں



نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت موکدہ ہیں 1. پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالی کی حمد و ثناء کرنا یعنی ''سبحانک اللھم'' پڑھنا 2. دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا 3. تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا۔ ان تینوں سنتوں میں ترتیب قائم رکھنا بھی سنت ہے۔[3]

چند ضروری مسائل

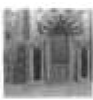
نماز جنازہ کے لئے میت سامنے رکھی ہو اور امام اس کے سینے کے سامنے کھڑا ہو۔ صفوں کو طاق عدد میں ہونا چاہیے۔[4] جن چیزوں سے عام نماز فاسد ہوجاتی ہے ان سے نمازِ جنازہ بھی فاسد ہوجاتی ہے (زبدۃ الفقہ)۔ اگر نماز جنازہ ہورہی ہو اور وقت نہ ملے تو تیمم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہوجائے۔[5] بچہ پیدائش کے بعد مر جائے اس کو غسل دیا جائے اور جنازہ بھی پڑھا جائے خواہ چند لمحے ہی زندہ رہا ہو۔ لیکن جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہو اس کا جنازہ نہیں۔ اسے نہلا کر اور کپڑے میں لپیٹ کر بغیر جنازہ کے دفن کیا جائے مگر نام اس کا بھی رکھنا چاہیے۔[6]

16 نماز جنازہ کا مستحب و مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے وسط میں رکھا جائے اور امام میت کے سینہ کے مقابل قبلہ رخ کھڑا ہو اور لوگ پیچھے صف بنائیں اور سب لوگ یہ نیت کریں کہ میں نماز جنازہ پڑھنے کی نیت کرتا ہوں جو اللہ تعالی کی نماز ہے اور میت کیلئے دعا ہے۔ نیز مقتدی

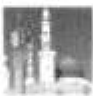
---

1 مظاہر حق، ج: ۲، ص: ۱۰۷. 2 بخاری ج ۲ ص ۱۰۷. 3 بہشتی گوہر، ص ۵۱. 4 بہشتی گوہر، ص: ۵۱. 5 بہشتی گوہر، ۵۳. 6 آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۳، ۲۱۲.

امام کی اقتداء کی نیت بھی کرے۔ پھر دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھا کر امام بلند آواز سے تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے ہاتھ اٹھا کر کہیں۔ پھر دونوں ہاتھ مثل نماز کے (یعنی ناف پر) باندھ لیں پھر دوسری نمازوں کی طرح ثناء پڑھیں: ﴿سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ﴾ پھر دوسری



مرتبہ بغیر ہاتھ اٹھائے امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ آواز سے اللہ اکبر کہیں اور درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود شریف پڑھا جائے جو نماز میں آخری قعدہ میں پڑھا جاتا ہے: یعنی درود ابراہیمی: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ



وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾ [1] پھر تیسری



تکبیر (اللہ اکبر) اسی طرح بغیر ہاتھ اٹھائے امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ آواز سے کہیں اور اگر میت بالغ مرد یا بالغ عورت ہو تو یہ دعا پڑھیں: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ﴾ [2]

اگر میت ایسے مجنون مرد کی ہے جو بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہوا ہو پھر بعد میں خواہ بلوغت کو پہنچ گیا ہو، یا نابالغ لڑکے کی ہو تو مذکورہ بالا دعاء کے بجائے یہ دعا پڑھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا﴾

اگر میت ایسی مجنون عورت ہو جو بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہوئی پھر خواہ بالغ ہوگئی ہو یا نابالغ لڑکی کی ہو تو یہی دعا یوں پڑھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً﴾۔ [3]

دعا کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر امام چوتھی تکبیر (اللہ اکبر) بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ آواز سے کہیں اس کے بعد کوئی اور دعا نہ پڑھیں بلکہ سلام پھیر دیں جیسے کہ اور نمازوں میں پھیرتے ہیں اور دوسرے سلام کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں۔ [4]

مسئلہ:...... ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازے کی

---

1 بهشتی زیور، ۱۳۵. 2 مشکوة المصابیح، ج:۱، ص:۳۷۷. 3 مرقاة المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازة، ۵، ص:۲۱۷. 4 مرقاة المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازة، ۵، ص: ۲۱۷.

نماز علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے۔ اور اگر سب جنازے آگے پیچھے رکھ کر سب کی نماز جنازہ اکٹھی پڑھی جائے تب بھی جائز ہے۔[1] نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت سے کہیں بھی ثابت نہیں۔[2]



17 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مؤمن کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ طلب ثواب کی خاطر جائے، اور جنازے کے ساتھ ساتھ رہے یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ پڑھے اور اس کی تدفین سے فراغت تک وہاں موجود رہے تو وہ شخص دو قیراط ثواب لے کر واپس ہوتا ہے۔



جس میں سے ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔ اور جو شخص صرف جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے اور تدفین میں شریک نہ ہو تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر واپس آتا ہے۔[3]



18 ایک حدیث میں ہے جنازے کو تیز لے جایا کرو۔[4] مطلب یہ ہے کہ جنازہ کو تیزی سے لے چلنا چاہیے لیکن اس قدر تیز نہ ہو کہ جنازہ ہلنے لگے۔

19 جنازہ کا سراہنہ آگے رہنا چاہیے۔ جنازے کے ساتھ جانے والے خاموش رہیں بات چیت یا بلند آواز سے دعا یا تلاوت کرنا مکروہ ہے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، چہروں پر غم کا اثر اور دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو۔[5]

20 جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازہ اٹھاتے وقت بسم اللہ پڑھیں اور چار آدمی چاروں پائے پکڑ کر اٹھا کر لے چلیں۔ دس دس قدم پر مونڈھا بدلتے رہیں اور چاروں پایوں پر ایسا کریں۔[6]

21 جنازہ کے پیچھے چلنا بہتر ہے۔[7] آگے چلنا بھی جائز ہے لیکن پیچھے ہی چلنا افضل ہے۔ جنازے کے ساتھ پیادہ چلنا اور سوار چلنا دونوں جائز ہیں، لیکن پیادہ چلنا افضل ہے۔[8] عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا مکروہ تحریمی ہے۔[9]

قبر کی نوعیت کا بیان

22 حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن

---

1 بہشتی گوہر، ص:۲۹۸۔ 2 آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۳، ۱۲۳۔ 3 مسلم، کتاب الجنائز باب فضل الصلوۃ علی الجنازہ، ص:۶۲۶، رقم:۹۴۵۔ 4 مسلم، کتاب الجنائز باب الاسراع، ص:۶۲۶، رقم:۹۴۴۔ 5 مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ، ۵، ص: ۴۱۷۔ 6 بہشتی گوہر، ص:۷۰۰۔ 7 ترمذی، کتاب الجنائز باب المشی امام الجنازۃ، ص:۱۴۶۲، رقم:۳۱۸۰۔ 8 مظاہر حق، ج:۲۔ 9 بہشتی گوہر، ص:۷۵۸۔

ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے مرض الوفات میں فرمایا: مجھے دفن کرنے کے لئے لحد...... بغلی قبر...... بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں کھڑی کرنا۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا گیا تھا۔[1]

محقق حضرت ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک قبر میں لحد بنانا سنت ہے بشرطیکہ کوئی مجبوری نہ ہو۔ یعنی اگر زمین نرم ہو اور لحد بنانے سے قبر بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر قبر میں لحد نہ بنائی جائے بلکہ صندوقی قبر بنائی جائے۔[2]

مسئلہ: قبر کم از کم میت کے نصف قد کے برابر گہری کھودی جائے اور زیادہ سے زیادہ ایک قد ہو اور لمبائی میں میت کے قد کے موافق ہو۔[3] مظہریؒ کا قول ہے کہ قبر کی (زیادہ سے زیادہ) اتنی گہرائی ہو کہ اگر آدمی اندر کھڑا ہو کر اپنا ہاتھ اوپر اٹھائے تو اس کی انگلیوں کے سرے قبر کے کنارے تک پہنچ جائیں۔

مسئلہ: ...... اپنے لئے قبر تیار کر کے رکھنا صحیح ہے پھر اگر قبرستان وسیع ہے تو دوسرے لوگوں کو اس میں اپنی میت دفن کرنا مکروہ ہے۔ اگر قبرستان تنگ ہے تو جائز ہے مگر پہلے شخص کو خرچ دینا پڑے گا۔

23 حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ (تابعی جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بھتیجے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ اماں جان! مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں رفیقوں (یعنی حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما) کی قبور مبارک کی زیارت کرائیے۔ چنانچہ انہوں نے میری درخواست پر تین قبریں دکھائیں جو نہ زیادہ اونچی تھیں نہ بالکل زمین کے برابر تھیں۔ (بلکہ زمین سے ایک بالشت اونچی تھیں) اور ان پر بطحا کی سرخ کنکریاں پڑی تھیں۔[4] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں رفیقوں کی قبور پختہ نہیں۔

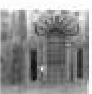
میت کو قبر میں کس طرح اتارا جائے

24 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رات میں نبی کریم صلی اللہ

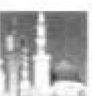
---

1 مسلم، ج: ۱، ص: ۳۱۱، کتاب الجنائز باب فی الحد، ص: ۸۲۸، رقم: ۹۲۶. 2 مرقاۃ المفاتیح، ج:۵، ص: ۴۳۵. 3 بہشتی گوہر، ص: ۷۰۰. 4 ابوداؤد، ج: ۲، ص: ۴۵۹.

علیہ وسلم (کسی میت کو رکھنے کے لئے) اترے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چراغ جلایا گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو قبلہ کی طرف سے پکڑا اور اسے قبر میں اتارا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تم بہت رونے والے تھے اور قرآن کریم بہت پڑھنے والے تھے۔[1]



دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۃ بقرۃ کا شروع الم سے المفلحون تک اور پائنتی کی طرف اسی سورت کا آخری حصہ امن الرسول سے ختم تک پڑھنا مستحب ہے۔[2]



حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں اتارتے تو یہ فرماتے: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ ترجمہ...... اس میت کو ہم اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر (قبر میں اتارتے ہیں)۔[3]



25 حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ذوالنورین) کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کی تدفین سے فارغ ہو جاتے تو قبر کے پاس کچھ دیر ٹھیرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعاء کرو کیونکہ اب اس سے سوال ہوگا۔[4]

قبروں کے متعلق چند احکام

26 حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے اور قبر کے اوپر بیٹھنے سے منع فرمایا۔[5]

مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے نہ قبروں کے اوپر بیٹھو اور نہ قبروں کی طرف نماز پڑھو۔[6]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ قبریں پختہ بنائی جائیں اور ان پر لکھا جائے یا وہ روندی جائیں۔[7]

حضرت ابوالھاج اسدی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کہ میں تمہیں اس کام پر مامور نہ کروں جس کام پر مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ

---

1 ترمذی، ج:۱، ص:۱۲۵۔ 2 بہشتی گوہر، ص:۷۰۱۔ 3 ابوداؤد، کتاب الجنائز باب الدعاء للمیت اذا وضع فی القبر، ص:۱۴۶۴، رقم:۳۲۱۳۔ 4 بہشتی گوہر، ص:۷۰۱۔ 5 مسلم، ج:۱، ص:۳۱۲، ابوداؤد، ج:۲، ص:۴۶۰۔ 6 صحیح مسلم، ج:۱، ص:۳۱۲۔ 7 مشکوۃ، ص:۱۴۸۔

علیہ وسلم نے مامور کیا تھا؟ اور وہ کام یہ ہے کہ تم جو بھی تصویر دیکھو اسے مٹا دو اور جس قبر کو بلند دیکھو اسے برابر کر دو۔[1]

قبر میں مردہ کے ساتھ قرآن مجید یا اس کا کچھ حصہ دفن کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ مردہ قبر میں پھول پھٹ جاتا ہے۔ لہذا قرآن مجید ایسی جگہ رکھنا انتہائی بے ادبی ہے۔ یہی حکم دیگر مقدس کلمات کا ہے۔ سلف صالحین کے یہاں اس کا تعامل نہیں رہا۔ مردے کے کفن میں عہد نامہ رکھنا بھی بے ادبی ہے، نہیں رکھنا چاہیے۔

علامت کے لئے قبر پر کوئی پتھر وغیرہ رکھ دینا جائز ہے

27 ابوداؤد میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ایک طویل روایت میں ہے جس کے آخر میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا کہ "میں نے اس کے ذریعہ اپنے بھائی (حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں) کی قبر پر علامت کردی ہے اب میرے گھر میں سے جس کا انتقال ہوگا میں اسے اس کے پاس دفن کرونگا۔[2]

ان کی قبر کے قریب پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم دفن کئے گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اہل خاندان اور اقرباء کو ایک جگہ دفن کرنا مستحب ہے۔[3] اور ضرورت ہو تو صرف نام کی تختی لگانے کی بھی اجازت ہے جس سے قبر کی نشانی رہے۔ مگر قبریں پختہ بنانے اور ان پر قبے تعمیر کرنے اور قبروں پر قرآن مجید کی آیات یا میت کی مدح میں اشعار لکھنے کی اجازت نہیں دی۔ دراصل قبریں زینت کی چیز نہیں بلکہ عبرت کی چیز ہیں۔[4]

قبر پر اذان دینا بدعت ہے

قبروں پر اذان دینا بدعت ہے۔[5] علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے باب الاذان اور کتاب الجنائز میں نقل کیا ہے کہ قبر پر اذان دینا بدعت ہے، نیز سلف صالحین سے کہیں بھی ثابت نہیں اور نہ ہی احادیث مبارکہ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ البتہ دفن کے بعد کچھ دیر کے لئے قبر پر ٹھیرنا اور میت کے لئے دعاء مغفرت کرنا سنت سے ثابت ہے۔[6]

---

1 مسلم، ج: ۱، ص: ۳۱۲۔ 2 ابوداؤد، ج: ۲، ص: ۲۵۷۔ 3 مظاہر حق ج: ۲: ص ۱۳۵۔ 4 آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۳، ۱۲۳۔ 5 بہشتی زیور۔ ص: ۷۰۴۔ 6 آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۳۔ ۱۲۳۔

جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا اور جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا

28 حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازہ کے ساتھ رہے تو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ نہ رکھ دیا جائے۔[1] اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ایسے موقع پر بے پرواہ نہ ہونا چاہیے بلکہ جنازہ دیکھتے ہی بے قرار ہو کر اور ڈر کر کھڑے ہو جانا چاہیے اور جب تک کہ جنازہ نہ رکھ دیا جائے زمین پر نہ بیٹھا جائے بلکہ کندھا دینے کے لئے جنازہ کے ساتھ ساتھ رہے۔

میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا مسئلہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جب غزوہ احد ہوا تو میری پھوپھی میرے والد کی نعش لے کر آئیں تاکہ انھیں اپنے قبرستان میں دفن کریں، لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ شہیدوں کو شہادت کی جگہ پہنچا دیا جائے۔[2]

مسئلہ: علامہ یحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی واقعی ضرورت پیش آ جائے تو میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے بغیر ضرورت کے جائز نہیں۔ محقق علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میت کو دفن کرنے اور قبر کی تیاری سے پہلے ایک دو کوس کے فاصلے پر منتقل کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ قبرستان اتنے فاصلہ پر ہوا کرتا ہے۔[3]

مسئلہ: میت کو دفن کرنے اور مٹی ڈالنے کے بعد اس کو قبر سے نکالنا یا قبر کھولنا بالا جماع جائز نہیں۔[4] ہاں اگر کسی کی کوئی قیمتی چیز مال وغیرہ اندر گر گیا ہو تو اس کے لئے قبر کھولنا جائز ہے۔[5]

مسئلہ: بعض لوگوں کا یہ طریقہ کہ میت کو قبر میں امانت رکھتے ہیں اور کچھ عرصہ بعد وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کے لئے لے جاتے ہیں یہ ناجائز ہے۔[6]

قبرستان جانے کا بیان

قبرستان جانے کے لئے کسی خاص وقت یا کسی خاص دن کی شرعاً کوئی تعلیم نہیں دی گئی۔ بلکہ جب جس وقت چاہیں جا سکتے ہیں۔ البتہ مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں۔ سب سے پہلے

---

1 مظاهر حق، ج: ۲،ص: ۱۰۸۔ 2 بهشتی زیور ص: ۷۰۵۔ 3 مظاهرحق، ج: ۲، ص: ۱۳۲۔
4 بهشتی زیور، ص: ۷۰۵۔ 5 مظاهر حق، ج: ۲،ص: ۱۳۲۔ 6 بهشتی زیور، ص: ۷۰۵۔

قبرستان جا کر اہل قبور کو سلام کہنا چاہیے اس کے مختلف الفاظ احادیث میں آئے ہیں۔ ان میں سے کوئی سے الفاظ کہہ لیں صحیح ہے۔ سنن ترمذی میں یہ الفاظ ہیں: ﴿ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ﴾ ترجمہ...... سلامتی ہو تم پر اے قبر والو! اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم ہم سے پہلے پہنچے ہو اور ہم بھی پیچھے آنے والے ہیں۔[1] اس کے علاوہ وہ قبرستان کی جو بھی دعا یاد ہو کہہ لے اگر کوئی بھی دعا یاد نہ ہو تو ''السلام علیکم''، ہی کہہ لے۔ اس کے بعد جتنا ہو سکے دعاء مغفرت کرے اور قرآن مجید میں سے جتنا ہو سکے پڑھ کر ان کو بخشے اور قرآن مجید قبرستان میں بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ قبروں پر دعا مانگنا ہو تو قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگے۔

مرحومین کے لئے ایصال ثواب کا طریقہ

1. ایصال ثواب کی حقیقت یہ ہے کہ جو نیک عمل آپ کریں اس کی نیت کر لیں کہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ فلاں میت کو عطا فرمائے۔ الغرض کسی بھی نفلی عبادت کا ثواب جو آپ کو ملنا تھا میت کو تحفۃً دے سکتے ہیں۔
2. میت کے لئے سب سے بہتر و افضل دعا مغفرت ہے کہ جب بھی یاد آئے اس کے لئے دعاء مغفرت کرتا رہے۔
3. صدقات میں سب سے افضل صدقہ جس کا ثواب میت کو بخشا جائے، صدقہ جاریہ ہے مثلاً میت کے ایصال ثواب کے لئے کسی ضرورت کی جگہ کنواں کھدوایا۔ کوئی مسجد بنوائی یا اس میں حصہ ملا دیا۔ کسی دینی مدرسے کی تعمیر یا اس میں حصہ ملا دیا۔ یا کسی دینی مدرسے میں تفسیر، حدیث یا فقہ کی کتابیں وقف کر دیں۔ قرآن کریم کے نسخے خرید کر وقف کر دیئے۔ جب تک ان چیزوں سے استفادہ ہوتا رہے گا میت کو اس کا ثواب برابر ملتا رہے گا۔
4. ایصال ثواب کے سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ میت کو اسی عمل کا ثواب پہنچے گا، جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے کیا گیا ہو۔ اس میں نمود نمائش مقصود نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ ثواب اسی کھانے کا ملے گا جو کسی غریب و مسکین کو کھلایا ہو اور جو خود کھا لیا وہ خود کھا لیا اور جو برادری یا دوست احباب کو کھلایا وہ صرف دعوت ہوگئی، ثواب ختم۔ البتہ ان میں سے جو غریب و مسکین ہیں انہوں نے کھا لیا تو ثواب ہوگا۔

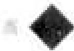
1 ترمذی، ج: ۱، ص: ۱۲۵۔

مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے شریعت نے کوئی وقت مقرر فرمایا اور نہ دنوں کا تعین فرمایا ہے بلکہ جب چاہے ان کے لئے ایصال ثواب کر سکتا ہے۔

چند مروجہ رسمیں

ختم دینے کا رواج بدعت ہے۔ نیز مل کر قرآن خوانی کو فقہاء نے مکروہ کہا ہے۔ اگر کی جائے تو سب آہستہ آہستہ پڑھیں تاکہ آوازیں نہ ٹکرائیں۔ ایصال ثواب کے لئے پورا قرآن پڑھوانا ضروری نہیں جتنا اخلاص کے ساتھ پڑھ دیا جائے اس کا ثواب بخش دینا صحیح ہے۔ مرگ کے موقع پر جو رسمیں ہمارے یہاں رائج ہیں وہ زیادہ تر بدعت ہیں۔ حتی الوسع ان میں شرکت نہیں کرنا چاہیے۔ تیجہ، ساتواں، دسواں، بیسواں، چالیسواں یہ سب مروجہ رسمیں ہیں۔ شریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ قرآن خوانی آج کل ایک رسم بن کر رہ گئی ہے۔ اکثر لوگ محض منہ رکھنے کے لئے شریک ہوتے ہیں۔ خال خال ہوں گے جن کا مقصد واقعی ایصال ثواب ہوگا۔ لہذا کسی جگہ شریک ہونا بھی پڑے تو اخلاص کے ساتھ محض ایصال ثواب کی نیت سے شریک ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات وسنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین



باب نمبر ۴۰

رات کو سونے سے متعلق ہدایات اور سنتیں

عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ صلى الله عليه وسلم اذا اوى احدكم الى فراشه فلينفض فراشه بداخلة ازاره فانه لايدرى ماخلفه عليه ثم يقول وباسمك ربى وضعت جنبى وبك ارفعه ان امسكت نفسى فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بماتحفظ به عبادك الصالحين...... ترجمه...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی (سونے کے لئے) اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہیے کہ اپنے بستر کو اپنی لنگی (یا کسی کپڑے) کے اندر کے کونے سے جھاڑ لے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے بستر پر کیا چیز (مثلاً کیڑا مکوڑا گرد وغبار وغیرہ) گر پڑی ہو اس کے بعد وہ بستر پر لیٹے پھر کہے اے میرے رب میں نے تیرا نام لے کر اپنا پہلو رکھا اور تیری قدرت سے اس کو اٹھاؤں گا اگر تو (سوتے میں) میرے نفس کو روک لے (یعنی مجھے موت دیدے) تو مجھ پر رحم فرمانا اور اگر تو اسے زندہ رکھے تو میری حفاظت فرما جس کے ذریعے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ [1]

نیند بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وجعلنا نومكم سباتا وجعلنا الليل لباسا﴾ [2]

ترجمہ...... اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت کی چیز بنایا اور ہم نے رات کو پردہ کی چیز بنایا

فائدہ! نیند کو حق تعالیٰ شانہ نے ایسی چیز بنایا ہے کہ وہ انسان کے تمام غموم وافکار کو قطع کر کے اس کے قلب و دماغ کو ایسی راحت دیتی ہے کہ دنیا کی کوئی راحت اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ اس نعمت کو حق تعالیٰ شانہ نے پوری مخلوق کے لئے ایسا عام فرما دیا ہے کہ امیر، غریب، عالم، جاہل بادشاہ اور مزدور سب کو یہ دولت یکساں عطا فرمائی ہے۔ نیز انسان کو فطرتاً نیند اس وقت آتی ہے جب روشنی زیادہ نہ ہو، ہر طرف سکون ہو۔ لہذا قدرت نے اس کا یہ انتظام فرمایا کہ رات کے وقت دنیا کے

---

1 بخاری، کتاب الدعوات باب ما يقول عند النوم، ج: ۲، ص: ۹۳۵، رقم: ۲۳۸۴، مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب الدعاء عندالنوم، ص: ۱۱۴۹، رقم: ۲۸۹۲. 2 پارہ: ۳۰، سورۃ النبا، الآية: ۱۰۹.

تمام چرند پرند پر نیند مسلط فرما کر پورے عالم کو رات کے وقت سکون کا گھوارہ بنا دیا۔ پھر یہ نیند کی نعمت انسان کو عطا کی تاکہ اس کو کامل سکون میسر ہو۔ چنانچہ انسان پر فرض ہے کہ اس کی شکرگزاری میں اس کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے مطابق اس رات کو بسر کرے۔

رات کو سونے کے متعلق ہدایات اور سنتیں

1. بستر پر سونے سے پہلے ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھیں۔[1]
2. سونے سے پہلے آیت الکرسی پڑھیں۔[2]
3. سونے سے پہلے یہ دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا...... اے اللہ میں تیرا نام لے کر مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور جیتا ہوں۔[3] یعنی میرے شب وروز اے اللہ! سب تیرے لیے ہیں۔ میری موت کا تو ہی مالک ہے۔
4. سونے سے پہلے بسم اللہ پڑھ کر ان امور کو انجام دیں: دروازہ بند کریں۔ آگ وغیرہ جس سے آگ لگنے کا اندیشہ ہو بجھا دیں۔ برتن ڈھانک دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے جس کھلے ہوئے برتن سے گزرتی ہے اس میں وبا کا کچھ حصہ ضرور داخل ہو جاتا ہے۔[4] اگر پانی کی بالٹی (وغیرہ کہ جس کو پورا بند نہ کر سکے) تو اس کے منہ پر کوئی لکڑی (وغیرہ) بسم اللہ پڑھ کر رکھ دیں۔[5] جن برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں ان سب کو (بسم اللہ پڑھ کر) ڈھانپ دیں۔[6]
5. سرمہ دانی رکھیں اور سوتے وقت خود بھی ڈالیں اور بچوں سے بھی اہتمام کروائیں، تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں، پہلے تین مرتبہ دائیں میں پھر تین مرتبہ بائیں میں ڈالیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔[7]
6. جب بچے دس سال کی عمر کے ہو جائیں تو بہن بھائی کے بستر الگ الگ کر دیں۔[8]
7. بیوی، بچوں کو نصیحت آمیز واقعات سنائیں اور خوش طبعی کی باتیں کریں۔
8. داہنی کروٹ پر قبلہ رو ہو کر سوئیں۔[9] داہنا ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھیں۔[10] الٹا لیٹنا اس طرح

---

1 مسلم، کتاب الدعوات، ج:۲، ص:۳۴۲، رقم:۲۳۸۸. 2 بخاری، کتاب الدعوات، ج:۲، ص:۹۳۴، رقم:۵۰۲۴. 3 بخاری، مسلم، کتاب الدعوات، ج:۲، ص:۳۴۵، رقم:۲۳۸۲. 4 مسلم، ج:۲، ص:۱۷۱. 5 مشکوة، ص:۳۷۲. 6 الصحیح للامام مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب تخمیر الاناء، ص:۱۰۳۷، رقم:۵۲۴۶. 7 مشکوة المصابیح، ج:۲، ص:۵۱۳. 8 ابوداؤد ج:۲، ص:۱۶۷. 9 مسلم، کتاب الدعوات باب الضجع علی الشق الایمن، ص:۱۵۳۱، رقم:۶۳۱۰. 10 بخاری، کتاب الدعوات باب وضع الید تحت خد الیمنی، ص:۱۵۳۱، رقم:۶۳۱۴.

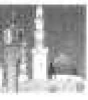
سے کہ سینہ زمین کی طرف اور پیٹھ آسمان کی طرف ہو منع ہے۔ (کیونکہ اس طرح شیطان سوتا ہے)۔[1]

9 رات کو سونے سے پہلے مسواک کرنا۔..... وضو کر کے سونا مسنون ہے۔[2]

10 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان تمام چیزوں پر استراحت فرمانا ثابت ہے۔ بوریہ، چٹائی، کپڑے کا فرش، زمین، تخت، چارپائی، چمڑا اور کھال۔[3] ان تمام چیزوں پر سنت کی نیت سے سونے کا ثواب ملتا ہے۔



11 تہجد کی نماز کے لئے اٹھنے کی نیت سے مصلے وغیرہ ساتھ رکھ کر سونا۔[4]



12 قرآن مجید میں سے کوئی سورت ضرور پڑھیں۔ فائدہ: قرآن مجید کی بعض سورتوں، آیتوں اور دوسری بعض دعاؤں کے متعلق رات کو پڑھنے کا حکم آیا ہے، جس کو جو آسان لگے پڑھ لیا کریں۔



13 وضو کا پانی اور مسواک پہلے تیار کر کے رکھنا۔[5]

14 آنکھ کھل جانے پر صبح صادق سے پہلے پہلے تہجد کی نماز پڑھنا۔

فائدہ! نماز تہجد کی کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت سنت ہیں۔ اگر نماز عشاء کے بعد وتر کی نماز نہ پڑھی تو نماز تہجد کے بعد پڑھیں۔ اس کے بعد چاہیں تو قرآن مجید کی تلاوت یا ذکر الٰہی کرتے رہیں یا درود شریف ودیگر وظائف وغیرہ پڑھتے رہیں یا تہجد پڑھ کر پھر سو جائیں تب بھی درست ہے، مگر فجر کی نماز باجماعت ادا کریں، کیونکہ اس کی زیادہ فضیلت ہے۔

نماز تہجد شروع کرنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔[6]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں کبھی تو بلند آواز سے قرات فرماتے تھے اور کبھی پست آواز سے۔[7] لہٰذا جیسا وقت اور موقع دیکھے اس کے مطابق عمل کر لے۔ دونوں طرح سے قرات مسنون ہے۔

15 جب خواب میں اچھی چیز دیکھے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس کو بیان کر دے۔

---

1 مشکوۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب السلام، ج: ۳، ص: ۲۱۔ 2 ابوداؤد، ج: ۲، ص: ۲۸۷۔ 3 المسند للامام ابی یعلی الموصلی، مسانید عمر، ج: ۱، ص: ۹۱۔ 4 مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ باب صلوۃ اللیل، ج: ۱، ص: ۲۶۸۔ 5 صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ المسافرین، ص: ۷۹۹، رقم: ۱۷۹۹۔ 6 مسلم، کتاب الصلوۃ المسافرین، ص: ۸۰۰، رقم: ۱۸۱۱۔ 7 ابوداؤد، ج: ۱، ص: ۱۸۷۔

لیکن دوست کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرے۔[1] کیونکہ جب دوست اور خیر خواہ اسے سنے گا تو اچھی تعبیر دے گا لیکن جب دشمن ومخالف سنے گا تو بری تعبیر دے گا عموماً پہلی تعبیر کے موافق خواب کی تعبیر ہو جاتی ہے۔

16 جب خواب میں ناپسندیدہ بات دیکھے تو بائیں طرف تھتکار دے یا تھوک دے۔[2] اس طرح تھتکارے کہ منہ کی ہوا کے ساتھ تھوک کے کچھ ذرات بھی نکل جائیں۔[3] شیطان اور اس خواب کی برائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ تین مرتبہ مانگے۔[4] پناہ مانگنے کے لئے مثلاً یہ الفاظ کہے: **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَمِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرُّؤْیَا** اس کو تین بار کہے۔ اور کسی سے اس خواب کا تذکرہ نہ کرے۔ جس کروٹ پر ہے اس کو بدل دے یا اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ ایسا کرنے سے انشاء اللہ وہ خواب نقصان نہ دے گا۔[5]

17 حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو جاگ جائے اور جاگتے وقت یہ کلمات کہے: **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** پھر **رب غفرلی** کہہ کر اپنے رب سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ اگر وہ کھڑا ہوا، وضو کیا، پھر نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔[6]

18 ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو دس بار **اَللّٰہُ اَکْبَرُ**، دس بار **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ**، دس بار **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ**، دس بار **سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ**، دس بار **اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ** اور دس بار **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** پڑھتے تھے پھر دس بار ہی یہ دعا پڑھتے: **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضَیْقِ الدُّنْیَا وَضَیْقِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ**.[7]

19 جاگنے کے بعد جب اٹھنے کا ارادہ ہو تو یہ دعا پڑھے: **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ**.[8]

---

1 مشکوۃ المصابیح، کتاب الرویا، الفصل الاول، ج: ۲، ص: ۵۴۲. 2 مسلم، کتاب التعبیر باب الحلم، ص: ۵۸۵، رقم: ۷۰۰۵. 3 الصحیح للامام مسلم، کتاب الرویا، باب فی کون، الرویامن اللہ، ص: ۱۰۷۸. 4 الصحیح للامام مسلم، کتاب الرویا، باب فی کون، الرویامن اللہ، ص: ۱۰۷۸. 5 الصحیح للامام مسلم، کتاب الرویا، باب فی کون الرویامن اللہ، ص: ۱۰۷۸. 6 الصحیح للبخاری، کتاب التھجد، باب فضل من تعار اللیل، ص: ۹۰، رقم: ۱۱۵۴. 7 مسلم، کتاب الذکر والدعاء فضل التھلیل والتسبیح، ص: ۱۱۴۷، رقم: ۸۲۴۸. 8 بخاری، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا اصبح، ص: ۵۳۲، رقم: ۶۳۲۵